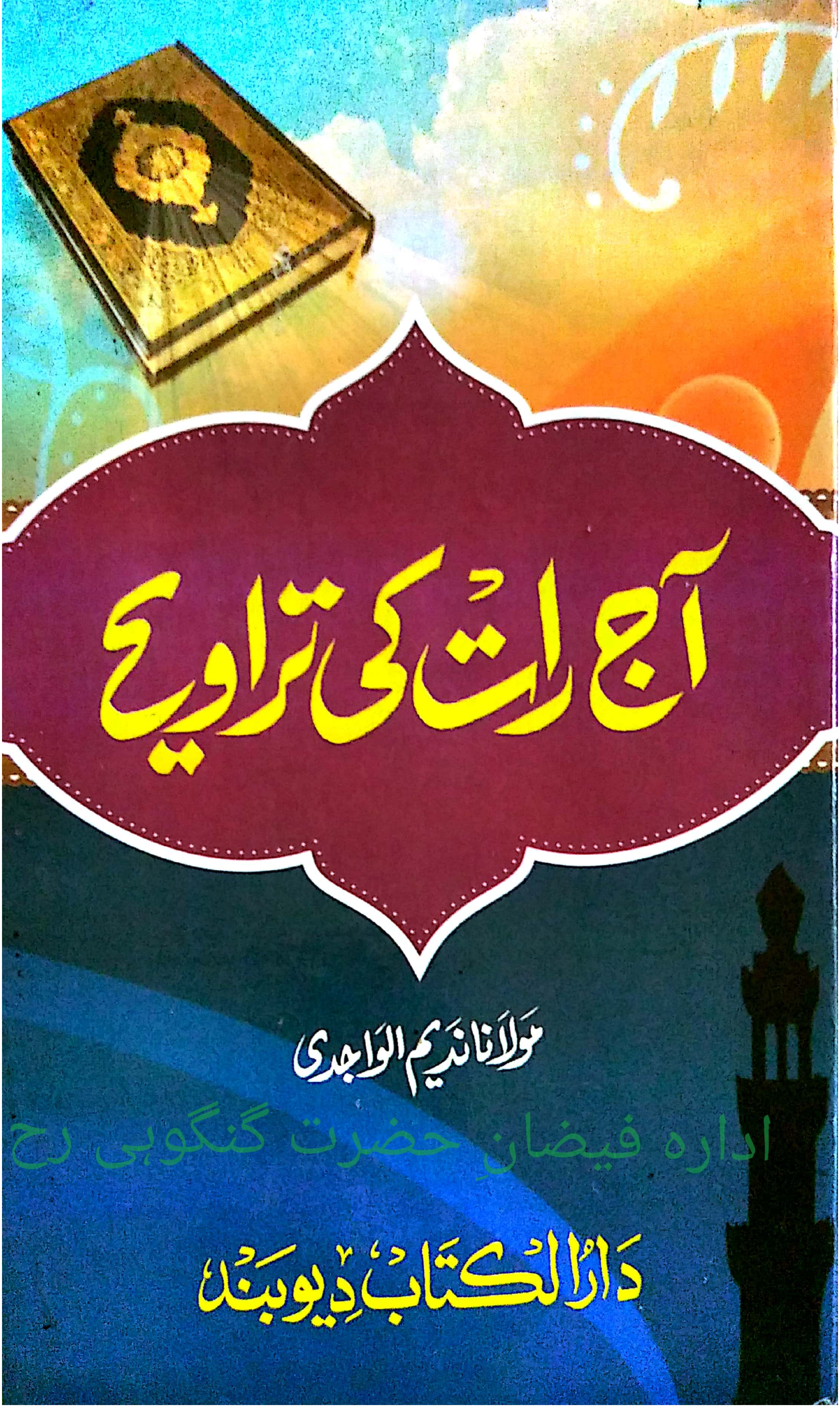

Scanned by CamScanner

آج رات کی تراویح

ABDUSSAMAD RASHIDI
S/o M. Altaf Khera Afgan
(Saharanpur)

مولانا ندیم الواجدی

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح

دار الکتاب دیوبند

Scanned by CamScanner

اشاعت کی عام اجازت ہے

نام کتاب : آج رات کی تراویح

نام مصنف : مولانا ندیم الواجدی

طبع اول : ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

صفحات : ۲۱۶

کمپیوٹر کتابت : مستقیم سالک قاسمی مدھوبنی، اختر قاسمی سیتاپوری
یاسر ندیم کمپیوٹر سینٹر دیوبند

مطبع : یاسر ندیم آفسٹ پریس دیوبند

ناشر : دارالکتاب دیوبند

فہرست مضامین

نمبر شمار				صفحہ
			پیش لفظ	۵
یکم رمضان المبارک			سورۂ فاتحہ سے سَیَقُوْلُ کے ربع تک	۷
۲	″	″	سَیَقُوْلُ کے ربع سے تِلْکَ الرُّسُلُ کے نصف تک	۱۳
۳	″	″	تِلْکَ الرُّسُلُ کے نصف سے لَنْ تَنَالُوا کے ثلث تک	۱۹
۴	″	″	لَنْ تَنَالُوا کے نصف سے وَالْمُحْصَنٰتُ کے ختم تک	۲۴
۵	″	″	پارہ: لَا یُحِبُّ اللّٰهُ	۲۹
۶	″	″	پارہ: وَاِذَا سَمِعُوْا	۳۴
۷	″	″	پارہ: وَلَوْ اَنَّنَا	۳۹
۸	″	″	پارہ: قَالَ الْمَلَاُ	۴۴
۹	″	″	پارہ: وَاعْلَمُوْآ	۴۹
۱۰	″	″	پارہ: یَعْتَذِرُوْنَ	۵۵
۱۱	″	″	پارہ: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ	۶۰
۱۲	″	″	پارہ: وَمَآ اُبَرِّئُ	۶۶
۱۳	″	″	پارہ: رُبَمَا	۷۲
۱۴	″	″	پارہ: سُبْحٰنَ الَّذِیْ	۷۷
۱۵	″	″	پارہ: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ	۸۴

Scanned by CamScanner

۱۶ // //	پارہ: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ	۹۰
۱۷ // //	پارہ: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ	۹۶
۱۸ // //	پارہ: وَقَالَ الَّذِيْنَ	۱۰۲
۱۹ // //	پارہ: اَمَّنْ خَلَقَ	۱۰۸
۲۰ // //	پارہ: اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ	۱۱۴
۲۱ // //	پارہ: وَمَنْ يَّقْنُتْ	۱۲۰
۲۲ // //	پارہ: وَمَا لِيَ	۱۲۶
۲۳ // //	پارہ: فَمَنْ اَظْلَمُ	۱۳۲
۲۴ // //	پارہ: اِلَيْهِ يُرَدُّ	۱۳۸
۲۵ // //	پارہ: حٰمٓ	۱۴۴
۲۶ // //	پارہ: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ	۱۵۲
۲۷ // //	پارہ: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ	۱۵۸
۲۸ // //	پارہ: تَبٰرَكَ الَّذِيْ	۱۶۵
۲۹ // //	پارہ: عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ	۱۷۱
	فضائل حفظ قرآن کریم	۱۷۹
	تلاوت قرآن کے فضائل	۱۹۸
	ختم قرآن کے فضائل	۲۱۳

پیش لفظ

رمضان المبارک کی ایک خاص عبادت تراویح کی نماز ہے، جن مسلمانوں کو اللہ توفیق دیتا ہے وہ یہ عبادت نہایت اہتمام کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور ذوق وشوق کے ساتھ نماز تراویح میں قرآن کریم سنتے ہیں، ماشاء اللہ اب حفاظ کی اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ مساجد کم پڑنے لگی ہیں، اسی لئے بہت سے مقامات پر گھروں، دکانوں اور دوسرے مقامات پر بھی نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس سال رمضان سے پہلے خیال پیدا ہوا کہ اگر روزانہ کی تراویح میں پڑھے جانے والے پارے کے مضامین مختصر طور پر لکھدئے جائیں اور انھیں شائع کرادیا جائے تو اُردوداں قارئین بھی قرآن کریم کا پیغام سمجھ لیں گے، چنانچہ راقم السطور نے انتیس قسطوں میں قرآن کریم کے مضامین کی تلخیص کی، دہلی سے شائع ہونے والے روز نامہ "ہندوستان ایکسپریس" اور ممبئی سے شائع ہونے والے روز نامہ "اُردو ٹائمز" نے اپنے ادارتی صفحات پر بڑے اہتمام کے ساتھ یہ تمام مضامین ہر روز بالاقساط چھاپے، ماشاء اللہ دونوں اخبارات کے قارئین کو پسند آئے بہت سی جگہوں پر حفاظ کرام اور ائمہ حضرات نے اپنے نمازیوں کو یہ مضامین پڑھ کر بھی سنائے، اب ان تمام قسطوں کو کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے، امید ہے یہ کوشش پسند کی جائے گی، اگر یہ اہتمام کرلیا جائے کہ نماز تراویح کے بعد کوئی اُردو جاننے والا شخص اس کتاب کا وہ حصہ پڑھ کر سنادیا کرے جو اس دن پڑھے جانے والے پارے پر مشتمل ہے تو اس سے ان شاء اللہ پڑھنے اور سننے والوں کو کافی فائدہ ہوگا۔ واللہ ہو الموفق

ندیم الواجدی
مدیر ماہ نامہ "ترجمان دیوبند"
۲۰ رفروری ۲۰۱۰ء

Scanned by CamScanner

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا. (شوریٰ: ٥١)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ایمان سے واقف تھے، لیکن ہم نے اس (قرآن) کو روشنی بنایا جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ. (النحل: ٤٤)

ترجمہ: اور ہم نے قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی لیے نازل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان فرمادیں جو اُن کی طرف نازل کی گئی ہیں۔

ABDUSSAMAD RASHIDI
S/o M. Afzal Khan Afgan
(Saharanpur)

یکم رمضان المبارک

(سورۂ فاتحہ سے سَیَقُوْلُ کے ربع تک)

سورۂ فاتحہ ہر نماز کی تمام رکعات کا لازمی حصہ ہے، یہ مختصر سورت جسے فاتحۃ الکتاب بھی کہتے ہیں تمام نمازوں میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ تمام تعریفیں جو اب تک کی گئیں یا آئندہ کی جائیں گی سب اللہ کے لائق ہیں، کیوں کہ وہ مہربان ہے، وہی رحم والا ہے، وہی روز جزا کا مالک ہے، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد بھی مانگتے ہیں، اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھادے، جو راستہ ان لوگوں کا ہے جن پر تو نے اپنا فضل وانعام فرمایا ہے، جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ لوگ گمراہ ہوئے، یہ ہے سورۂ فاتحہ کا خلاصہ، مفسرین نے اسے پورے قرآن کریم کا خلاصہ قرار دیا ہے، اس سورت کے تین بنیادی مضامین ہیں، ایک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، دوسرے اللہ تعالیٰ کا لائق عبادت ہونا، تیسرے طلب ہدایت۔ اس طلب کا جواب قرآن کریم سے دیا گیا ہے، یعنی جو ہدایت تم مانگ رہے ہو وہ قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے، سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ ہے، اس کا آغاز ذٰلِکَ الْکِتَابُ سے ہوتا ہے، اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جس راہ ہدایت کے تم طلب گار ہو وہ یہی کتاب ہے۔ اس سورت میں بڑے اہم مضامین بیان کئے گئے ہیں، پہلے ایمان کے بنیادی اصول، توحید، رسالت اور آخرت کا اجمالی ذکر ہے، آخر میں ان عقائد کا مفصل تذکرہ ہے، درمیان میں عبادات معاملات، معاشرت، اخلاق، اصلاح ظاہر و باطن کے متعلق تفصیلی ہدایات ہیں۔

سورت کی ابتدا الٓمٓ سے کی گئی ہے، یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے بارے میں اکثر مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہ ان متشابہات میں سے ہیں جن کا علم صرف

Scanned by CamScanner

اللہ تعالیٰ کو ہے، تاہم ان کا وجود بھی فوائد سے خالی نہیں ہے، ان کا پڑھنا باعث ثواب ہے
ان کے پڑھنے سے فوائد و برکات بھی حاصل ہوتے ہیں، اگر چہ ہمیں ان کا علم نہ ہو۔

سورۂ بقرہ کا آغاز اس آیت سے کیا گیا ہے کہ اس کتاب میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے، یہ کتاب متقین کے لیے رہ نما ہے، اس کے بعد بتلایا گیا ہے کہ متقین کون ہیں اور ان کی کیا صفات ہیں، یہ وہ بندے ہیں جو غیب کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو اللہ نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، یہ تین عبادتیں ہیں، ان میں سے ایک کا تعلق دل سے ہے، دوسری کا تعلق بدن سے ہے اور تیسری کا تعلق مال سے ہے، یہ تینوں عبادتیں اس آیت میں جمع کر دی گئی ہیں اس کے بعد ان کفار کا ذکر ہے جن کے لیے کفر کا فیصلہ ہو چکا ہے، وہ ایمان کی دولت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم کر دیئے گئے ہیں جیسے ابو جہل، ابولہب وغیرہ، ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے یعنی وہ حق بات کو نہیں سمجھتے اور اُن کے کانوں پر بھی مہر لگا دی گئی ہے یعنی حق بات کو متوجہ ہو کر نہیں سنتے اور اُن کی آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال دیا گیا ہے کہ انہیں حق کا راستہ نظر نہیں آتا، کفار کے بعد منافقین کا بیان ہے، آنے والی تیرہ آیتوں میں انہی کا ذکر ہے، وہ دل سے ایمان نہیں لائے، حالاں کہ محض زبان سے ایمان کا اظہار کر دینا کافی نہیں ہے، بلکہ دل سے ماننا بھی ضروری ہے، یہ لوگ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں، حالاں کہ ان کے دلوں میں نفاق ہے، اسلام سے نفرت ہے اور مسلمانوں سے حسد اور عناد ہے، یہ منافق زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں، حالاں کہ درحقیقت بے وقوف منافق لوگ ہیں، اہل ایمان بے وقوف نہیں ہیں، یہ لوگ اہل ایمان کے ساتھ استہزاء کے ساتھ پیش آتے ہیں، یہ محض اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے

کہ وہ اس سرکشی میں سر سے پیر تک غرق ہیں، منافقین نے بہ ظاہر ایمان قبول کیا ہے اور دل میں کفر چھپا رکھا ہے، ان کی آخرت بھی خراب ہوئی اور یہ لوگ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے، دیکھا جائے تو یہ گھاٹے کا سودا ہے، آگے قرآن کریم نے منافقین کی اس بے راہ روی کو دو مثالوں کی روشنی میں واضح کیا ہے، پھر تمام انسانوں کو اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہوئے کفار سے کہا ہے کہ اگر تمہیں ہماری اس کتاب میں جو ہم نے نازل کی ہے ذرا بھی شک ہو تو اس جیسی کوئی ایک سورت بنا کر لاؤ اور اس کام میں اپنے معبودان باطلہ سے یا عرب کے فصحاء و بلغاء سے مدد لے لو، اس کے باوجود اگر تم کوئی ایسی سورت نہ بنا سکو اور یقیناً نہیں بنا سکو گے تو اللہ سے ڈرو اور دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو، اس کے بعد ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر ہے۔

کفار مکہ قرآن کریم کے اس اسلوب پر بڑا اعتراض کرتے تھے کہ اس میں مکھی مچھر جیسی حقیر چیزوں کا بھی ذکر ہے حالاں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو سب سے برتر اور اعلا ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح کی مثالوں میں کوئی شرم نہیں ہے کیوں کہ مثال تو وضاحت کے لیے ہوتی ہے، حقارت اور عظمت سے اس کا کیا تعلق ہے۔

ایمان کی نعمت کا ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم نے ایک اور بڑی نعمت کا ذکر کیا ہے، یہ نعمت تخلیق آدم علیہ السلام ہے، ان کی تخلیق کا قصہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ وہ زمین میں اپنا نائب مقرر کرنا چاہتا ہے اس پر فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا آپ دنیا میں ایسی قوم پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اس میں فساد برپا کرے گی اور خون بہائے گی اور ہم آپ کی تسبیح وتقدیس بیان کرتے رہتے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق، حضرت حواء علیہا السلام کی پیدائش، ان دونوں کو جنت کے ممنوعہ درخت تک نہ جانے کی ہدایت، شیطان کا حسد اور حضرت

Scanned by CamScanner

آدم اور حضرت حواء علیہا السلام کو اس درخت کے قریب جانے اور پھل کھانے کا مشورہ اور اس کے نتیجے میں ان دونوں کو اور ان کی آنے والی نسل کو بہشت سے زمین پر جا کر رہنے کا حکم یہ مکمل واقعہ یہاں مذکور ہے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کو بہ طور خاص خطاب کیا گیا ہے اور ان نعمتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو ان پر نسل در نسل نازل ہوتی رہی ہیں، سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے پاس ہزاروں انبیاءؑ بھیجے گئے، تورات وغیرہ کتابیں نازل کی گئیں، فرعون سے نجات دے کر ان کو شام میں بسایا گیا، ان پر من وسلوی نازل کیا گیا، ان کے لیے ایک پتھر سے بارہ چشمے نکالے گئے، مگر ان کی سرکشی دیکھئے کہ وہ حق پر قائم نہ رہے انہوں نے پیغمبروں کی اطاعت نہ کی بلکہ بعض پیغمبروں کو قتل تک کر ڈالا، تورات کی آیتوں میں تحریف کی، اس کے نتیجے میں ان کے لیے دائمی اور ابدی ذلت لکھ دی گئی اور ان پر ایسے ایسے عذاب مسلط کئے گئے کہ جن کو سن کر روح کانپ اٹھتی ہے، بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ شنبے کا دن خاص عبادت کے لیے مقرر ہے، اس دن مچھلی کا شکار مت کرنا، مگر انہوں نے حکم عدولی کی تو اللہ نے ان کی صورتیں مسخ کر کے ان کو بندر بنا دیا یہودیوں کے بارے میں قرآن کریم کا دوٹوک فیصلہ یہ ہے کہ ان کے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہیں، بعض پتھروں سے بڑا نفع پہنچتا ہے مگر ان سے تو کسی طرح کوئی نفع ہی نہیں ہے اور نہ ان سے خیر کی کوئی امید ہے، انہوں نے مال و دولت کے لالچ میں توراۃ میں لفظی اور معنوی تحریف بھی کر ڈالی۔

لگ بھگ ستتر (۷۷) آیات تک اس قوم کی بداعمالیوں، بدعہدیوں اور ان پر نازل ہونے والے مختلف عذابوں کا عبرت ناک تذکرہ ہے، کیوں کہ بنی اسرائیل کے واقعات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر بھی آیا ہے اس لیے بنی اسرائیل کا بیان ختم کر کے اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور ان کے ذریعے بنائے گئے کعبۃ اللہ کا

بہ طور خاص ذکر کیا گیا ہے، سب سے پہلے تو یہ بیان کیا گیا کہ بیت اللہ مقام امن ہے اور ہر سال لوگ وہاں حج کے لیے جمع ہوتے ہیں، مقام ابراہیم کا ذکر بھی اسی آیت میں ہے، یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور وہ دعا بھی مذکور ہے جو بہ وقت بناء کعبہ انہوں نے کی تھی کہ اے اللہ اس جگہ کو شہر امن بنا، اس کے رہنے والوں کو میوے عطا کر اور ہماری اولاد میں ایک فرماں بردار جماعت پیدا فرما دے اور ان میں ایک رسول ان ہی میں کا بھیج دے تاکہ وہ انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، تیری کتاب کی اور حکمت کی باتوں کی تعلیم دے اور ان کی اصلاح کرے۔ بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں قبول ہوئی۔

یہاں سے قرآن کریم کا دوسرا پارہ شروع ہوتا ہے، اس کا آغاز تحویل قبلہ کے معاملے سے ہوا، جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو سولہ سترہ مہینوں تک بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، اس کے بعد کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم آ گیا، اس پر یہود، مشرکین اور منافقین کہنے لگے کہ پہلے تو یہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے جو پچھلے تمام انبیاءؑ کا قبلہ تھا اب انہیں کیا ہوا کہ اس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے لگے، ان آیات میں اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ مشرق و مغرب سب جہتیں اور سمتیں اللہ کے لیے ہیں اصل چیز تو عبادت ہے، ہم نے یہ قبلہ اس لیے بدلا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ کون محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے اور کون ان کی اتباع سے روگردانی کرتا ہے اس کے بعد بتلایا کہ اے مسلمانو! جس طرح تمہارا قبلہ تمام قبلوں سے افضل ہے ایسے ہی ہم نے تم کو تمام امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو تمام پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ بنایا ہے، تحویل قبلہ کی حکمتوں کا ذکر تقریباً گیارہ آیتوں پر مشتمل ہے، اس کے

Scanned by CamScanner

بعد اہل ایمان کو کچھ نصیحتیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ صبر اور نماز کا دامن تھامے رکھیں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کو مردہ نہ کہیں، آزمائشوں سے نہ گھبرائیں بلکہ ایسے حالات میں إنا للہ پڑھا کریں، اس کے بعد حج کا اور صفا مروہ کا بیان ہے، زمین و آسمان، رات اور دن سمندروں میں چلنے والی کشتیاں، ہوائیں، بادل وغیرہ سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور ان میں غور فکر کے لیے بہت کچھ ہے، آخری رکوع میں لوگوں کو حلال و پاکیزہ رزق کھانے کی، بُرے کاموں اور بے حیائی کے افعال سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ تمہارے لیے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا جانور حرام ہے۔

۲/ رمضان المبارک

(سَیَقُوْلُ کے ربع سے تِلْکَ الرُّسُلُ کے نصف تک)

آج رات کی تراویح کا آغاز تحویل قبلہ کے معاملے میں معترضین کے خیال کی تردید سے ہوا جو قبلہ رخ ہونے ہی کو نیکی سمجھتے تھے فرمایا نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ بندہ اللہ پر، قیامت کے دن پر ملائکہ پر آسمانی کتابوں پر اور تمام انبیاء پر ایمان لائے، اپنے مال سے محبت کے باوجود (علاوہ زکوۃ کے) اسے رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، مسافروں، ضرورت مند سائلوں اور قید میں گرفتار مسلمانوں پر خرچ کرے، نماز پڑھے، زکوۃ دے، اپنا وعدہ پورا کرے، فقر و فاقہ، بیماری اور تنگی کی حالت میں صبر سے رہے، اس کے بعد شریعت کے کچھ اہم احکام شروع ہوتے ہیں، سب سے پہلے قصاص کا حکم ہے یعنی قتل کے بدلے قتل، اس میں برابری ہونی چاہئے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام عورت کے بدلے عورت کو قتل کیا جائے، ہاں اگر قاتل کو مقتول کے وارثوں کی طرف سے معاف کردیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ انہوں نے مالی معاوضے کی خواہش کے بغیر معاف کیا ہے یا وہ دیت چاہتے ہیں، جو بھی طے شدہ معاملہ ہو اس کی اتباع کی جائے، اس آیت کے آخر میں کہا گیا کہ تمہارے لیے اے ارباب دانش! قصاص میں ہی زندگی ہے یعنی قصاص کا حکم اگرچہ سخت نظر آتا ہے لیکن ارباب عقل و خرد سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حکم زندہ لوگوں کی زندگی کا سبب ہے، کیوں کہ قصاص کے خوف سے ہر شخص قتل کی جرأت نہیں کرسکتا۔

قصاص کے بعد دوسرا حکم وصیت کے متعلق ہے کہ اگر تمہارے پاس مال ہو تو

Scanned by CamScanner

تم کو والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے لیے انصاف کے ساتھ وصیت کرنی چاہیے یہ وصیت آیت میراث سے پہلے فرض تھی، اب فرض تو نہیں رہی کیوں کہ آیت میراث میں ترکے کے ورثاء متعین ہو چکے ہیں، البتہ اگر کسی پر قرض وغیرہ ہو، یا کسی کے پاس امانتیں رکھی ہوئی ہوں تو مرنے سے پہلے وصیت لکھنا ضروری ہے۔

تیسرا حکم روزے کی فرضیت کا ہے کہ اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح پہلی امتوں پر فرض تھے، یہ تمام سال کے روزے نہیں ہیں بلکہ چند روز کے ہیں، اس میں بھی مریضوں اور مسافروں کو یہ گنجائش ہے کہ وہ صحت مند ہونے کے بعد یا سفر سے واپسی کے بعد رکھ لیں اور جو لوگ روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ رکھتے ہوں ان کو ایک مسکین کا کھانا بہ طور فدیہ دینا چاہئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ماہِ رمضان المبارک کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا ہے جو لوگوں کے لیے سراپا ہدایت ہے اور جس میں ہدایت پانے کی واضح دلیلیں موجود ہیں اور جو حق و باطل کے درمیان حد فاصل قائم کرنے والی ہے، اس کے بعد روزے کے کچھ احکام بیان کئے گئے ہیں، مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک ہی آیت میں نزول قرآن اور روزے کی فرضیت کا ذکر کیا گیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اور رمضان میں گہری مناسبت ہے، اسی لیے اس مہینے میں تراویح کی نماز رکھی گئی ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا اور تلاوت سننے کا اہتمام ہو۔

آگے حج کا بیان ہے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے متعلق سوال کرتے تھے کہ یہ کیوں گھٹتا بڑھتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ چاند کا اس طرح پر نکلنا اس لیے ہے تا کہ لوگوں کو عبادات؛ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور معاملات؛ عدت رضاعت وغیرہ میں ماہ و سال کی تعیین میں سہولت ہو، حج کے ایام بھی چاند کے گھٹنے

بڑھنے ہی سے معلوم ہوتے ہیں، درمیان میں کچھ احکامِ جہاد کا اور اشہرِ حُرم کا ذکر ہوا ہے، پھر متعدد آیات میں حج کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں فرمایا گیا اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، یعنی ظاہر و باطن اور عقیدہ و عمل ہر معاملے میں اسلام کی اتباع کرو۔

اس پارے کے آٹھویں رکوع سے پھر بنی اسرائیل کا ذکر ہے، اس سے پہلے یہ فرمادیا گیا تھا کہ اللہ رب العزت کے واضح اور صریح حکم کے بعد اس کی مخالفت کرنا عذاب کا باعث ہے، اسی کی تائید میں فرمایا کہ بنی اسرائیل ہی سے پوچھ لو کہ ہم نے ان کے اوپر کتنی کُھلی اور واضح آیات نازل کیں مگر انہوں نے انحراف کیا تو مبتلائے عذاب ہوئے، اسی رکوع میں یہ بھی فرمایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ایک ہی دین تھا اور سب لوگ اسی کی پیروی کرتے تھے اس کے بعد لوگوں نے دین کے معاملے میں اختلاف شروع کردیا تب ہم نے صحیح دین بتلانے اور سمجھانے کے لیے انبیاء اور رُسل بھیجے، یہاں لوگوں کے ایک اور سوال کا ذکر بھی ہے کہ وہ آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں، آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے والدین پر، رشتہ داروں پر، یتیموں، محتاجوں اور مسکینوں پر وہ سب خدا کے لیے ہے۔

اسی پارے میں آیت جہاد بھی ہے، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رہے آپ پر جہاد فرض نہیں ہوا، مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد جہاد کی اجازت دی گئی مگر صرف ان کفار سے جو خود اہل اسلام سے مقاتلہ کریں، اس کے بعد عام کفار سے بھی مقاتلے کی اجازت دے دی گئی اور جہاد فرض ہوا، آگے جہاد کے کچھ احکام ہیں اور اسی ضمن میں یہ فرمایا گیا کہ فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑا جرم ہے، اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دین کے معاملے میں فتنہ انگیزی کرنا اور ایسے حالات پیدا کرنا کہ لوگ

Scanned by CamScanner

دین قبول نہ کریں اس قتل سے بدر جہا مذموم ہے جو مسلمانوں سے حرمت کے مہینوں میں واقع ہوا ہو۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس صورت میں متعدد احکام شریعت بیان کیے گئے ہیں، لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ شراب اور جوے کے بارے میں کیا حکم ہے، اللہ کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ آپ ان کو بتلا دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدوں سے بڑھ کر ہے، یتیموں کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یتیموں کے کام سنوارنا بہتر ہے، بعض لوگ یتیموں کے مال میں امتیاز نہیں کرتے تھے، اس پر یہ حکم نازل ہوا ''یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ'' لوگ ڈر گئے اور جو لوگ یتیموں کی پرورش ان کے مال سے کر رہے تھے انہوں نے ان کا کھانا پینا الگ کر دیا، اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ ان کا مال الگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بس اصلاح اور درستی کا خیال رکھو، نکاح کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں، اسی طرح اپنی عورتوں کا نکاح مشرکین مردوں سے نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں، حیض کے متعلق بھی سوال پوچھا گیا اس کے جواب میں فرمایا کہ حیض گندگی ہے، تمہیں حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہنا چاہئے اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جانا چاہئے، قسموں کے سلسلے میں فرمایا کہ اللہ تمہاری بے ہودہ قسموں پر گرفت نہیں کرتا لیکن جو قسمیں تم دل کے ارادے سے کھاتے ہو ان پر تمہارا مواخذہ ضرور ہوگا۔ قسم کے ہی ضمن میں ایلاء کا بیان ہے، یعنی اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں چار مہینے تک اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا تو اگر وہ چار ماہ سے پہلے پہلے بیوی کے پاس چلا گیا تو قسم کا کفارہ دے گا اور اگر اس مدت کے اندر نہیں گیا تو طلاق واقع ہو جائے

گی، اس کے بعد مطلقہ عورتوں کی عدت کا ذکر ہے کہ وہ تین حیض تک انتظار کریں، اور اگر حمل سے ہیں تو وضع حمل ہو جانے تک رکی رہیں، طلاق کے متعلق فرمایا کہ طلاق (رجعی) تو دو ہی مرتبہ ہے، اس کے بعد یا تو دستور کے مطابق نکاح برقرار رکھ لینا چاہئے یا حسن سلوک کے ساتھ بیوی کو آزاد کر دینا چاہئے، دو مرتبہ کی قید اس لیے لگائی کہ اسلام سے پہلے یہ طریقہ تھا کہ لوگ دس بیس بار طلاق دے کر بھی رجوع کر لیتے تھے، اس طرح عورتیں سخت دشواریوں میں تھیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ رجعت کی اجازت صرف دو مرتبہ ہے۔

اس کے بعد خلع کا بیان ہے کہ اے مسلمانو اگر تم کو یہ خوف ہو کہ میاں بیوی میں نباہ نہیں ہو سکے گا تو عورت کو اجازت ہے کہ وہ کچھ مال دے کر اپنے آپ کو نکاح سے آزاد کرا لے، تیسری طلاق کے بعد اب کوئی عورت طلاق دینے والے مرد سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ طلاق و عدت کے مرحلے سے نہ گزر جائے، اس سورت میں مدت رضاعت کا بھی ذکر ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلا سکتی ہیں، جن عورتوں کے شوہر مر جائیں وہ چار مہینے دس دن تک عدت پوری کریں گی، اس کے بعد کچھ مہر کے احکام ہیں کہ اگر تم نے مہر طے کئے بغیر کسی سے نکاح کر لیا اور اس کے بعد بغیر ہاتھ لگائے طلاق دے دی اب اگرچہ مہر تو نہیں دیا جائے گا کیوں کہ طے نہیں ہوا تھا تاہم اپنی وسعت کے بہ قدر کچھ نہ کچھ دو ضرور، اور اگر مہر طے ہوا تھا تو عورت نصف مہر کی حق دار ہوگی، اس پارے کے آخر میں طالوت بادشاہ کا قصہ بھی مذکور ہے۔ تیسرے پارے کے آغاز میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان ہے، اسی میں آیۃ الکرسی بھی ہے جس کی بڑی فضیلت ہے، اس میں اللہ کی توحید، ذات اس کا تقدس و جلال اور عظمت پوری وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور

Scanned by CamScanner

نمرود کا مکالمہ اور حضرت عزیر علیہ السلام کا عجیب وغریب، واقعہ بیان کیا گیا ہے
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اطمینان قلب کے لیے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی
کہ اے میرے رب مجھے یہ دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا، اس کا جواب
اس طرح دیا گیا کہ تم چار پرندے پکڑو، پھر ان کے بدن کے مختلف اجزاء مختلف
پہاڑیوں پر رکھ دو، پھر اپنی طرف بلاؤ وہ تمہاری طرف دوڑے چلے آئیں گے، اس
طرح یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ بھی ہوا اور مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت بھی
سامنے آگئی، اس ضمنی تذکرے کے بعد پھر انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل بیان کئے
گئے ہیں، اسی سورت میں سود کا بیان بھی ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ وخیرات کو
بڑھاتا ہے، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اسے بھی چھوڑ دو
قرض کے لین دین کے احکام ایک طویل آیت میں مذکور ہیں کہ قرض کے معاملات
گواہوں کی گواہی کے ساتھ لکھ لیا کرو، یہ سورت بعض اہم ترین دعاؤں پر ختم ہوتی
ہے پھر آل عمران کا آغاز ہوتا ہے، اس میں پہلے اللہ کی حمد وثنا ہے، کچھ دعائیں ہیں اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل وغیرہ کا ذکر ہے۔

۳/رمضان المبارک

(تِلْکَ الرُّسُلُ کے نصف سے لَنْ تَنَالُوا کے ثلث تک)

یہاں سے پھر بنی اسرائیل کا ذکر ہے کہ وہ اللہ کے احکام کا انکار کرتے ہیں اور
پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی ناحق قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم
دیتے ہیں ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے، کچھ آیتوں تک
بنی اسرائیل کے جرائم کا، اللہ کی کتاب سے اعراض کا اور ان کے من گھڑت عقائد کا ذکر
ہے، ان آیات کے بعد اللہ کی عظمت وجلال کا بیان ہے کہ اے اللہ تو جس کو چاہے
سلطنت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لیتا ہے، جس کو چاہے عزت
دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں خیر ہے، بلاشبہ تو ہی ہر چیز پر
قادر ہے، تو ہی رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، تو ہی زندہ کو مردہ سے اور
مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو ہی بے حساب رزق عطا کرتا ہے، آگے کچھ انبیاء کرام
علیہم السلام کا ذکر خیر ہے، پھر حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے کہ ان کی
والدہ نے منت مانی تھی کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اس کو تو مجھ سے قبول کر، جب
وضع حمل ہوا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ! میرے تو بیٹی ہوئی ہے، میں نے اس کا نام
مریم رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ منت قبول کرلی اور حضرت مریم علیہا السلام کو
حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دے دیا، جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام
حجرے میں جاتے تو حضرت مریم کے پاس رزق دیکھتے اور پوچھتے کہ اے مریم یہ رزق
تیرے پاس کہاں سے آیا، وہ کہتیں یہ میرے اللہ کے پاس سے ہے، بلاشبہ اللہ بلاحساب
رزق دیتا ہے، وہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اپنے لیے اولاد کی دعا کی اور دعا کے

Scanned by CamScanner

نتیجے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش عمل میں آئی، آگے پھر حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں نے ان سے کہا کہ اللہ تجھے اپنے ایک حکم کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح ابن مریم ہے۔

آگے حضرت عیسی علیہ السلام کے کچھ اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ ان کو بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گا اور وہ جا کر یہ کہیں گے کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کچھ نشانیاں لے کر آیا ہوں، پھر وہ ان کو کچھ نشانیاں دکھلائیں گے، پھر جب حضرت عیسی علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے کفر کا حال معلوم ہوگا تو وہ پوچھیں گے کہ اللہ کی راہ میں میری مدد کرنے والے کون ہیں، حواری کہیں گے کہ ہم ہیں مدد کرنے والے، مگر ان کی قوم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے خلاف سازشیں کیں اور اپنی دانست میں انہیں سولی پر چڑھا دیا لیکن اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا، یہ قصہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ ہم آپ کو یہ آیتیں اور حکمت کی باتیں سنا رہے ہیں، اس کے بعد نجران کے عیسائیوں کا ذکر ہے کہ اگر وہ اتنا سمجھانے پر بھی نہیں سمجھ رہے ہیں تو ان کو دعوت مباہلہ دو، اس کے بعد اہل کتاب کو نرمی سے نصیحت کی گئی کہ ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں گے اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہیں ٹھہرائے گا، اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو کہ ہم تو حکم الٰہی کے تابع ہیں، اے اہل کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام تو پہلے کے ہیں، تورات وانجیل تو بعد میں نازل ہوئی ہیں نہ وہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ تو خالص مسلمان تھے اور مشرک نہیں تھے۔

یہاں سے تقریباً چوبیس آیات تک اہل کتاب کی خیانتوں، ریشہ دوانیوں اور

کٹ حجتیوں کا ذکر ہے، آخر میں خدا کی طرف سے یہ دوٹوک اعلان ہے کہ جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول کرنا چاہے گا تو ہرگز اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

چوتھا پارہ جس آیت سے شروع ہوتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم کمالِ نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ چیزیں خرچ نہ کرو جو تمہیں عزیز ہوں اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کو خوب معلوم ہے، دو آیتوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے اللہ نے سچ فرمایا ہے، آپ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی پیروی کیجئے جو دین حنیف پر تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے، ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا تو یہ ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی عبادت گاہ جو لوگوں کے لیے تعمیر ہوئی وہی ہے جو مکہ میں ہے جو مقام برکت اور مرکز ہدایت ہے تمام دنیا والوں کے لیے، دو تین آیتوں میں خانۂ کعبہ اور حج وغیرہ کے ذکر کے بعد پھر اہل کتاب کے کفر وعناد کے متعلق ارشاد فرمایا گیا، اس کے بعد اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں مسلمان ہو کر ہی مرنا چاہئے اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور الگ مت ہو اور یاد کرو اللہ کے اس احسان کو جو اس نے تم پر کیا ہے، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اب تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے، تم آگ سے لبریز گڑھے کے کنارے کھڑے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ ہدایت یافتہ ہو جاؤ، تم میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، اچھی بات کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، تمہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہئے جو بکھر گئے اور جنہوں نے کھلی نشانیوں کے بعد بھی اختلاف کیا، ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب

Scanned by CamScanner

ہے، تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کے لیے لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

چند آیات کے بعد غزوۂ اُحد کا قصہ ہے، جنگ بدر کا انتقام لینے کے لیے کفار مکہ بے چین تھے اور اشتعال انگیز کاروائیاں کر رہے تھے، شوال ۳ھ میں احد کے مقام پر زبردست معرکۂ جنگ پیش آیا، اس میں تین ہزار کفار اور سات سو مسلمان شریک تھے، شروع میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا کفار شکست کھا کر بھاگنے لگے، مگر یہ ابتدائی کامیابی تھی، فتح کامل نہیں تھی، کچھ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگے اور جن تیراندازوں کو عقبی گھاٹی کی حفاظت کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا تھا وہ بھی یہ دیکھ کر کہ دشمن بھاگ رہا ہے اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت کی طرف لپکے، انھوں مورچہ خالی چھوڑ دیا، کفار نے فوج کے عقب سے حملہ کر دیا، لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا، اس سورت میں اس غزوے کا تفصیلی ذکر ہے جس میں مسلمانوں کے دو گروہوں نے بزدلی دکھلائی حالاں کہ اللہ ان کا مددگار تھا، اسی ضمن میں غزوۂ بدر کا بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالاں کہ تم نہایت کمزور تھے غزوۂ بدر ۱۷/ رمضان المبارک ۲ھ کو پیش آیا تھا، غزوۂ بدر کے ضمنی ذکر کے بعد پھر غزوۂ احد کا ذکر ہے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف کے نچلے دانت کا کنارا شہید ہو گیا اور چہرۂ انور لہولہان ہو گیا۔

چوتھے رکوع سے اہل ایمان کو خصوصی خطاب ہے، اے ایمان والو! سود کھانا چھوڑ دو جو بڑھتا چڑھتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، امید ہے تم فلاح پاؤ گے اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جیسی ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے جو

فراخی اور تنگی دونوں حالتوں میں مال خرچ کرتے ہیں، غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو پسند کرتے ہیں اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو انہیں اللہ یاد آتا ہے اور وہ اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں۔ اس رکوع میں غزوۂ احد میں شکست سے دل برداشتہ مسلمانوں کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ دل شکستہ نہ ہوں اور غم نہ کریں، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

آگے متعدد آیات میں غزوۂ اُحد ہی کے مختلف واقعات کا ذکر ہے، آخر میں فرمایا کہ اے مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے کفر کیا اور جو اپنے بھائیوں سے جب وہ سفر میں جاتے ہیں یا جہاد میں شریک ہوتے ہیں یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ ہمارے پاس رہتے تو مارے نہ جاتے اور نہ قتل کئے جاتے، اللہ تعالیٰ اس گمان کو ان کے دل میں حسرت کا سبب بنا دیتا ہے، اللہ ہی زندگی بخشنے اور موت دینے والا ہے، دو آیتوں کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ نرم دل ہیں اگر آپ تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب لوگ آپ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے، لہذا آپ ان کو معاف کر دیجئے، ان کے لیے مغفرت کی دعا کیجئے اور ان سے خاص خاص معاملات میں مشورہ لیتے رہا کیجئے، جب آپ پختہ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیں اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں، کچھ آیات کے بعد فرمایا کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں اور دن رات کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی تخلیق میں غور فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ آپ نے یہ سب کچھ فضول نہیں بنایا اس سورت کا اختتام اس آیت پر ہوا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے ایمان والو صبر سے کام لو اور پامردی سے رہو اور کمر بستہ رہو اور اللہ سے ڈرو امید ہے فلاح پاؤ گے۔

Scanned by CamScanner

۴/ رمضان المبارک

(لَنْ تَنَالُوا کے نصف سے وَالْمُحْصَنٰتُ کے ختم تک)

آج رات کی تراویح کی ابتداء سورۂ نساء کی تلاوت سے ہوئی، یہ سورت مختلف احکام پر مشتمل ہے، اس میں تین طرح کے معاملات کا بیان ہے، باہمی معاملات جیسے یتیموں اور بیویوں کے متعلق احکامات، مخالفین کے معاملات جیسے جہاد کے احکام منافقین کے احوال، مشرکین کے عقائد، دیانات جیسے نماز اور توبہ کے احکام، جنابت وطہارت وغیرہ کے مسائل۔ چنانچہ اس سلسلے کا پہلا حکم یہ دیا گیا ہے کہ یتیموں کا مال ان کو واپس دے دو اپنے برے مال کو اُن اچھے مال سے نہ بدلو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے، زمانۂ جاہلیت میں ایک دستور یہ تھا کہ اگر کسی کے پاس کوئی یتیم لڑکی زیر کفالت ہوتی تو وہ اس کا مال ہڑپنے کے لیے اسے اپنی بیوی بنالیا کرتا تھا، بسا اوقات وہ پہلے سے ہی شادی شدہ ہوتا تھا، اسلام نے اس طریقے کو ختم کیا اور حکم دیا کہ اگر تمہیں یہ ڈر ہے کہ تم یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو تم نکاح کرسکتے، ہو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں دو دو، تین تین، چار چار سے اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا وہ باندی رکھو جو تمہارے قبضے میں ہے، یہ طریقہ ناانصافی نہ کرنے کے زیادہ قریب ہے، مہر کے سلسلے میں فرمایا کہ بیویوں کو ان کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو، البتہ اگر وہ اپنی خوشی سے خود چھوڑ دیں تو تم مزے سے کھا سکتے ہو۔

اسی سورت میں وراثت کے مسائل بھی ہیں، اس سے پہلے کچھ ہدایات ہیں مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور اقارب نے چھوڑا ہے اور

عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں، باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہ حصہ قطعی طے شدہ ہے اور ترکہ تقسیم کرنے کے وقت اگر رشتہ دار، یتیم اور مسکین آئیں تو انہیں بھی کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کرو اور لوگوں کو ڈرنا چاہئے اس شخص کے ترکے کے بارے میں اگر وہ پیچھے بے بس اولاد چھوڑ جائے۔

ان ہدایات کے بعد ترکے میں ورثاء کے شرعی حصوں کا بیان ہے۔ اس پارے کی آخری آیت میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح نہیں کیا جاسکتا، فرمایا تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے جن سے تم نے صحبت کرلی ہو اور اگر صحبت نہ کی ہو تو پھر ان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو صلبی ہوں اور یہ کہ تم ایک نکاح میں دو بہنیں جمع کرو، مگر جو پہلے ہوگیا سو ہوگیا اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔ اور جو عورتیں کسی کے نکاح میں ہوں وہ بھی حرام ہیں، البتہ جو عورتیں تمہاری مملوک ہوں (یاد رہے یہ اس وقت کا حکم ہے جب جنگوں میں مردوں عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے مملوک بنالیا جاتا تھا، اسلام نے بہ تدریج اس رسم کو ختم کیا، آج غلامی کسی شکل میں بھی موجود نہیں ہے) سورۂ نساء میں یہ بھی ارشاد فرمایا: مرد سربراہ ہیں عورتوں پر، اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر برتری دی ہے اور اس لیے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں، عورتوں کے سلسلے میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ جن عورتوں سے سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ اور خوابگاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور ان کو (بہ طور سزا کچھ) مار بھی سکتے ہو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت گزار ہوجائیں پھر (ان کو علیحدہ کرنے کے) بہانے مت ڈھونڈو، یقین رکھو اللہ سب سے

Scanned by CamScanner

اعلا واکبر ہیں اور اگر تمہیں میاں بیوی میں اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دیں گے، فی الحقیقت اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں اور باخبر رہتے ہیں۔ والدین اور رشتہ داروں کے متعلق اللہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب اور دور کے پڑوسیوں پاس بیٹھنے والوں، مسافروں اور ان غلام باندیوں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں حسن سلوک کرو، آگے نماز اور طہارت کے کچھ احکام ہیں۔

اے ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جایا کرو، یہاں تک کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ کیا کہہ رہو اور نہ ناپاکی کی حالت میں نماز کے پاس جاؤ الا یہ کہ مسافر ہو، جب تک غسل نہ کرلو، اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوا ہو یا تم بیویوں کے پاس گئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک صاف مٹی سے تیمم کرلیا کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیرلیا کرو، اس کے بعد اہل کتاب کی ضلالت وگمراہی کا کچھ ذکر ہے، پھر یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہیں کرتے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرلیا جائے، اس کے علاوہ گناہ جس کے لیے چاہیں معاف کردیتے ہیں، کچھ آیتوں کے بعد مسلمانوں کو یہ تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین نصیحتیں فرماتے ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھنے اور سننے والے ہیں، اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اور اپنے حکام کی اطاعت کرو پھر اگر تمہارے درمیان کوئی اختلاف ہوجائے تو اللہ اور رسول اللہ کی طرف رجوع کرلیا کرو، اگر تم حقیقت میں اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر

بات ہے اور اسی کا اچھا انجام ہے، اس کے بعد ان منافقین کا ذکر ہے جو زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر عمل میں شیطان کے متبع ہیں، فرمایا: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اس کتاب پر ایمان لانے کا دعویٰ تو کرتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں تھیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنا فیصلہ کرانے کے لیے شیطان کی طرف رجوع کریں، حالاں کہ انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ شیطان کو تسلیم نہ کریں، شیطان انہیں گمراہ کرکے گمراہی کی انتہا تک پہنچانا چاہتا ہے اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس حکم کی طرف آجائیں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آجائیں تو آپ منافقین کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ سے دور بھاگتے ہیں۔

دوتین آیتوں کے بعد اس مضمون کو قطعیت کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا کہ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے باہمی اختلافات میں فیصل تسلیم نہ کرلیں اور اس کے بعد آپ کے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ خوشی کے ساتھ اس کو قبول کرلیں، آگے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اللہ ورسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور کیسے اچھے ہیں یہ رفیق، کچھ آیات کے بعد ان منافقین کا ذکر ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو بھی دیکھا ہے جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو، پھر جب ان پر جہاد ضروری قرار دیا گیا تو ان میں سے ایک فریق کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے اللہ سے ڈرتے ہوں یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے کہ اے اللہ آپ نے ہم پر جنگ کا حکم کیوں نازل کردیا، کچھ دیر اس حکم کو ٹال دیتے، آپ فرمادیجئے کہ دنیا کا مال ومتاع مختصر ہے اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے، تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، (جہاں تک موت کا سوال ہے) موت تمہیں بر حال

Scanned by CamScanner

میں پالے گی خواہ تم کہیں بھی ہو، اگر چہ تم مضبوط قلعوں کے اندر رہو۔

اس کے بعد قتال وجہاد کے سلسلے میں کچھ ہدایات ہیں، کچھ نصیحتیں ہیں، پھر امت مسلمہ کو یہ دو زرین ہدایات عطا کی گئیں، ایک تو یہ کہ جو اچھی بات کی سفارش کرے گا اس کو بھی اس میں سے حصہ ملے گا اور جو بری بات کی سفارش کرے گا اس کو بھی اس سے حصہ ملے گا، اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں، دوسری ہدایت یہ فرمائی گئی کہ جب تمھیں کوئی سلام کیا کرے تو تم اسی جیسے الفاظ میں یا اس سے اچھے الفاظ میں سلام کا جواب دیا کرو، ان دو نصیحتوں کے بعد پھر جہاد وقتال کا ذکر ہوا اور قتال کی مناسبت سے قتل کی بعض خاص قسموں کے احکام ہیں کہ کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ دوسرے مومن کو قتل کرے اِلّا یہ کہ اس سے غلطی ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو اس کو بہ طور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا چاہیے اور مقتول کے ورثاء کو خوں بہا ادا کرنا چاہیے، آگے فرمایا اور اگر کسی نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کر دیا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے اور اس کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہوا ہے، آگے عورتوں وغیرہ سے متعلق کچھ احکام ہیں، یتیموں کے متعلق کچھ ہدایات ہیں اور یہ پارہ اس آیت پر اختتام پذیر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی تمھیں عذاب نہیں دینا چاہے گا اگر تم شکر گزار بنے رہو گے اور ایمان رکھو گے، اللہ بڑے قدرداں اور سب کچھ جاننے والے ہیں۔

۵/ رمضان المبارک

(لَا یُحِبُّ اللّٰہُ)

آج رات کی تراویح کا آغاز چھٹے پارے سے ہوا، پہلی آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ کسی کی بری بات زبان سے ظاہر کی جائے، اِلّا یہ کہ کوئی شخص مظلوم ہو (یعنی وہ ظالم کی برائی کر سکتا ہے) اللہ سننے والا جاننے والا ہے اگر چہ تم علی الاعلان یا چھپ کر بھلائی کر دیا معاف کر دو، اللہ بڑے معاف کرنے والے اور قدرت والے ہیں، اس کے بعد والی آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ تمام رسولوں کو نہیں مانتے بلکہ کچھ کو مانتے ہیں اور کچھ کو نہیں مانتے وہ کافر ہیں، ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائیں اور ان میں تفریق نہ کریں آگے یہودیوں کے مطالبے کا ذکر ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ان پر کوئی نوشتہ نازل فرمادے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو یہ لوگ اس سے بھی بڑے بڑے مطالبے کر چکے ہیں اور یہاں تک فرمائش کر چکے ہیں کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلایئے، اس کے بعد یہود کی سرکشیوں کا حال بیان کیا گیا ہے، چند آیات کے بعد بتلایا گیا ہے کہ یہودیوں کا آپ سے کسی آسمانی دستاویز کا مطالبہ کرنا تو اس لیے بھی غلط ہے کہ یہ سلسلۂ نبوت کوئی نیا سلسلہ نہیں ہے بلکہ پرانا ہے، قدیم انبیاء کو تو یہ یہود کسی شرط کے بغیر تسلیم کر چکے ہیں اور آپ کے معاملے میں شرط رکھ رہے ہیں، یہ ان کا بے جا اور غلط مطالبہ ہے جب کہ ہم نے آپ پر اسی طرح وحی نازل کی ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام پر اور ان کے بعد دوسرے پیغمبروں پر نازل کی تھی، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کی اولاد اور عیسی، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان

Scanned by CamScanner

علیہم الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل کی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی، آگے کئی آیات تک مختلف انبیاء اور رسولوں کا ذکر خیر ہے، آخر میں لوگوں سے آخری بات کہہ دی گئی کہ اے لوگو! تمہارے پاس رسول؛ اللہ کی طرف سے حق بات لے کر آچکے ہیں اب تم ایمان لے آؤ، یہی بات تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم کفر کرو گے تو جان لو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اللہ جاننے والے اور حکمت والے ہیں۔

آئندہ آیات میں اہل کتاب کو کچھ نصیحتیں ہیں، مثال کے طور پر ان کو ایک نصیحت یہ کی گئی کہ وہ اپنے دین میں غلو نہ کریں اور اللہ کی طرف حق بات کے علاوہ کوئی بات منسوب نہ کریں، عیسی ابن مریم علیہا السلام بس اللہ کے رسول اور اس کا حکم تھے جو اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا اور وہ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ایک روح تھے، لہٰذا تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور یہ نہ کہو کہ تین خدا ہیں، اس سے باز آجاؤ اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے، اللہ صرف ایک ہے، وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی بیٹا ہو، کئی آیات تک یہی مضمون بیان کیا گیا ہے، سورت کا اختتام ایک اہم فقہی مسئلے پر ہوا ہے، بنیادی طور پر یہ سورت احکام پر ہی مشتمل ہے اگر چہ درمیان میں کچھ دوسری چیزیں بھی آگئی ہیں، اور وہ فقہی مسئلہ یہ ہے کہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تمہیں یہ فتوی دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کو ترکے میں سے نصف ملے گا اور بھائی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن لاولد مری ہو، اور اگر دو بہنیں وارث ہوں تو مرنے والے کے ترکے میں سے انہیں دو تہائی ملے گا اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا اللہ تعالیٰ نے یہ حکم تمہارے لیے کھول کھول کر بیان فرما دیا ہے، تا کہ تم بھٹکنے نہ پاؤ اور اللہ ہر بات سے واقف ہیں۔

یہاں سے سورۃ المائدہ کا آغاز ہوتا ہے، اس سورت کے تین بنیادی مضامین

ہیں (۱) مسلمانوں کو مذہبی، تمدنی اور سیاسی ہدایات (۲) مسلمانوں کو عدل وانصاف کے راستے پر قائم رہنے کی تلقین (۳) اہل کتاب کو تنبیہ اور فہمائش۔ سورت کا آغاز اس ہدایت سے ہوتا ہے کہ اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کیا کرو، تمہارے لیے تمام جانور حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے ان کے جو آگے بتلائے جائیں گے، اس کے بعد والی آیات احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت اور دوسرے مضامین پر مشتمل ہیں، پھر حرام جانوروں کا ذکر ہے کہ تم پر حرام کیا گیا مردار جانور، خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور وہ جانور جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا اونچائی سے گر کر یا ٹکرا کر مر گیا ہو یا اس کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، اِلّا یہ کہ تم نے اسے زندہ ذبح کر لیا ہو، وہ جانور بھی حرام ہے جو کسی تھان پر (بتوں کے آگے) ذبح کیا گیا ہو اور تمہارے لیے پانسوں کی تقسیم بھی حرام ہے (اس میں رمل، جفر، نجوم پنجھتر، دست شناسی، فال، جوا، لاٹری، معمہ وغیرہ سب داخل ہیں) اور یہ ساری چیزیں گناہ ہیں، آج اہل کفر کو تمہارے دین سے پوری طرح مایوسی ہو چکی ہے، تم ان سے خوف مت کھاؤ بلکہ صرف مجھ سے ڈرو، آج میں نے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کر لیا ہے۔

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ کھانا ان کے لیے حلال ہے اور تمہارے لیے پاک باز مومن عورتیں اور پارسا کتابیہ عورتیں حلال ہیں جب کہ تم ان کا مہر ادا کر دو (علماء کی رائے یہ ہے کہ اب اہل کتاب اپنے مذہب پر قائم نہیں ہیں اس لیے کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے) اس کے بعد طہارت وغیرہ کے متعلق کچھ احکام ہیں، فرمایا: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں

Scanned by CamScanner

سمیت دھولو اور اپنے سر کا مسح کرلو اور پاؤں بھی ٹخنوں سمیت دھولو، اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی استنجے سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم بیویوں کے پاس گئے ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو اور اس پر ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو، اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی ڈالیں مگر وہ تمہیں پاک صاف رکھنا چاہتے ہیں، اس کے بعد بنی اسرائیل کی بدعہدیوں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں اور ان کے عقائد ذکر کئے گئے ہیں اور آخر میں دوٹوک لفظوں میں ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسول آپہنچے ہیں جو تمہیں صاف صاف بتلاتے ہیں ایسے وقت میں جب کہ رسولوں کا سلسلہ (بہت دنوں سے) موقوف تھا تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا آیا، اب بشارت دینے والے اور ڈرانے والے آگئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم یہود نے طرح طرح کے مطالبوں اور فرمائشوں سے جس قدر ستایا اس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر ہے، اس سورت میں بھی ہے اور آیت بیس سے آیت تیس تک ان کے عبرتناک واقعات بیان کئے گئے ہیں، اسی ضمن میں یہ آیت بھی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کے علاوہ قتل کر دیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی انسان کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی جان بچالی، اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے والوں کے لیے یہ حکم ہے "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں ایک دوسرے کے مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے" کچھ

آگے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ تک رسائی کا کچھ وسیلہ (اعمال صالحہ وغیرہ) تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو شاید تم کامیابی حاصل کرلو" چوروں کی سزا کے سلسلے میں فرمایا کہ چور مرد اور چور عورت کے لیے یہ حکم ہے کہ دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے اس کام کا بدلہ ہے جو انہوں نے انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہیں اور حکمت والے ہیں، حدود و تعزیرات کے سلسلے میں یہ آیت بھی ہے اور ہم نے ان پر یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہے، اور خاص زخموں کا بدلہ بھی ہے اور جو شخص بدلہ نہ لے اور معاف کر دے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے، آگے قوم یہود و نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ، یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا وہ اُن ہی میں شمار ہوگا۔ اس پارے کے آخر تک یہود و نصاریٰ کی سازشوں اور مکر و فریب کا ہی ذکر ہے۔

Scanned by CamScanner

۶/ رمضان المبارک

(پارہ: وَاِذَا سَمِعُوْا)

یہ پارہ جس آیت سے شروع ہوتا ہے اس کا ایک خاص شانِ نزول ہے اور وہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو اپنے مکتوب گرامی کے ساتھ شاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا، شاہ نے نامہ مبارک پڑھا، اور مسلمانوں سے قرآن کریم سنانے کی فرمائش کی، حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ نے سورۂ مریم پڑھ کر سنائی، یہ سورت سن کر نجاشی اور کچھ درباری اس درجہ متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ ”جب وہ لوگ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا ہے تو ان کی آنکھیں حق کی معرفت کے اثر سے آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور وہ یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم آپ پر ایمان لائے، آپ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ دیں اور ہمارے پاس اللہ پر اور جو حق ہم تک پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لانے کا کوئی عذر بھی موجود نہیں ہے، بس ہم تو یہی امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو صلحاء کے ساتھ شامل کر لیں گے“ چند آیات کے بعد ایک فقہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ مہمل قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا، البتہ جو پکی پکی قسمیں تم کھایا کرتے ہو ان پر وہ ضرور تمہارا مواخذہ کرے گا (اگر قسم کھانے کے بعد خلاف ورزی کی) تو ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے، جیسا کہ تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو یا ان دس محتاجوں کو کپڑا دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، اگر کسی شخص کے پاس ان چیزوں کی گنجائش نہ ہو تو اس کو تین روزے رکھنے چاہئیں، یہی تمہاری قسموں کا کفارہ ہے

جب تم قسم کھالو (اور انہیں توڑ دو) لہٰذا تم اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو، اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے سب گندے اور شیطانی کام ہیں، تم ان سے اجتناب کرو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔ آگے شکار کے کچھ احکام ہیں خاص طور پر حالت احرام میں خشکی کے جانوروں کی ممانعت اور آبی جانوروں کی اجازت کا ذکر ہے اور حکم عدولی کی صورت میں کفارے کا بیان ہے، حضرات صحابۂ کرامؓ میں دین کی طلب بہت تھی اسی لیے بہت سے صحابہؓ کوئی بات سنتے تو مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے کچھ پوچھ لیا کرتے تھے، بسا اوقات کوئی ایسا سوال بھی سامنے آجاتا کہ آپ وحی کے انتظار میں خاموش ہو جاتے اور جواب نہ دیتے، جب حج کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو حضرت اقرع بن حابسؓ نے عرض کیا کہ کیا حج ہر سال فرض ہے، آپ یہ سوال سن کر خاموش رہے حضرت اقرعؓ بار بار یہی سوال کرتے رہے، اس پر آپ نے فرمایا نہیں، نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو فرض ہو جاتا، اس واقعے پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے اہل ایمان! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر وہ باتیں تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں، لیکن اگر تم کسی ایسے وقت میں پوچھو جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو تم پر وہ باتیں ظاہر بھی کی جا سکتی ہیں۔ اب تک تم نے جو کچھ کیا ہے اللہ نے اس کو معاف کر دیا ہے، اللہ درگزر کرنے والا ہے، اور بردبار ہے، تم سے پہلے ایک جماعت نے اسی طرح کے سوالات کئے تھے اور پھر وہ حق بات کے منکر ہو گئے تھے۔

کچھ آیتوں میں ایک معاشرتی حکم بھی ہے جس پر عمل کرنے سے بہت سے نزاعات کا تصفیہ ہو سکتا ہے، فرمایا: اے اہل ایمان! تم میں سے جب کسی کی موت کا وقت آجائے وصیت کرتے ہوئے تو اس پر دو عادل آدمی گواہ بنا لئے جائیں یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے (اور کوئی مسلمان گواہ نہ ملے)

Scanned by CamScanner

تو غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ بنالو، تمہیں اگر (ان پر) کوئی شک ہو تو نماز کے بعد ان دونوں گواہوں کو روک لیا جائے اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی قیمت پر گواہی فروخت کرنے والے نہیں ہیں اگرچہ کوئی ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے، اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم گنہ گاروں میں سے ہوں گے، یہ اور اس کے بعد کی دو آیتیں ایک مسلمان حضرت بدیلؓ کے قصے کے سلسلے میں نازل ہوئیں تھیں جو دو نصرانیوں کے ساتھ تجارت کے لیے شام گئے تھے، وہاں ان کی وفات ہوگئی وفات سے پہلے انہوں نے جو فہرست اپنے سامان کی مرتب کی اس پر ان دو نصرانیوں کو گواہ بنایا مگر ان دونوں نے خیانت کی جس کے بعد قسم وغیرہ کی نوبت آئی۔

اس کے بعد اس دن کا ذکر ہے جس دن تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کو جمع کر کے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا وہ کہیں گے ہمیں تو معلوم نہیں آپ غیب کی باتوں کو زیادہ جاننے والے ہیں، اس سورت میں حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات طیبہ کے بعض اہم پہلو بھی اجاگر فرمائے گئے ہیں، خاص طور پر وہ پہلو جو حوارئین کے متعلق ہیں کہ وہ دعویٔ ایمان کے باوجود اپنے مطالبات کی فہرست پیش کرتے رہتے تھے، قرآن کریم میں ان کے اس مطالبے کا بہ طور خاص ذکر ہے کہ آسمان سے ہمارے لیے مائدہ (دسترخوان) نازل کیا جائے، ان لوگوں کا بھی ذکر ہے جنہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لانے میں اس حد تک غلو کیا کہ وہ انہیں الوہیت کے درجے تک لے آئے، قیامت کے روز حضرت عیسی (علیہ السلام) تو یہ کہہ کر بریٔ الذمہ ہو جائیں گے کہ میں نے تو ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے یا میری والدہ کو اللہ کے علاوہ دو اور خدا بنا لو اگر میں کہتا تو آپ اس کو جان لیتے، آپ میرے دل کا حال جانتے ہیں میں نہیں جانتا، (یہ ان ہی لوگوں کا من گھڑت افسانہ ہے اب) اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کردیں تو آپ زبردست ہیں اور

دانا ہیں، یہ سورت اس آیت پر ختم ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو سچائی نفع دیتی ہے، ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے، آسمانوں، زمین اور تمام مخلوقات کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

یہاں سے سورۂ انعام شروع ہوتی ہے، سورۂ مائدہ میں تو فروعی احکام زیادہ تھے، اس سورت میں اصولی مضامین زیادہ ہیں، اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی بے مثال قدرت کے بیان سے ہوا، ساتھ ہی ان لوگوں کا بھی ذکر کیا گیا جو حق کی نشانیاں تو دیکھتے ہیں لیکن ان سے منہ موڑ لیتے ہیں، ان کو آگاہ کیا گیا کہ بہت جلد انہیں پتہ چل جائے گا جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے ہیں، کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم کتنی ایسی قوموں کو ہلاک کرچکے ہیں جن کو ہم نے ملک میں ایسا اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں نہیں دیا گیا۔ چند آیات کے بعد فرمایا کہ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے، چند آیات میں پھر اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا بیان ہے، اس کے بعد سلسلۂ کلام ماقبل سے مربوط ہوا اور فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت باندھے یا اللہ کی آیات جھٹلائے، ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ آگے دنیا کی بے سروسامانی کا تذکرہ ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی لہو ولعب کے علاوہ کیا ہے جب کہ دار آخرت ہی متقیوں کے لیے بہتر ہے، کچھ آگے چل کر فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سی قوموں کے پاس رسول اسی لیے بھیجے تھے کہ وہ خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے ہوں، جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے اچھے اعمال کیے نہ ان پر کسی قسم کا خوف ہے اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ اپنی نافرمانیوں کے نتیجے میں سزا ضرور بھگتیں گے۔

Scanned by CamScanner

اس سورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ کیا آپ بتوں کو معبود قرار دیتے ہیں، میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں، اس طرح ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھلائے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے رات کی تاریکی میں ستاروں کو دیکھا، چاند کو دیکھا کہ وہ تو صبح ہوتے ہی چھپ جاتے ہیں، سورج کو دیکھا کہ وہ رات ہوتے ہی غروب ہو جاتا ہے کہنے لگے یہ چاند سورج ستارے جو چھپ جاتے ہیں خدا نہیں ہو سکتے، میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ آگے فرمایا یہ تھی وہ حجت جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم پر عطا کی تھی ہم جسے چاہتے ہیں بلند مرتبہ عطا کر دیتے ہیں۔ اس واقعے کے بعد بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے اور ان کی ہدایتوں کا بیان ہے، آخر میں فرمایا کہ یہ ہے وہ ہدایت: اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، قرآن کریم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے بڑی مبارک ہے، آپ سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے تاکہ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آپ ڈرائیں اور جو لوگ آخرت کو ماننے والے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں، اس کے بعد پارے کے اختتام پر عجائبات عالم کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے نتیجے میں ظاہر ہوئے، پھر فرمایا کہ اب تمہارے پاس تمہار ب کی طرف سے نشانیاں آچکی ہیں جو بصیرت والا ہے وہ اپنا ہی نفع کرے گا اور جو اندھا ہے وہ خود نقصان اٹھائے گا۔

۷/ رمضان المبارک

(پارہ: وَلَوْ اَنَّنَا)

اہل کفر کے عناد اور ہٹ دھرمی کا ذکر چل رہا تھا کہ وہ ایمان لانے کی شرط کے طور پر طرح طرح کے مطالبے پیش کرتے رہتے ہیں، اس پر ارشاد فرمایا کہ اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل کر دیں اور ان سے مُردے بھی باتیں کرنے لگیں اور ہم ان کی آنکھوں کے سامنے ہر چیز حاضر کر دیں تب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں، ہاں اگر اللہ چاہے تو اور بات ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں چند آیات کے بعد اہل کفر کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس کو وہ روشنی عطا کی جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں اس طرح ڈوبا ہوا ہو کہ ان سے باہر نہ نکل پاتا ہو، آگے ارشاد فرمایا: اللہ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اتنا تنگ جیسے آسمان پر چڑھ رہا ہو، اس طرح اللہ پھٹکار ڈال دیتا ہے ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔ چند آیات کے بعد مشرکین کے کچھ عجیب و غریب عقیدوں کا ذکر ہے، مثلاً یہ کہ وہ لوگ غلے اور پھلوں کی پیداوار کے دو حصے کر لیا کرتے تھے، ایک حصے کو اللہ کے نام سے منسوب کرتے اور دوسرے حصے کو بتوں کی طرف منسوب کرتے، اب اگر بتوں کے حصے میں سے کوئی ذرہ بھی اللہ کے حصے میں جا پڑتا تو اسے فوراً الگ کر لیتے اور اگر اس کے برعکس ہوتا تو اسے بتوں کے حصے میں پڑا رہنے دیتے اور کہتے چلو کوئی حرج نہیں اللہ تو بے نیاز ہے، اسی طرح وہ

Scanned by CamScanner

اس گمان میں بھی مبتلا تھے کہ ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے قتل کو مستحسن بنا رکھا ہے یعنی وہ اپنے بچوں کو یہ کہہ کر قتل کر دیتے تھے کہ ان کے معبود اس فعل کو اچھا سمجھتے ہیں، کچھ کھیت اور جانور مخصوص کر کے وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کو کوئی نہیں کھا سکتا الا یہ کہ ہم چاہیں، کچھ جانوروں پر سواری اور بار برداری نہ کرتے، کچھ جانوروں کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کرتے، بعض جانوروں کے متعلق کہتے کہ جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے وہ ہمارے مَردوں کے لیے جائز ہے عورتوں کے لیے حرام ہے، مشرکین مکہ اسی طرح کے الٹے سیدھے غیر معقول عقیدوں میں پڑے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنی اولاد کو حماقت کی وجہ سے قتل کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے (خود پر) حرام کرلیا وہ گم راہ تھے ہدایت یافتہ نہیں تھے، اللہ تو وہ ہے جس نے قسم قسم کے باغات پیدا کیے جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت پیدا کیے اور کھیتیاں اگائیں جن سے طرح طرح کے کھانے کی چیزیں حاصل ہوتی ہیں، زیتون اور انار کے درخت اگائے، جو ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور مختلف بھی ان سب کی پیداوار کھاؤ جب یہ پھل پک جائیں اور جب ان کی فصل کاٹو ان کا حق ادا کرو اور حد سے نہ گزرو، اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور مویشیوں میں سے وہ جانور بھی پیدا کیے جو بار برداری کے کام آتے ہیں اور وہ بھی جو پستہ قامت ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے لیے پیدا کی ہیں ان میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی اتباع نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، آنے والی آیات میں بھیڑ بکری، اونٹ اور گائے وغیرہ کا ذکر ہے کہ اللہ نے ان میں سے کوئی جانور حرام نہیں کیا، یہ حرمت ان کی من گھڑت ہے آپ فرما دیجئے جو وحی میرے پاس آتی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا

ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ بالکل ناپاک ہے، یا کوئی جانور شرک کا ذریعہ ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کیا گیا ہو۔ چند آیات کے بعد فرمایا آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا حرام کیا ہے؟ (اب آگے ان امور کی تفصیل ہے جن کا کرنا ضروری ہے اور نہ کرنا حرام ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ) کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اپنے بچوں کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی رزق دیں گے اور برائیوں کے قریب مت جاؤ خواہ وہ کھلی برائیاں ہوں یا پوشیدہ اور جس کا خون اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق پر، یہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے شاید تم عقل وبصیرت سے کام لو، یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو مستحسن ہو، یہاں تک کہ وہ یتیم بالغ ہو جائے اور ناپ تول پورا پورا کیا کرو، ہم کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتے اور جب کوئی بات کہو عدل وانصاف سے کہو اگرچہ معاملہ اپنے رشتہ داروں ہی کا کیوں نہ ہو یہ وہ امور ہیں جن کی اللہ نے تمہیں تاکید کے ساتھ وصیت کی ہے شاید تم نصیحت قبول کرلو، یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی اتباع کرو، مختلف راستوں پر مت چلو ورنہ وہ راہیں تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گی۔

کچھ آیات تک مشرکین کا ذکر ہے، قرآن کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں پھر فرمایا گیا کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی ہے، بالکل درست اور ٹھیک دین جو ابراہیم کا طریقہ ہے جس میں ذرا بھی کجی نہیں تھی اور وہ شرک کرنے والوں میں نہیں تھے، آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری تمام عبادتیں، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے، ان ہی آیات پر اور اسی طرح کے

Scanned by CamScanner

مضامین کے ساتھ سورۂ انعام اختتام پذیر ہوئی اور سورۂ اعراف کا آغاز ہوا۔

اس سورت کا آغاز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حکم کے ساتھ ہوا کہ یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر اس لیے نازل کی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعے ڈرائیں لہٰذا آپ کے دل میں ذرا جھجک نہ ہونی چاہئے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے، اس کے بعد مشرکین کو خطاب ہے کہ جو کتاب تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس کی اتباع کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے اولیاء کی پیروی مت کرو مگر تم لوگ نصیحت، کم ہی قبول کرتے ہو۔ حالاں کہ کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جن کو ہم نے تہس نہس کر دیا ہے ان پر ہمارا عذاب اچانک رات کے وقت ٹوٹ پڑا یا دن میں ایسے وقت آیا جب وہ آرام کر رہے تھے اور جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کی زبانوں پر یہ الفاظ تھے کہ بلا شبہ ہم ظالم تھے۔ آگے وزن اعمال کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن وزن برحق ہوگا جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے رہیں گے وہ خود کو خسارے میں ڈالنے والے ہوں گے، اس کے بعد انسانیت پر خدا تعالیٰ کے بے شمار احسانات کا تذکرہ ہے کہ تمہارے لیے سامان معیشت پیدا کیا، خود تمہیں پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں، پھر فرشتوں سے کہا کہ وہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کریں، اس کے بعد حضرت آدم (علیہ السلام) کا قصہ مذکور ہے کہ شیطان نے از راہ حسد و تکبر حضرت آدم کو سجدہ نہیں کیا، بلکہ ان کو بہکایا ورغلایا اور جنت سے نکلوایا، نسل انسانی کو حکم ہوا کہ نیچے جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو تمہارے لیے ایک مدت تک زمین میں ہی رہنا ہے اور اسی میں سامانِ زیست ہے، تم اسی میں زندہ رہو گے، اسی میں مرو گے اور اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ ان احسانات کے ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا ہے جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے اور تمہارے لیے زینت کا ذریعہ ہے اور لباس تقویٰ بہترین پوشاک ہے

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہے تا کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں، لباس کا ذکر چلا تو یہ حکم فرمایا کہ اے اولاد آدم تم مسجد میں حاضری کے وقت اپنی زینت کر لیا کرو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

آگے کچھ آخرت میں پیش آنے والے واقعات کا بیان ہے، کافروں کے لیے دردناک عذاب اور اہل ایمان کے لیے جنت کی بشارت ہے، اس دن اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان جو مکالمہ ہوگا وہ بھی مذکور ہے، جنت اور دوزخ کے علاوہ ایک اور جگہ بھی ہوگی جسے قرآن نے اعراف کہا ہے وہاں بھی کچھ لوگ ہوں گے، یہ لوگ ازروئے مصلحت خداوندی نہ جنت کے مستحق ہوں گے اور نہ دوزخ کے، مقام اعراف والے جنتیوں کو دیکھ کر رشک کریں گے اور دوزخیوں کی حالت دیکھ کر پناہ مانگیں گے۔ اس کے بعد تخلیق زمین و آسمان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے اور اہل ایمان کو یہ نصیحت کہ تم اپنے رب سے آہ و زاری کے ساتھ چپکے چپکے دعائیں مانگو، اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، پھر یہ فرمایا کہ زمین میں فساد برپا مت کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور اللہ ہی کو پکارو امید اور خوف کے ساتھ یقیناً اس کی رحمت نیک لوگوں سے زیادہ قریب ہے۔ اس پارے کے آخر میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت لوط علیہم السلام کی قوموں کی سرکشیوں کا بیان بھی ہے اور ان سرکشیوں کے نتیجے میں ان کو جو عبرتناک سزائیں دی گئیں ان کا ذکر بھی ہے۔

Scanned by CamScanner

۸/ رمضان المبارک

(پارہ: قَالَ الْمَلَأُ)

اس سے پہلے والے پارے کے آخری دو تین رکوع بعض انبیائے کرام کے قصوں پر مشتمل ہیں، آخری قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا تھا کہ کس طرح ان کی قوم غیر فطری عمل میں گرفتار تھی اور کس طرح ان پر پتھروں کی بارش کر کے اوران کی بستیوں کو تحت الثری میں اتار کر نیست ونابود کیا گیا،نویں پارے کا آغاز حضرت شعیب علیہ السلام کے قصے سے ہوتا ہے کہ قوم شعیب کے سرداروں نے جو انتہائی غرور میں مبتلا تھے ان سے کہا کہ اے شعیب ہم تمہیں اوران لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے ورنہ تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا حضرت شعیبؑ نے فرمایا کیا ہم زبردستی واپس آئیں گے۔ جب حضرت شعیبؑ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے تو ان پر ایک خوف ناک عذاب آیا جس سے پوری قوم تباہ و برباد ہو گئی، آگے قوموں کے عروج و زوال پر قرآن کریم نے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا پہلے ہم نے اس بستی کو تنگی اور بیماری میں مبتلا کیا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں پھر ہم نے ان کی بد حالی کو خوش حالی سے بدل دیا، جب وہ خوب پھلے پھولے تو کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد پر اچھے برے دن گزرے ہیں آخر کار (اُن کی مسلسل سرکشی کے بعد) ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا انہیں خبر تک نہ ہوئی اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور نیکی اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا لہٰذا ہم نے ان کے اعمال کی پاداش میں ان کو پکڑ لیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ہم نے انہیں اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا مگر انہوں نے ان نشانیوں (معجزات) کے ساتھ ناروا سلوک کیا (انہیں جھٹلایا) آپ دیکھ لیجئے ایسے مفسدہ پردازوں کا کیا انجام ہوا۔اس کے بعد تیرہویں رکوع تک یہی قصہ ہے قصہ بڑا طویل ہے مختصراً بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ میں دو جہانوں کے مالک کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، فرعون نے کہا اگر آپ کوئی نشانی لائے ہیں تو پیش کریں، اس پر آپ نے دو معجزے پیش کئے ایک تو یہ کہ جب آپ نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ خوفناک اژدہا بن گئی اور جب آپ نے اپنا ہاتھ جیب میں سے باہر نکالا تو وہ روشن ہو گیا، اس پر فرعون کے سردار کہنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر لگتا ہے، تمہیں تمہارے ملک سے نکالنے کے لیے آیا ہے، آپس میں طے ہوا کہ جادو کا مقابلہ جادو سے ہوگا، چناں چہ تمام شہروں میں اطلاع بھجوادی گئی اور ہر جگہ سے جادوگر اپنا کمال دکھلانے کے لیے جمع ہو گئے لیکن وہ معجزات کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور یہ کہتے ہوئے سربسجود ہو گئے کہ ہم موسیٰ وہارون (علیہما السلام) کے رب پر ایمان لاتے ہیں اس پر فرعون کا پارہ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا اور اس نے جادوگروں کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا اور پھانسی پر لٹکا دوں گا، مگر جادوگروں پر ان دھمکیوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور کہنے لگے کہ ہم مرنے کے بعد بھی اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے، تو ہم سے صرف اس لیے انتقام لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے، اے ہمارے رب ہمیں صبر کا حوصلہ دیجئے اور ہمیں حالت اسلام پر موت دیجئے، اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر فرعون کی طرف سے ظلم وتشدد کا بازار گرم ہوا ان کے بچوں کو قتل کیا جانے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ یہ ملک اللہ کا ہے اللہ جس کو چاہے گا عطا کرے گا اچھا انجام پرہیزگاروں

Scanned by CamScanner

کے لیے ہے، خدا کی رحمت جوش میں آئی اور فرعون کی قوم پر طرح طرح کے آسمانی عذاب نازل ہوئے، کبھی یہ قوم قحط سالی کا شکار ہوئی، ان پر طوفان باد وباراں بھیجا گیا ٹڈی دل چھوڑا گیا، سرسریاں پھیلائیں گئیں، مینڈک نکالے گئے اور خون برسایا گیا مگر ان پر ذرا بھی اثر نہ ہوا، جب بھی ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کردیجئے ہم آپ پر ضرور ایمان لے آئیں گے، اور آپ کی قوم کو بھی رہا کردیں گے مگر جب عذاب ہٹ جاتا تو ان کی حالت پہلے جیسی ہو جاتی، تب اللہ نے ان کو دریائے نیل میں غرق کردیا، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو سرخ روئی نصیب ہوئی۔

اب بنی اسرائیل کی سرکشی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس احسان وانعام نے بھی کہ انہیں ظالم کے پنجۂ استبداد سے رہا کیا ان کے اندر انقلاب برپا نہیں کیا، جب حضرت موسیٰ چالیس دن کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنے پیچھے اپنے بھائی حضرت ہارون کو نگراں مقرر کردیا لیکن ان لوگوں نے حضرت ہارون کی بات نہ مانی اور سونے کا ایک بچھڑا بنا کر اس کی پوجا کرنے لگے۔ جب بنی اسرائیل کو اپنی نادانی کا احساس ہوا تو رونے گڑگڑانے لگے اور معافی مانگنے لگے، اسی قصے کے دوران قوم یہود کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی دعوت بھی دی گئی کہ ”میری رحمت ان لوگوں کے لیے ہے جو نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کا ذکر وہ اپنی کتابوں تورات اور انجیل میں بھی پاتے ہیں اور وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے ہیں جو انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان لوگوں کے اوپر سے (ظلم وستم کا) بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر لدا ہوا تھا اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے لہذا جو لوگ ان پر ایمان لائیں گے یا ان کی حمایت ونصرت کریں گے اور ان کے نور کا اتباع کریں گے جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اس ضمنی ہدایت کے بعد پھر بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پر اللہ نے کتنے انعامات کئے اور وہ ہر مرتبہ ایک تازہ سرکشی اور گم راہی میں مبتلا ہو گئے۔ ان پر من وسلویٰ تک نازل کیا گیا، انہیں زیتون کا وارث بنایا گیا، لیکن نہ انہیں سدھرنا تھا اور نہ سدھرے، اسی طرح گم راہیوں میں پڑے رہے، اس قصے کا اختتام ان آیات پر ہوتا ہے کہ بڑی ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے اور جسے گم راہ کرتا ہے وہ نامراد رہتا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن وانسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے، ان کے پاس دل ہیں مگر ان سے سوچتے نہیں ہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں ہیں، ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں ہیں، یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں، کچھ آگے چل کر فرمایا کہ یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ آخر قیامت کی گھڑی کب آئے گی، آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے اسے وہ اپنے وقت میں ہی ظاہر فرمائیں گے، آسمانوں اور زمین میں وہ بڑا سخت وقت ہوگا، یہ وقت تم پر اچانک آجائے گا، یہ لوگ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ اس وقت کی تحقیق کرچکے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ اس بات سے واقف نہیں ہیں، آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات کے لیے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو کچھ اللہ چاہتا ہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کرلیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان ہی نہ پہنچتا، میں تو ان لوگوں کو صرف ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا رسول ہوں جو ایمان والے ہیں۔

اس کے بعد مشرکین کے کفر وعناد کا ذکر ہے کہ جب آپ انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں تو وہ آپ کی اتباع نہیں کرتے، تم انہیں پکارو یا خاموش رہو دونوں حالتوں میں

Scanned by CamScanner

یکساں ہیں، اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نصیحت فرمائی گئی کہ آپ درگزر کرنے کی عادت رکھئے نیکی کا حکم کرتے رہئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے، چند آیات کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا کہ جب تمہارے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے تو توجہ سے سنو اور خاموش رہو شاید تم پر بھی رحمت ہو جائے۔

سورۂ اعراف اسی مضمون پر ختم ہو گئی، اب سورۂ انفال کا آغاز ہوتا ہے، گزشتہ سورت میں زیادہ تر مشرکین کے اور کسی قدر اہل کتاب کے کفر وعناد کا ذکر تھا، اس سورت میں غزوۂ بدر کے حوالے سے ان واقعات کا ذکر ہے جو مشرکین کے حق میں ذلت ونکبت کا باعث بنے، کیوں کہ اس سورت میں جنگوں کا بیان ہے اور جنگوں میں اموال غنیمت ہاتھ لگتے ہیں اسی لیے سورت کا نام بھی انفال رکھا گیا ہے، جس کے معنی ہیں اموال غنیمت اور پہلی آیت اموال غنیمت کے متعلق ہے کہ آپ سے لوگ غنیموں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ اور رسول کی ہیں (وہ جس طرح چاہیں گے تقسیم کریں گے) آگے اہل ایمان کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور جنگ بدر کے لیے مسلمانوں کی تیاری کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اہل مکہ کا ذکر ہے کہ وہ کس طرح اس جنگ کے لیے زبردست تیاریوں میں منہمک تھے، ایک طرف کفار کا زبردست لشکر تھا جو ایک ہزار نفوس اور دوسرے حربی ساز وسامان پر مشتمل تھا، دوسری طرف تین سو تیرہ آدمیوں کا لشکر تھا جو بے سروسامانی کی حالت میں تھا، مسلمان اپنی اس کیفیت کو دیکھ کر دست بہ دُعا ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ موقع یاد کرو کہ جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد سن لی کہ میں تمہاری مدد کے لیے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں، اس کے بعد جنگ بدر کے معرکے کا بیان ہے کہ کس طرح تین سو تیرہ مسلمان کفار کی فوجوں سے ٹکرائے اور خدا کی مدد کے سہارے فتح سے ہم کنار ہوئے۔

۹/ رمضان المبارک

(پارہ: وَاعْلَمُوْا مکمل)

سورۂ انفال کے شروع میں کہا گیا تھا کہ اموال غنیمت سب اللہ اور اس کے رسول کے ہیں، ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے یہاں مال غنیمت کے مصارف بیان کئے جا رہے ہیں کہ یہ بات جان لو کہ جو کچھ بھی تمہیں غنیمت میں حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے آپ کے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے فیصلے کے دن یعنی اس دن نازل کی تھی جس دن دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی تھی، یہ غزوۂ بدر کا بیان ہے، یہ پہلا معرکہ تھا جس میں مسلمانوں کو کھلی مادی فتوحات بھی حاصل ہوئیں اور دشمنوں پر فتح کے ساتھ بہت سا مال غنیمت بھی ہاتھ لگا، اس سے پہلی امتوں میں اموال غنیمت کے سلسلے میں دستور الٰہی یہ تھا کہ سارا ساز وسامان ایک میدان میں جمع کیا جاتا اور اگر جہاد عند اللہ مقبول ہوتا تو آسمانی بجلی آ کر اسے جلا کر خاک کر دیتی، اس مال سے کسی کو استفادے کا حق حاصل نہ تھا، اسلام نے اس مال کو نہ صرف یہ کہ حلال وطیب قرار دیا بلکہ اس کے اصول واحکام بھی متعین کر دیئے، اس کے بعد قرآن کریم نے غزوۂ بدر میں میدان جنگ کی صورت حال پر روشنی ڈالی کہ تم محل وقوع کے لحاظ سے جس جگہ تھے وہ موزوں نہیں تھی اور دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری تعداد بھی کم تھی اس کے باوجود جب مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت نے کام کیا اور تم تعداد کی قلت، اسلحے کی کمی اور محل وقوع کی ناموزونیت کے باوجود کامیاب ہوئے، یہ واقعات ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں

Scanned by CamScanner

اور مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، شاید کامیاب ہو جاؤ، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو اور آپس میں جھگڑا مت کرو، ورنہ تمہارے اندر کم زوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھلاتے ہوئے نکلے۔ اس آیت میں جہاد و غزوات کے سلسلے میں مجاہدین اسلام کو چھ قیمتی ہدایات دی گئی ہیں یا انہیں چھ زریں اصول بتلائے گئے ہیں (۱) ثبات قدمی (۲) ذکر اللہ کی کثرت (۳) اللہ و رسول کی اطاعت (۴) اختلاف ونزاع سے اجتناب (۵) صبر و تحمل (۶) تکبر و ریاکاری سے گریز۔

اس کے بعد ان منافقین کا ذکر ہے جو جنگ بدر میں شرکت کے لیے جانے والے مسلمانوں کے متعلق از راہ ہمدردی یا از راہ تمسخر یہ کہہ رہے تھے کہ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے خبط میں مبتلا کر دیا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کاش تم (اے منافقین) اس منظر کو دیکھتے جب فرشتے کافروں کی روح قبض کر رہے تھے اور ان کے چہروں پر اور ان کی پُشت پر مار رہے تھے کہ لو اب جہنم کے عذاب کا (مزہ) چکھو، اس کے بعد فرعون کا ذکر ہے کہ اس کا اور اس کی قوم کا بھی یہی انجام ہوا تھا، پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوا کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کر رکھی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنے طور طریقے نہیں بدلتی۔ اگلی کچھ آیات میں قوانین جنگ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جنگ کی تیاری کے سلسلے میں فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ جہاں تک ہو سکے (دشمنوں) سے مقابلے کے لئے زیادہ سے زیادہ طاقت اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو تا کہ ان کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اور انہیں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ جانتے ہیں خوف زدہ کر دو، اور اللہ کی راہ میں جو کچھ

تم خرچ کرو گے تمہیں پورا پورا ملے گا تمہارے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائے گی، اس کے بعد کچھ اصول صلح و جنگ بتلائے گئے ہیں اور مسلمانوں کے اتحاد کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے ہیں، آپ روئے زمین کی تمام دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہی ہے جس نے ان کے درمیان یگانگت پیدا کر دی ہے، آگے غزوۂ بدر کے سلسلے میں ترغیب پر مشتمل آیت ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو پر غالب آسکتے ہیں اور اگر سو ہیں تو ایک ہزار کفار پر غالب آسکتے ہیں، آنے والی آیات میں ان قیدیوں کا ذکر ہے جو غزوۂ بدر میں گرفتار کئے گئے اور ان میں سے ہر ایک کی رہائی کے بدلے چار سو درہم متعین کئے گئے، اس کے بعد کچھ ہجرت کے احکام ہیں کہ ہجرت کی صورت میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے، ان آیات میں اسی سوال کا جواب دیا گیا ہے۔

یہاں سے سورۂ توبہ کا آغاز ہوتا ہے، سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کے مضامین میں یکسانیت ہے اسی لیے سورۂ توبہ اگر مسلسل تلاوت کی جا رہی ہو، تو اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی، بعض صحابہؓ نے دونوں سورتوں کو ایک بھی کہا ہے، اس سورت میں کفار و منافقین کی بدعہدیوں کا اور ان پر عذاب کا ذکر ہے، اس سورت میں بھی چند غزوات اور ان سے متعلق کچھ واقعات کا ذکر ہے، مشرکین مکہ سے صلح حدیبیہ کے نام سے جو معاہدۂ صلح ہوا تھا وہ قریش نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے خود ہی توڑ ڈالا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کے لیے جن سے تم نے عہد کیا ہے دست برداری کا اعلان ہے لہٰذا تم چار مہینے اور چل پھر لو اور یہ جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ کہ بلاشبہ اللہ کافروں کو رسوا کریں گے، آگے

Scanned by CamScanner

اسی اعلان کی توضیح و تشریح ہے۔ اس اعلان پر عمل ہوا اور مسلمان لاؤ لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف بڑھے۔ قریش مکہ اور مشرکین عرب خوف زدہ ہو گئے، اس موقع پر سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کریمانہ اخلاق کا مظاہرہ فرمایا اور چند خطرناک مجرموں کو چھوڑ کر سب کے لیے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ فتح مکہ کے ان تفصیلی واقعات کے بعد غزوۂ حنین کا بیان شروع ہوا، فرمایا اللہ تعالیٰ بہت سے مواقع پر تمہیں غلبہ دے چکے ہیں اور غزوۂ حنین کے دن بھی، اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ ہو گیا تھا لیکن یہ تعداد تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے، پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور ایسے لشکر اتارے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کفر کرنے والوں کو سزا دی، اس ایک آیت میں غزوۂ حنین کا پورا قصہ آ گیا، یہ پہلا موقع تھا کہ چودہ ہزار نفوس پر مشتمل مسلمانوں کا لشکر مقابلے کے لیے نکلا، لڑائی کے ہتھیار بھی پہلے سے کہیں زیادہ تھے مسلمانوں کو اپنی تعداد اور طاقت پر ناز ہونے لگا، بعض صحابۂ کرام کی زبانوں پر یہ جملے بھی آ گئے کہ آج ہم مغلوب نہیں ہو سکتے، مقابلہ شروع ہوتے ہی دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گا۔

جنگ کے ابتدائی حصے میں مسلمانوں میں جو گھبراہٹ پیدا ہوئی اور جو بھگدڑ مچی وہ ایک طرح کی تنبیہ تھی اور یہ بتلانا تھا کہ تم تعداد میں کتنے بھی بڑھ جاؤ اللہ کی مدد کے بغیر کسی بھی حالت میں کامیاب نہیں ہو سکتے، اس کے بعد حالات میں تبدیلی ہوئی مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے اور فرشتے بھی مدد کے لیے نازل ہوئے، اس طرح اس غزوے میں بھی مسلمان فتح سے ہمکنار ہوئے، اگلی کچھ آیات میں یہود و نصاریٰ کے عقائد کا ذکر ہے پھر موضوع کی طرف واپسی اور غزوۂ تبوک کا ذکر، ۹ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ روم کا عیسائی بادشاہ مدینہ منورہ پر فوج کشی کا ارادہ رکھتا ہے اور مقام تبوک میں اس کا لشکر جمع ہو چکا ہے، ان دنوں کئی مسلسل جنگوں کے بعد

مسلمانوں کو قدرے سکون نصیب ہوا تھا، سخت گرمی کا موسم تھا، کھجور کے باغات میں فصلیں تیار کھڑی تھیں اور مسلمانوں کے ہاتھ خالی تھے، سفر طویل تھا ان حالات میں جہاد کا اعلان ہوا، بعض حضرات تو فوراً تیار ہو گئے اور بعض نے کچھ تردد کے ساتھ حامی بھری، کچھ لوگوں کو واقعی عذر تھا اور کچھ سستی کی وجہ سے نہیں جا سکے، ان آیات میں ایسے ہی لوگوں کو جھنجوڑا گیا ہے کہ اے اہل ایمان تمہیں کیا ہو گیا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پسند کر لی ہے، دنیا کی زندگی تو آخرت کے سامنے بڑی مختصر ہے، تم نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دیں گے اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دیں گے، یہاں ان منافقین کا بھی ذکر ہے جو مختلف حیلوں بہانوں کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہونا چاہتے تھے۔

آگے زکوۃ کے مصارف کا بیان ہے، مدینہ طیبہ میں جب زکوۃ فرض ہوئی تو اس کی وصولیابی اور تقسیم کا پورا انتظام مرتب ہوا، آنے والی آیت کریمہ میں اسی کا بیان ہے کہ صدقات تو درحقیقت فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو صدقات کے کام پر مقرر ہوں اور ان کے لیے ہیں جن کی دل جوئی مطلوب ہو، اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کی دیکھ بھال میں بھی صدقات خرچ کئے جا سکتے ہیں، یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے، آئندہ آیات میں گروہ منافقین کی منافقانہ روش پر روشنی ڈالی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں، بری بات کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں (اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتے) یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں فراموش کر دیا، بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں اس کے برعکس مومنین کا حال یہ ہے کہ مومن مرد اور مومن

Scanned by CamScanner

عورتیں سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ آنے والی کچھ آیات میں ان منافقین کا ذکر ہے جو بہانے بنا کر جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور گھر بیٹھے خوش ہوتے رہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادیا گیا کہ آپ ایسے لوگوں سے کوئی ربط مت رکھیں ان میں سے کوئی مرے تو ان کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

۱۰/ رمضان المبارک

(پارہ: یَعْتَذِرُوْنَ)

گذشتہ آیات میں ان منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے تبوک سے غیر حاضر رہنے کے لیے حیلہ جوئی کی تھی، اس پارے کے آغاز میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے تبوک سے واپسی کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر جھوٹے حیلے بہانے رکھے، یہ تیس سے زیادہ افراد تھے جو جہاد سے غیر حاضر ہوئے ان کے متعلق پہلے ہی بتلادیا گیا تھا کہ یہ لوگ آئیں گے اور عذر بیان کریں گے، فرمایا: جب آپ ان کے پاس واپس پہنچیں گے تو یہ سب آپ کے سامنے طرح طرح کے عذر پیش کریں گے مگر آپ فرمادیجئے گا کہ بہانے مت بناؤ ہم تمہاری بات کا یقین نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے سب احوال بتلادیئے ہیں، اب اللہ اور اس کے رسول تمہارے عمل کو دیکھیں گے، اس کے بعد منافقین کا ذکر ہے خاص طور پر ان منافقین کا جو دیہی علاقوں میں رہتے تھے، ان کے متعلق فرمایا کہ وہ کفر ونفاق میں کچھ زیادہ ہی سخت ہیں، پھر اہل ایمان کا ذکر ہے خاص طور پر ان اہل ایمان مہاجرین وانصار کا جنہوں نے ایمان لانے میں سبقت کی، ان کے لیے جنت کی خوش خبری ہے، ان آیات میں ان مسلمانوں کا بھی ذکر ہے جنہوں نے کھلے دل سے اپنی اس کوتاہی کا اعتراف کرلیا تھا کہ وہ تبوک نہیں گئے اور اس غلطی کی تلافی میں انہوں نے مالی صدقات پیش کئے تھے، اس سلسلے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیجئے تاکہ آپ اس مال کی وجہ سے ان کو پاک وصاف کرسکیں اور آپ ان کے لیے رحمت کی دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعائے رحمت ان کے لیے باعث تسکین ہے۔ بعد والی آیات میں مسجد ضرار کا تذکرہ ہے، یہ مسجد

Scanned by CamScanner

منافقین نے تعمیر کی تھی اور اس کے لیے اگر چہ ان لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت بھی حاصل کر لی تھی، مگر ان کا اصل مقصد نماز پڑھنا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ تمام مسلمانوں سے علاحدہ رہ کر اس طرح جتھہ بندی کی جا سکے کہ اس پر مذہب کا پردہ پڑا رہے اور اندر ہی اندر مسلمانوں کے خلاف سازشیں بھی ہوتی رہیں، تبوک سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ ذریعہ وحی اس مسجد کے بانیین کے عزائم سے باخبر کر دیا گیا، آپ نے چند صحابہؓ کو اسی وقت روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس مسجد کو گرا دیا جائے اور اس میں آگ لگا دی جائے، قرآن کریم نے اس مکان کو "مسجد ضرار" کہا ہے فرمایا: کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد اس لیے بنائی ہے کہ نقصان پہنچائیں، کفر کی باتیں کریں اور اہل ایمان میں تفریق پیدا کریں اور اس شخص کے لیے گھات لگانے کی جگہ بنائیں (مراد مشہور منافق عبد اللہ ابن ابی ہے) جو اس سے پہلے اور اس کے بعد رسول اللہ کے خلاف برسر پیکار ہو چکا ہے وہ ضرور قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہماری نیت تو بھلائی کے سوا کچھ نہیں تھی اور اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

منافقین کی اس سازش کے بیان کے بعد اہل ایمان کا ذکر ہے کہ در حقیقت اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، مارتے ہیں اور مرتے ہیں اللہ کے ذمے یہ ایک پکا وعدہ ہے تورات انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے، تم خوش خبری حاصل کرو اس سودے پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے، یہی بڑی کامیابی ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت بیعت عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، منی میں واقع اس پہاڑی کے قریب ہجرت سے پہلے انصار مدینہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست رحمت پر بیعت کی تھی اور جان و مال کی قربانی دینے کا وعدہ کیا تھا، اس آیت میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

اب پھر غزوۂ تبوک کا بیان ہے کہ اللہ نے مہربانی فرمائی نبی پر اور ان مہاجرین وانصار پر جنہوں نے بڑے سخت وقت میں رسول اللہ کا ساتھ دیا، غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے منافقین کا ذکر تفصیل سے آ گیا، کچھ مسلمانوں کا بھی ذکر آیا اور یہاں بھی ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو کسی غلط نیت سے نہیں بلکہ محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، لیکن بعد میں نادم بھی ہوئے، یہ دس حضرات تھے ان میں سے سات نے خود کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ کر سزا دی اور اس وقت تک بندھے رہے جب تک ان کی توبہ قبول نہیں کر لی گئی، تین نے خود کو ستونوں سے نہیں باندھا ان کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا اور ان کے مقاطعے کا حکم ہوا جس کی وجہ سے ان کی حالت قابل رحم ہو گئی بالآخر ان کی توبہ بھی قبول ہو گئی اور ان کا مقاطعہ ختم کر دیا گیا۔

آج کے پارے میں سورۂ یونس بھی شروع ہوئی ہے، اس سورت کا بنیادی موضوع دین کے مبادیات ہیں، سلسلۂ کلام کا آغاز منکرین وحی سے کیا گیا ہے کہ لوگ اس بات پر حیران ہیں کہ ایک شخص نے پیغام نبوت پیش کیا ہے اور وہ اسے جادوگر کہہ رہے ہیں، حالاں کہ اس پیغام میں حیران کرنے والی بات کونسی ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے دو باتیں رکھی ہیں، ایک یہ کہ زمین و آسمان سب اللہ نے پیدا کئے ہیں اور ہر جگہ اسی کا حکم چلتا ہے، دوسرے یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا ہے تا کہ اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جا سکے۔

آگے ان دو حقیقتوں کی تفصیل ہے، اہل ایمان کا ذکر ہے، اہل کفر و شرک کا تذکرہ ہے کہ ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا، اس پر بعض مشرکین نضر بن الحارث وغیرہ نے یہ مطالبہ کیا کہ اے اللہ اگر یہ بات سچی ہے تو آپ ہم پر آسمان سے پتھر برسائیں یا ہمیں کسی دوسرے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر اللہ لوگوں کے ساتھ برا برتاؤ کرنے (عذاب دینے) میں اتنی ہی جلدی

Scanned by CamScanner

کرتا جتنی جلدی یہ لوگ دنیا کی بھلائی مانگنے میں کرتے ہیں تو ان کی مدت ختم بھی ہو چکی ہوتی، ہم ان لوگوں کو جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں، لوگوں کی نفسیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہمیں پکارنے لگتا ہے اور جب ہم اس کی یہ تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا برے وقت میں اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں تھا، کچھ آیات کے بعد انسان کی اس فطرت پر اس طرح بھی روشنی ڈالی کہ جب ہم لوگوں کو مصیبت کے بعد اپنی راحت کا ذائقہ چکھا دیتے ہیں تو وہ ہماری نشانیوں کے بارے میں مکروفریب کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنے کچھ انعامات کا تذکرہ فرمایا اور یہ حقیقت واضح فرمائی کہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا تو زمین کی وہ پیداوار جسے آدمی اور جانور سب کھاتے ہیں خوب گھنی ہو گئی پھر عین اس وقت جب زمین اپنی بہار پر تھی اور کھیتیاں بھی سنوری کھڑی تھیں اور ان کے مالک یہ سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ان پر قادر و قابض ہو جائیں گے، یکایک رات میں یا دن میں ہمارا حکم آپہنچا اور ہم نے ان کو ایسا تباہ کیا گویا وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ رکوع نمبر بارہ تک توحید، معاد وغیرہ ہی کا ذکر ہے اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ان گنت نشانیوں کا اور بے شمار نعمتوں کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا بھی ذکر ہے یہ قصہ ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، گذشتہ پاروں میں بھی اس سلسلے کے کچھ واقعات آ چکے ہیں، یہاں یہ بیان کیا گیا کہ جب ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار لگا دیا تو فرعون اور اس کا لشکر ظلم و زیادتی کے ارادے سے بنی اسرائیل کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ معبود حقیقی وہی ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں

ماننے والوں میں سے ہوں، (فرمایا) اب ایمان لاتا ہے، حالاں کہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا، اب تو ہم تیرے بدن ہی کو بچائیں گے تاکہ بعد والوں کے لیے نشان عبرت بنے، (قرآن کریم کا یہ بیان کتنا مبنی بر حقیقت ہے اس کا اندازہ فرعون کی اس ممی سے ہوتا ہے جو مصر کے عجائب گھر میں صحیح وسالم رکھی ہوئی ہے) اس کے بعد ان احسانات کا ذکر ہے، جو بنی اسرائیل پر مسلسل کئے گئے، اس سورت میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا بھی ذکر ہے، یہ لوگ عذاب کے کچھ آثار دیکھ کر ایمان لے آئے تھے، ان کا ایمان معتبر قرار دیا گیا، حضرت یونس کے اس واقعے کا بھی ذکر ہے کہ وہ اپنی تکذیب وتردید کے خوف سے وطن واپس نہیں گئے، بلکہ دوسری جگہ ہجرت کے ارادے سے ایک کشتی میں سوار ہوئے، کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی تو اچانک رک گئی، کشتی کے مالک نے اعلان کیا کہ کوئی مفرور غلام اس کشتی پر سوار ہے، اسی لیے یہ آگے نہیں بڑھ رہی ہے، کیوں کہ یہ اجنبی تھے انہیں غلام سمجھا گیا اور دریا میں ڈال دیا گیا، جہاں وہ ایک مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے، روایات کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے، اسی دوران آپ کی زبان پر آیت کریمہ **لا الٰہ إلا أنت سبحانک إنی کنت من الظالمین** جاری ہوئی جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مچھلی کے پیٹ کی مصیبت سے نجات عطا فرمائی، یہ سورت اس آیت پر ختم ہوتی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے، جو سیدھی راہ اپنائے گا وہ اپنے لیے اپنائے گا اور جو گم راہ ہوگا وہ اسی کے لیے نقصان کا باعث ہوگا، میں تم پر کوئی وکیل نہیں ہوں، آپ پر جو وحی نازل کی جارہی ہے آپ اس کی اتباع کرتے رہئے اور جب تک اللہ فیصلہ نہ فرمادیں صبر کرتے رہئے اور اللہ بہترین فیصلہ کرنے والوں میں سے ہیں۔

Scanned by CamScanner

۱۱/ رمضان المبارک

(پارہ: وَمَا مِنْ دَآبَّة)

اس پارے کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ روئے زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو، اور جس کے متعلق اسے یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کہاں سونپا جاتا ہے، اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تمہیں آزما کر دیکھے کہ تم میں بہتر عمل کرنے والا کون ہے، آگے دور کوع تک اسی طرح کے مضامین ہیں۔

اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی قوموں کا ذکر شروع ہوا، پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہیں خبر دار کرنے والا ہوں، تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، قوم کے لوگ کہنے لگے کہ تم تو ہمیں ہمارے ہی جیسے انسان لگتے ہو تمہاری اتباع قوم کے گرے پڑے لوگ کر رہے ہیں اور ہم تو تمہارے اندر کوئی فضیلت اور برتری نہیں دیکھتے، حضرت نوح (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو لاکھ سمجھایا یہ بھی کہا کہ میں تم سے کوئی سوال نہیں کر رہا ہوں، نہ کچھ مانگ رہا ہوں، مگر ان کی سرکشی بڑھتی رہی، مجبور ہو کر انہوں نے عذاب الٰہی سے بھی ڈرایا اس پر یہ لوگ کہنے لگے کہ بس اب بہت جھگڑ چکے جس عذاب کا تم ذکر کرتے ہو وہ لا کر دکھلاؤ، حکم ہوا کہ اے نوح یہ قوم ایمان لانے والی نہیں ہے، اب تم کشتی تیار کرو، چناں چہ حضرت نوح (علیہ السلام) تعمیل حکم میں مصروف ہو گئے، قوم کے سردار جب ادھر سے گزرتے تو کشتی بنتے ہوئے دیکھ کر خوب خوب ہنستے، بالآخر وقت موعود آپہنچا، تنور ابل پڑا ہم نے کہا کہ ہر قسم کے

جانور کے جوڑے کشتی میں رکھ لو، اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لو، حضرت نوح (علیہ السلام) نے بیٹے کو پکارا، وہ الگ تھلگ رہا اور ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔

اب قوم عاد کا قصہ شروع ہوا، اس قوم میں حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے، انہوں نے بھی وہی پیغام دیا کہ اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، ان سے یہ بھی کہا کہ اے میری قوم کے لوگو اپنے رب سے مغفرت چاہ لو، پھر اس کی طرف متوجہ رہو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری اس طاقت میں مزید قوت بڑھا دے گا، مگر قوم عاد نے سرکشی کا وطیرہ اپنائے رکھا اور صاف صاف کہہ دیا کہ اے ہود آپ ہمارے سامنے کوئی دلیل تو لے کر آئے نہیں، محض آپ کے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اس قوم کو بھی اس کی سرکشی کی سزا دی گئی اور ان پر ایک ایسا عذاب آیا جس سے حضرت ہود (علیہ السلام) اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کے علاوہ سب تباہ و برباد ہو گئے

قوم ثمود کی طرف حضرت صالح (علیہ السلام) کو بھیجا گیا، انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ اے لوگو اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی میں تم کو بسایا ہے، تم اس سے معافی مانگو پھر اس کی طرف متوجہ ہو، قوم نے کہا اے صالح تم ہمیں ان چیزوں کی پرستش سے روکنا چاہتے ہو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں، حضرت صالح (علیہ السلام) نے قوم کے لوگوں کو بہت سمجھایا، اللہ کے عذاب سے ڈرایا، لالچ دیا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے ان کے سامنے ایک اونٹنی کو بہ طور دلیل و حجت بھی پیش کیا کہ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے، اسے اللہ کی زمین میں چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دو اس سے ذرا بھی تعرض مت کرنا ورنہ تم پر فوراً اللہ کا عذاب آجائے گا، مگر انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا، اس کی پاداش میں ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا گیا اور ایک چیخ سن کر وہ اپنے گھروں کے

Scanned by CamScanner

اندر بے حس وحرکت پڑے رہ گئے۔

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس کچھ فرشتے اولاد کی خوش خبری لے کر پہنچے، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ قوم لوط کی طرف ان کو تباہ کرنے جارہے ہیں، حضرت ابراہیم نرم دل انسان تھے، انہوں نے حضرت لوط کی قوم کے معاملے میں اللہ تعالی سے جھگڑنا شروع کردیا (کہ اس کو عذاب نہ دیں کچھ اور مہلت دیدیں) مگر اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) یہ بات چھوڑ دو، تمہارے رب کا حکم آچکا ہے اور اب ان لوگوں پر وہ عذاب آکر رہے گا جو اب ہٹایا نہیں جاسکتا، بہ ہر حال فرشتے حضرت لوط (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت لوط (علیہ السلام) کو علم نہیں تھا کہ وہ فرشتے ہیں، ان کو خیال ہوا کہ یہ نوعمر مہمان لڑکے ہیں اور میری قوم غیر فطری فعل میں مبتلا ہے، یقیناً ان کے ساتھ برا سلوک کرے گی، یہ سوچ کر وہ سخت پریشان ہوئے، قوم کے لوگ بھی آپہنچے، حضرت لوط (علیہ السلام) نے بڑی منت سماجت کی مگر وہ یہی کہتے رہے کہ مہمانوں کو ہمارے سپرد کرو، حضرت لوط (علیہ السلام) پریشان ہوکر کہنے لگے کہ کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تم پر کچھ زور چلتا یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اس کی پناہ لیتا، تب فرشتوں نے ان سے کہا کہ اے لوط (علیہ السلام) ہم تو آپ کے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے آپ رات ہی میں اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جائیں اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، بہ ہر حال اللہ نے اس بستی کو اُلٹ دیا اور اس پر تابڑ توڑ پتھر برسائے جن میں سے ہر پتھر اللہ کی طرف سے نشان زدہ تھا۔

مدین کی طرف حضرت شعیب (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا انہوں نے بھی توحید کا پیغام دیا اور یہ بھی نصیحت کی کہ ناپ تول میں کمی مت کیا کرو، میں تم کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ تم پر ایک ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو

گھیر لے گا، قوم نے کہا کہ اے شعیب آپ کی بہت سی باتیں تو ہمارے سمجھ میں ہی نہیں آتیں، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک کمزور آدمی ہیں، اس قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا، وہ اپنی بستیوں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے جیسے وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہیں تھے، اس کے بعد حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ ہے، یہ قصہ گزشتہ پاروں میں بھی مختلف طریقوں سے آچکا ہے، اس سورت کے آخر میں اللہ تعالی نے ان قصوں کے بیان کرنے کی حکمت بھی ارشاد فرمائی کہ پیغمبروں کے یہ قصے جو ہم آپ کو سناتے ہیں ان سے ہم آپ کے دل کو مضبوط کرتے ہیں، ان سے آپ کو حقیقت کا علم اور اہل ایمان کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوتی ہے۔

سورۂ ہود ختم ہوئی، سورہ یوسف کا آغاز ہوا، اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی سبق آموز داستان بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے، سورت کے آغاز میں فرمایا کہ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں، ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ لو، اور ہم اس قرآن کے ذریعے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس سے پہلے آپ اس واقعے سے بالکل بے خبر تھے، اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد حضرت یعقوب (علیہ السلام) سے کہا کہ ابا جان میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہے یہ سب مجھے سجدہ کررہے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے مت بتانا ورنہ وہ تمہارے خلاف سازش کریں گے، ان بھائیوں نے آپس میں یہ کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی دونوں ہمارے والد کے زیادہ چہیتے ہیں حالاں کہ ہم پورا گروہ ہیں، حقیقی بات یہ ہے کہ ہمارے والد بہک گئے ہیں، چلو یوسف کو قتل کردیں یا اس کو کسی (دور افتادہ) جگہ پھینک آئیں اس طرح تمہارے والد کی پوری توجہ تمہاری طرف ہوجائے گی، اس کے بعد پھر نیک بن جانا۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ یوسف

Scanned by CamScanner

کو قتل نہ کرو، بلکہ اس کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دو شاید کوئی قافلہ اسے اٹھالے (تجویز کے مطابق ایک روز یہ سب والد کی خدمت میں حاضر ہوئے) اور عرض کیا کہ اباجان آپ یوسف کے سلسلے میں ہم پر بھروسہ کیوں نہیں کرتے جب کہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں، آپ اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کچھ گھومے پھرے گا، کھیلے کودے گا، ہم اس کی حفاظت کریں گے، اباجان نے کہا مجھے اس کا تمہارے ساتھ جانا گراں گزرتا ہے اور مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں تمہاری غفلت کی وجہ سے اس کو بھیڑیا نہ کھالے، انہوں نے کہا کہ اگر ہمارے ہوتے ہوئے اسے بھیڑیئے نے کھا لیا تب تو ہم بالکل ہی خسارے میں ہیں، اس طرح وہ لوگ یوسف کو لے گئے اور اس پر متفق ہو گئے کہ اس کو ایک اندھے کنویں میں ڈال دیں، ہم نے یوسف کو بہ ذریعہ وحی مطلع کیا کہ ایک وقت آئے گا کہ تم اپنے بھائیوں کو ان حالات سے باخبر کرو گے، رات کو یہ لوگ روتے پیٹتے والد کے پاس آئے اور کہنے لگے ابا جان ہم آپس میں دوڑ لگا رہے تھے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ اسے بھیڑیئے نے کھالیا، آپ ہمارا یقین تو کریں گے نہیں خواہ ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں۔

وہ لوگ یوسف کی قمیص پر جھوٹا خون بھی لگا کر لائے تھے، والد نے کہا کہ تم نے اپنے دل سے ایک بات گھڑلی ہے سو میں صبر کروں گا۔ ادھر ایک قافلہ آنکلا، اس نے اپنے سقے کو پانی لانے کے لیے بھیجا، سقے نے کنویں میں ڈول ڈالا تو پکار اٹھا کہ مبارک ہو یہاں تو ایک غلام ہے، انہوں نے مال کی طرح ان کو چھپا لیا اور چند درہموں میں ان کو فروخت کرڈالا، جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح رکھنا، ممکن ہے یہ ہمارے کام آئے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، جب وہ جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا، جس عورت کے گھر میں یوسف تھے وہ ان کو ورغلانے لگی، ایک دن دروازے بند کر کے کہنے لگی آجاؤ، یوسف نے کہا خدا کی

پناہ! میرے آقا نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، آخر کار وہ دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے پیچھے سے ان کا کرتا پھاڑ دیا، دونوں نے عورت کے شوہر کو دروازے پر موجود پایا اسے دیکھتے ہی عورت بولی ایسے آدمی کی کیا سزا ہے جو تیری بیوی پر نیت خراب کرے، عورت کے خاندان والوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اگر کرتا آگے سے پھٹا ہو تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے ہیں اور پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے یہ سچے ہیں، جب شوہر نے دیکھا کہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو کہنے لگا یہ تم عورتوں کی چالاکیاں ہیں، مگر اس عورت نے پیچھا نہ چھوڑا اور انہیں جیل خانے میں ڈلوا دیا، جیل خانے میں یوسف کے ساتھ دو غلام اور بھی داخل ہوئے، انہوں نے خواب دیکھے اور حضرت یوسف (علیہ السلام) سے ان کی تعبیر پوچھی اور وہ سچ نکلی، ان میں سے ایک سے حضرت یوسف (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا مگر وہ بھول گیا، اس کے بعد شاہ مصر نے خواب دیکھا اور درباریوں سے تعبیر معلوم کی، وہ غلام وہاں موجود تھا، اس نے جیل خانے جا کر یوسف سے تعبیر معلوم کی انہوں نے بتلا دی، شاہ مصر کو معلوم ہوا کہ یہ تعبیر فلاں شخص نے بتلائی ہے جو جیل میں بند ہے، حضرت یوسف (علیہ السلام) کو بلایا گیا، آپ نے آنے والے سے کہا کہ پہلے اپنے آقا سے کہو کہ ان عورتوں سے معلوم کرو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، بادشاہ نے عورتوں سے دریافت کیا، سب نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اس طرح حضرت یوسف (علیہ السلام) جیل خانے سے باہر نکلے، باقی قصہ اگلے پارے میں ہے۔

Scanned by CamScanner

۱۲/ رمضان المبارک

(پارہ: وَمَآ اُبَرِّئُ)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ چل رہا تھا، عورتوں کے اعتراف گناہ کے بعد حضرت یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا تا کہ عزیز مصر کو یقین آجائے کہ میں نے ان کی غیر موجودگی میں خیانت نہیں کی تھی اور میں کچھ اپنے نفس کی براءت نہیں کر رہا ہوں، نفس تو بری بات پر اکساتا ہی ہے اِلا یہ کہ میرا رب رحم فرمائے، بلاشبہ میرا رب مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، بادشاہ نے کہا کہ انہیں (یوسف کو) میرے پاس لاؤ میں انہیں اپنے لیے خاص کرلوں گا جب بادشاہ نے ان سے بات چیت کی تو کہنے لگا آج سے آپ ہمارے یہاں انتہائی قابل احترام ہیں اور ہمیں آپ کی امانت داری پر پورا بھروسہ ہے، یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ملک کے خزانوں کی حفاظت میرے سپرد کردیجئے، میں حفاظت کرنے والا اور نہایت باخبر ہوں، اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں قدرت دی اور اختیار دیا کہ وہ جہاں چاہیں رہیں، ہم اپنی رحمت سے جسے چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں۔ قصہ آگے بڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، یوسف (علیہ السلام) کے بھائی (مصر) آئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، یوسف (علیہ السلام) نے انہیں پہچان لیا مگر وہ یوسف کو نہ پہچان سکے، اور جب واپس ہونے لگے اور یوسف نے ان کا رخت سفر تیار کردیا تو فرمایا کہ تم (آئندہ) اپنے علاتی بھائی (جو یوسف کے حقیقی بھائی تھے) کو بھی ساتھ لانا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں کس طرح پیمانے بھر دیتا ہوں (خوب دیتا ہوں) اور میں بہترین مہمان نواز ہوں، اور اگر تم اس کو میرے پاس لے کر نہیں آئے تو نہ

تمہارے لیے میرے پاس غلہ ہوگا اور نہ تم میرے قریب آنا، کہنے لگے کہ ہم والد صاحب کو اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ اسے ہمارے ساتھ بھیج دیں، یوسف (علیہ السلام) نے اپنے غلاموں سے کہا کہ جو سامان یہ لے کر آئے تھے وہ ان ہی کے سامان میں رکھ دو شاید وہ اپنے گھر پہنچ کر واپس کیا ہوا مال پہچان جائیں، عجب نہیں کہ پھر واپس آئیں، جب وہ لوگ والد کی خدمت میں پہنچے تو کہنے لگے کہ ابا جان ہمیں غلہ دینے سے منع کردیا گیا ہے، اس لیے ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے، ہمیں غلہ مل جائے گا اور ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے، والد نے فرمایا کیا اس کے سلسلے میں تم پر ایسا ہی اعتبار کروں جیسا اعتبار میں تم پر اس کے بھائی کے سلسلے میں پیشتر کر چکا ہوں، بہ ہر حال اللہ حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے، جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہیں ان کا سامان مل گیا جو انہیں واپس کر دیا گیا تھا، کہنے لگے ابا جان اب ہمیں کیا چاہئے، یہ ہمارا سامان ہمیں واپس مل گیا ہے اب ہم اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لائیں گے اور بھائی کی بھی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا سامان زیادہ لے کر آئیں گے، اور یہ اضافہ آسانی سے ہوجائے گا، والد نے کہا کہ میں اسے تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا جب تک تم اللہ کے نام پر مجھ سے یہ وعدہ نہ کرو گے کہ تم اسے ضرور ساتھ لے کر آؤ گے اِلا یہ کہ تم کہیں گھیر لئے جاؤ۔

بہ ہر حال انہوں نے پختہ وعدہ کیا، حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے انہیں نصیحت کی اے بیٹو! تم ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا، جب یہ لوگ والد کے حکم کے مطابق شہر میں داخل ہوئے تو والد کی یہ احتیاطی تدبیر بھی ان کے کچھ کام نہ آئی اگرچہ انہوں نے اپنے والد کے دل کی بات پوری کرنے کے لیے اپنی سی کوشش کرلی، بلاشبہ یعقوب (علیہ السلام) بڑے عالم تھے ہماری دی ہوئی تعلیم کی وجہ سے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، جب یہ لوگ یوسف کے

Scanned by CamScanner

پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بلایا اور کہنے لگے میں تیرا بھائی ہوں، یہ بھائی جو کچھ کرتے ہیں اس سے آزردہ مت ہونا جب (دوبارہ واپسی کا سفر شروع ہوا) اپنا سامان لدان کرانے لگے تو انہوں نے (حضرت یوسف علیہ السلام نے) اپنے بھائی کے سامان میں ایک (قیمتی) پیالہ رکھوا دیا، اس کے بعد ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے قافلے والو تم چور ہو، انہوں نے پلٹ کر پوچھا تمہاری کیا چیز گم ہے انہوں نے کہا ہمارے بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے، جو شخص وہ پیالہ لا کر دے گا اس کو ایک اونٹ کے بوجھ کے بہ قدر انعام دیا جائے گا، بھائیوں نے کہا کہ بہ خدا تم جانتے ہو ہم زمین میں فساد پھیلانے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم چور ہیں، ملازمین نے کہا اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو چور کی سزا کیا ہوگی، انہوں نے جواب دیا کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ ملے گا وہ خود ہی سزا کے طور پر روک لیا جائے گا، ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں، تب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان سے ابتدا کی پھر اسے اپنے بھائی کے سامان سے برآمد کر لیا، کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی تو اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے، یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں چھپا لی اور ان پر ظاہر نہیں کی، بس اتنا کہا کہ بڑے بُرے ہو تم لوگ اور اللہ زیادہ جانتا ہے جو تم الزام لگا رہے ہو، بھائی کہنے لگے کہ اے عزیز مصر! اس کا ایک بوڑھا باپ ہے آپ ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ روک لیں حضرت یوسف (علیہ السلام) نے کہا خدا کی پناہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے کو پکڑیں تو بڑے ظالم ٹھہریں گے، جب وہ لوگ (ادھر سے) مایوس ہو گئے تو تنہائی میں مشورہ کرنے لگے، ان میں سے بڑے نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کے نام پر کیا عہد لیا تھا اور تم اس سے پہلے بھی یوسف کے معاملے میں زیادتی کر چکے ہو، میں تو اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا

جب تک میرے والد اجازت نہ دے دیں یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ نہ فرما دے، تم واپس جاؤ اور کہو کہ ابا جان تمہارے بیٹے نے چوری کر لی ہے آپ اس بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم تھے یا اس قافلے والوں سے معلوم کر لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں، ہم بالکل سچے ہیں، حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے یہ سن کر فرمایا کہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے، میں تو صبر کروں گا شاید اللہ ان سب کو مجھ سے ملا دے، پھر یعقوب (علیہ السلام) ان سے منہ پھیر کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ہائے یوسف! اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ دل میں بھی بہت رنجیدہ تھے، لڑکے کہنے لگے کہ آپ تو بس یوسف کو ہی یاد کئے جاتے ہیں، آپ تو اس کے غم میں خود کو گھلا دیں گے یا اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے، کہنے لگے کہ میں تو اپنے رنج وغم کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں، اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کی کھوج لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا، یہ لوگ پھر یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے اور عرض گزار ہوئے کہ اے بادشاہ ہم اور ہمارے اہل وعیال سخت مصیبت میں مبتلا ہیں، ہم کچھ حقیری سی پونجی لے کر حاضر ہوئے ہیں، آپ ہمیں پورا غلہ عنایت فرما دیں اور ہم پر صدقہ فرما دیں، یوسف (علیہ السلام) نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا، کہنے لگے کیا تم ہی یوسف ہو، انہوں نے کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے، انہوں نے کہا بخدا اللہ نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی ہے اور ہم واقعی خطا کار تھے یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمہاری مغفرت کرے گا اور وہ تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، میری یہ قمیص لے کر جاؤ اور میرے والد کے چہرے پر ڈال دو ان کی بینائی ٹھیک ہو جائے گی اور تم لوگ اپنے اہل وعیال کے ساتھ میرے پاس آ جاؤ، جب یہ قافلہ چلا تو ان کے والد نے کہا کہ میں تو یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں بہ ہر حال خوش

Scanned by CamScanner

خبری لانے والا آیا، اس نے قمیص ان کے چہرے پر ڈالی اور ان کی بینائی واپس آ گئی یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اپنے قریب بٹھایا اور کہا سب مصر چلیں ان شاء اللہ امن سے رہیں گے، اپنے والدین کو اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور سب کے سب ان کے سامنے سجدے میں جھک گئے، یوسف (علیہ السلام) کہنے لگے ابا جان یہ ہے تعبیر میرے اس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا، میرے رب نے اسے حقیقت بنا دیا ہے، یہ سورت مکمل طور پر اسی قصے پر مشتمل ہے۔

اب سورۂ رعد کا آغاز ہوتا ہے۔ سورۂ یوسف کے آخر میں توحید و رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی، قرآن کریم کی حقانیت اور وعدہ وعید کا بیان تھا سورۂ رعد میں بھی یہی مضامین پھیلے ہوئے ہیں، فرق صرف اجمال و تفصیل کا ہے، تین رکوع تک مضامین کا انداز بیان ایسا ہی ہے جیسے سورۂ یونس، سورۂ ہود اور اعراف کا ہے، بنیادی طور پر اس سورت میں بھی تین مضمون توحید، رسالت اور معاد مختلف طریقوں سے بیان کیے گئے ہیں، ان مضامین کو محض ذہن نشیں کرانا مقصود نہیں بلکہ دلوں کو ایمان کی طرف لانا بھی منظور ہے اسی لیے انداز بیان خالص منطقی نہیں ہے بلکہ مشفقانہ بھی ہے، ساتھ میں ترغیب، ترہیب اور تخویف بھی ہے، پوری سورت میں حق و باطل کی آویزش آنکھوں کے سامنے گردش کرتی نظر آتی ہے، درمیان میں مخالفین کے اعتراضات اور شبہات کا رد بھی ہے، اہل ایمان کو تسلی بھی دی جارہی ہے، جو دین کی محنت میں تھکے جارہے تھے اور ہر طرح کی تکلیف اٹھا رہے تھے، اس کے بعد سورۂ ابراہیم ہے، اس سورت کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں انبیاء کی تشریف آوری کے مقاصد اور ان کی دعوت کے نتائج کو عمومی طور پر پیش کیا گیا ہے اور خطاب کا رخ رؤسائے قریش کی طرف ہے جن کے ہاتھوں میں [illegible] یاست اور ریاست کی باگ ڈور تھی، سورۂ ابراہیم کی مناسبت سے اس پارے کے آخر میں حضرت

ابراہیم (علیہ السلام) کا مختصر واقعہ ہے اور حرم اور اہل حرم کے لیے اور اپنی نسل کے لیے خیر و برکت پر مشتمل دعائے ابراہیمی ہے، یہ سورت اس آیت پر ختم ہوتی ہے "یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے اور اس لیے ہے کہ ان کو اس کے ذریعے خبردار کردیا جائے اور وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ بس ایک ہی ہیں اور اہل عقل ہوش میں آجائیں۔"

۱۳/ رمضان المبارک

(پارہ: رُبَمَا)

چودھویں پارے کی ابتدا سورۂ حجر سے ہوئی، مدینہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جس کی طرف وَكَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ میں اشارہ کیا گیا ہے اس سورت میں دو باتیں نمایاں نظر آتی ہیں ایک تو یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرصۂ دراز سے دعوت دیتے چلے آرہے ہیں، لیکن قوم ہٹ دھرمی پر کمر بستہ ہے، دوسری یہ کہ قوم کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دل شکستگی کے جو آثار پیدا ہو رہے تھے انہیں دل بستگی سے بدلا جا رہا ہے، آپ کو تسلی دی جا رہی ہے اور ہمت بندھائی جا رہی ہے، اس سورت کی ابتدائی آیات میں قرآن کریم کے متعلق فرمایا گیا کہ ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں آگے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کاملہ کا بیان ہے کہ ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کے لیے اس کو آراستہ کیا، ہم نے زمین کو پھیلایا اس میں ہر قسم کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار میں اگائیں، چند آیات کے بعد تخلیق انسانی اور تخلیق آدم کا ذکر ہے، شیطان نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اس کا تفصیلی بیان ہے، اس سورت میں بھی کچھ انبیائے کرام مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام کے قصے مذکور ہیں، مقام حجر کے باشندوں نے بھی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی تھی، ہم نے اپنی آیات ان کے پاس بھیجیں مگر وہ اعراض کرتے رہے، یہ لوگ پہاڑ تراش تراش کر مکان بنایا کرتے تھے اور مطمئن و بے خوف تھے کہ ایک زبردست دھماکے نے صبح صبح ان کو آلیا اور ان کی

تدبیریں کچھ کام نہ آئیں۔ یہاں پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کفار کی سرکشیوں کو خوب صورتی کے ساتھ نظر انداز کر دیجئے آپ کا رب بڑا خالق اور بڑا عالم ہے، ہم نے آپ کو سات آیات (سورۂ فاتحہ) عطا فرمائیں جو بار بار دہرائے جانے کے قابل ہیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا، مشرکین کی ذرا پرواہ نہ کیجئے، ہم آپ کی طرف سے ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں، واقعی ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے، بس آپ تو اپنے رب کی تسبیح کرتے رہیں، نماز پڑھتے رہیں اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں۔

اس کے بعد سورۂ نحل ہے، وجہ ظاہر ہے کہ اس میں شہد کی مکھی کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے، مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ تم عذاب کی باتیں بہت کرتے ہو آخر وہ عذاب آ کیوں نہیں جاتا، اس سورت کا آغاز دراصل ان ہی کا جواب ہے، اللہ کا حکم آچکا ہے اب جلدی مت مچاؤ، فرمایا جا رہا ہے کہ عذاب الٰہی تو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے، اس کے لیے اتنی جلدی کیوں کر رہے ہو، جو کچھ مہلت تمہیں ملی ہوئی ہے اس کو غنیمت سمجھتے اور حق کو سمجھنے کی کوشش کرتے، اس کے بعد تنبیہ و تذکیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اور کائنات کی کھلی شہادتوں کے ذریعے یہ سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شرک باطل ہے اور توحید برحق ہے، اس سلسلے میں منکرین وحدانیت کو جو اشکالات اور شبہات ہیں ان کا جواب دیا جاتا ہے، باطل پر اصرار اور حق کے مقابلے میں ہٹ دھرمی کے خوفناک نتائج سے ڈرایا جاتا ہے، اسلام کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات پیش کی جاتی ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے رفقاء کی ہمت اور حوصلہ بڑھایا جاتا ہے۔ اس سورت کا آغاز باری تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بے مثال صناعی پر دلائل کے ساتھ ہوا ہے۔ اسی ضمن میں مشرکین کی ہٹ دھرمیوں کا بھی ذکر ہے اور ان کے عقائد و اعمال کا بیان بھی ہے، اس کے بعد پھر ان چیزوں کا ذکر ہے جو

Scanned by CamScanner

اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں اور ان میں انسان کے لیے سامانِ عبرت بھی ہے۔ فرمایا تمہارے لیے مویشیوں میں بھی سبق موجود ہے کہ ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے ایک چیز یعنی خالص دودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے نہایت خوش گوار ہے۔ اسی سلسلۂ کلام میں شہد کی مکھی کا ذکر بھی ہوا۔ فرمایا کہ آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں اپنے چھتے بنا لے اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس لے اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہ پر چلتی رہ۔ اس مکھی کے اندر سے مختلف رنگوں کا شربت نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے، یقیناً اس میں بھی ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ رزق میں مال و دولت میں لوگوں کے درمیان جو فرق ہے وہ بھی قدرتِ الٰہیہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اسی نے لوگوں کے لیے بیویاں بنائیں، اور بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے انعامات نہیں تو کیا ہیں۔ آگے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا تھا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے تاکہ تم شکر گزار بنو۔ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ کس طرح آسمان کی فضاؤں میں مسخر ہیں، اللہ کے سوا ان کو کس نے تھام رکھا ہے، اس میں بھی اہلِ ایمان کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا، اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے مکانات بنائے جنہیں تم سفر و حضر میں بہت ہلکا پاتے ہو، اس نے جانوروں کے اون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں بنائیں جو ایک مقررہ مدت تک تمہارے کام آتی ہیں، اس نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لیے سایہ بنایا، پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائیں

اور تمہیں ایسی پوشاکیں عطا کیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ ایسی پوشاکیں دیں جو جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں، اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمتیں تمام کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔

آگے قرآن کریم کی ایک جامع آیت ہے جس میں اسلام کی مکمل تعلیمات چند لفظوں میں سمو دی گئی ہیں، فرمایا: بلاشبہ اللہ عدل و احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، بے حیائی، بدی اور ظلم سے منع کرتے ہیں، وہ تمہیں نصیحت کرتے ہیں تاکہ تم سبق لو، اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو، جب تم عہد کرو اور اپنی قسمیں پکی کرنے کے بعد نہ توڑو، جب کہ تم اپنے اوپر اللہ کو گواہ بنا چکے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے باخبر رہتے ہیں، تمہاری حالت اس عورت کی سی نہ ہونی چاہیے جس نے اپنی محنت سے خود سوت کاتا اور خود ہی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نوچ ڈالا، تم اپنی قسموں کو باہمی معاملات میں مکر و فریب کا ذریعہ مت بناؤ کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ کر فائدہ اٹھائے حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس عہد و پیمان کے ذریعے تمہاری آزمائش کرتے ہیں اور جن چیزوں میں تم جھگڑتے ہو عن قریب قیامت کے دن وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی۔

اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر وہ جس کو چاہتا ہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کر دیتا ہے، آگے کچھ اور نصیحتیں بھی ہیں، فرمایا: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور صبر کرنے والوں کو ہم ان کے بہترین عمل کی جزا ضرور دیں گے، یہ بھی فرمایا: مرد و عورت میں جس نے بہ حالت ایمان نیک عمل کیا ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور انہیں ان کے اعمال کے صلے میں بہترین جزا دیں گے، فرمایا: جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں، آگے قرآن کریم ہی کے متعلق ارشاد

Scanned by CamScanner

فرمایا کہ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے گا تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن خود ہی گھڑ لیتے ہو، بلکہ اکثر لوگ جاہل ہیں، آپ فرما دیجئے کہ قرآن کو تو روح القدس نے حکمت حق کے مطابق میرے رب کی طرف سے نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کو ثابت قدم رکھے اور یہ قرآن مسلمانوں کے لیے ہدایت اور خوش خبری (کا ذریعہ) ہو جائے۔

کچھ آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بستی امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو رزق فراوانی کے ساتھ ملا کرتا تھا، پھر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کو جھٹلانا شروع کر دیا، تب اللہ نے اس بستی کو بھوک اور خوف میں بستی والوں کی کارستانیوں کی وجہ سے مبتلا کر دیا، یہ پارہ ان آیات پر اختتام پذیر ہوتا ہے کہ آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلایئے، اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں بحث کیجئے، بلاشبہ آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اپنی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے اگر تم بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہے، لیکن اگر تم صبر سے کام لو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے، آپ صبر کرتے رہیے، آپ کا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر آزردہ نہ ہوں اور نہ ان کی چالبازیوں سے تنگ دل ہوں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صاحب تقویٰ ہیں اور اچھے عمل کرنے والے ہیں۔

۱۴/ رمضان المبارک

(پارہ: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ)

اس پارے کی ابتدا سورۂ بنی اسرائیل سے ہوتی ہے، اس سورت کے اکثر مضامین توحید و رسالت اور معاد وغیرہ سے متعلق ہیں، واقعۂ اسراء و معراج سے یہ سورت شروع ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کا اظہار بھی مقصود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات بھی، ضمناً حضرت موسیٰ اور حضرت نوح علیہما السلام کا ذکر بھی ہے، ان دونوں انبیائے کرام کے ذکر سے بھی منصب رسالت کی تقویت اور تائید مقصود ہے، فرمایا: پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس (مسجد اقصیٰ) کے آس پاس ہم نے برکتیں عطا کر رکھی ہیں تاکہ ہم ان کو اپنی نشانیاں (عجائبات قدرت) دکھلائیں، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی تھی اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا کہ تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز مت بنانا اور تم ان لوگوں کی اولاد ہو جنہیں ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اور نوح (علیہ السلام) ایک شکر گزار بندے تھے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل پر انعامات کا اور ان کی احسان فراموشی کا ذکر ہے یہود سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے ممکن ہے تمہارا رب تم پر رحم فرمائے، لیکن اگر تم نے پہلی جیسی روش اختیار کی تو ہم بھی سزا کے پرانے طریقے کی طرف لوٹ جائیں گے اور ہم نے کافروں کے لیے جہنم کا قید خانہ بنا رکھا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن سیدھی راہ دکھلاتا ہے اور جو اہل ایمان عمل صالح کرتے ہیں انہیں بڑے اجر کی

Scanned by CamScanner

خوش خبری دیتا ہے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ کے کچھ انعامات کا ذکر ہے کہ ہم نے رات اور دن کی دو نشانیاں بنائی ہیں، ہم رات کی نشانی مٹا کر دن کی نشانی کو روشن کرتے ہیں تاکہ تم اپنے رب کی روزی تلاش کر سکو اور ماہ و سال کا حساب جان سکو۔

چند آیات کے بعد کچھ خاص احکام کے ساتھ بندوں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ آپ کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی اُف بھی مت کرنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان کے ساتھ دائرۂ ادب میں رہ کر گفتگو کرنا اور ان کے لیے انکساری اور نرم دلی کے ساتھ جُھکے رہنا اور یہ دعا کرنا اے اللہ ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔ اور رشتہ داروں کو ان کا حق دیتے رہو، اور مسکین و مسافر کو بھی ان کا حق دو، اور فضول خرچی مت کرو فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے اور اگر آپ کو ان لوگوں سے پہلو تہی کرنی پڑے جو اپنے پروردگار کی رحمت کے بھروسے پر رزق کی آس لگائے بیٹھے تھے تو ان سے نرم بات کرنا (یعنی اگر امید رکھنے والوں کو کچھ دے نہ سکو تو ان سے نرم بات ضرور کرو) نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لو (کچھ خرچ ہی نہ کرو) اور نہ بالکل ہی کھلا چھوڑ دو (جو کچھ ہے سب خرچ کر ڈالو) اور رنج و حسرت میں تہی دست ہو کر بیٹھ رہو، بلاشبہ آپ کا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر بھی ہے اور نگراں بھی ہے اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بلاشبہ ان کا قتل بڑا گناہ ہے اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ وہ برا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ ہے اور کسی نفس کو جسے

اللہ نے حرام قرار دیا ہو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر (اسلامی قانون نے قتل بالحق کو پانچ صورتوں میں محدود کیا ہے، قاتل عمد سے قصاص، دین کی مخالفت کرنے والوں سے جنگ، باغیوں کو بہ طور سزا قتل کرنا، شادی شدہ زانی مرد و عورت کو سنگسار کرنا، مرتد کا قتل، ان کے علاوہ جو بھی قتل ہے وہ ناحق ہے) جو شخص ظلماً قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق دیا ہے، پس چاہئے کہ وہ (قصاص کے) قتل میں حد سے نہ گزرے اس کی مدد کی جائے گی، یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اچھے (جائز) طریقے پر تاوقتیکہ وہ بالغ نہ ہو جائیں (پھر ان کا مال ان کے سپرد کر دو) عہد کی پابندی کرو، بلاشبہ عہد کے سلسلے میں تمہیں جواب دہی کرنی ہوگی، ناپو تو پورا ناپو اور ٹھیک ترازو سے وزن کرو، یہ عمدہ طریقہ ہے اور اس کا انجام بہتر ہے، کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو (خواہ مخواہ تجسس میں نہ پڑو) تم سے کان، آنکھ دل سب ہی کے متعلق پوچھا جائے گا، زمین میں اکڑ کر مت چلو، نہ تم زمین کو (قدموں سے) پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو، ان میں سے ہر ایک کی برائی آپ کے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

ان لازوال اخلاقی تعلیمات کے بعد فرمایا کہ ہم نے قرآن میں طرح طرح سے لوگوں کو سمجھایا کہ وہ نصیحت پکڑ لیں (مگر اب ان کا حال یہ ہے کہ) جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم ان کے اور آپ کے مابین ایک پردہ ڈال دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے، قرآن کریم کے متعلق مشرکین مکہ کے روّیے کا ذکر ہو رہا ہے کہ چھپ چھپ کر قرآن سنتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ ایک سحر زدہ شخص ہے، مشرکین کو بعث بعد الموت پر اعتراض تھا، آگے اس کا تفصیل سے ذکر ہے کہ وہ عنقریب دیکھ لیں گے کہ جب ہم تمام انسانوں کو ان کے نامۂ اعمال سمیت بلائیں گے، جس کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنا نامۂ اعمال پڑھے گا اور اس پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، جو

Scanned by CamScanner

شخص اس دنیا میں اندھا بن کر رہا (یعنی اس نے چشم بصیرت سے ہماری نشانیوں کو نہیں دیکھا اور ہم پر ایمان نہیں لایا) وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ اندھے سے بھی زیادہ گم کردۂ راہ ہوگا۔ آگے کفار کی اسلام دشمنی کا ذکر ہے۔ ایسے حالات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کرنا چاہئے، فرمایا کہ آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک نمازیں ادا کیا کیجئے، اور صبح کی نماز کا اہتمام بھی کیجئے، بلاشبہ صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے اور رات کے کسی بھی حصے میں نماز تہجد پڑھا کیجئے یہ آپ کے لیے اضافہ ہے، عجب نہیں کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے، اور آپ یہ دعا فرماتے رہیں کہ اے اللہ مجھے جہاں بھی لے جائیں خوبی کے ساتھ لے جائیں اور جہاں سے نکالیں خوبی کے ساتھ نکالیں، اس سورت کے آخری سے پہلے والے رکوع میں ایک سوال وجواب بھی ذکر کیا گیا ہے، فرمایا: یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اگر تمام جن وانس مل کر بھی اس جیسا قرآن لانا چاہیں تو لا نہ سکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے معین ومددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

اس سورت کے بعد سورۂ کہف کا آغاز ہوا، اس سورت میں کفار کے ذریعے پوچھے گئے تین سوالوں میں سے دو کا جواب مذکور ہے، ایک کا جواب پچھلی سورت میں آچکا ہے، تینوں سوالوں کے جواب میں کفر واسلام کے مابین کشمکش پوری طرح نمایاں ہے، اس سورت میں تین اہم قصے بھی بیان کئے گئے ہیں، پہلا قصہ اصحاب کہف کا ہے، ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار اور پہاڑ والے ہماری کوئی بہت بڑی نشانیوں میں سے تھے، جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم کو اپنی خاص رحمت عطا فرما

اور ہمارے احوال درست فرمادے، تب ہم نے انہیں (اسی) غار میں گہری نیند سلادیا پھر ہم نے ان کو (نیند سے) اٹھایا تاکہ دیکھیں کہ ان کے دو گروہوں میں سے مدت قیام سے کون زیادہ واقف ہے، ہم آپ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی عطا کردی تھی اور ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کردیئے تھے جب وہ اٹھے اور انہوں نے اعلان کردیا کہ ہمارا رب تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود نہ پکاریں گے (واقعے کی طرف لوٹتے ہوئے فرمایا) اگر آپ انہیں غار میں دیکھتے تو یوں نظر آتا کہ جب سورج نکلتا ہے تو ان کے غار کو چھوڑ کر دائیں جانب چڑھ جاتا ہے اور جب چھپتا ہے تو ان سے بچ کر بائیں جانب نکل جاتا ہے اور وہ غار کے ایک کشادہ حصے میں پڑے ہوئے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہے، آگے فرمایا: تم انہیں دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں، حالاں کہ وہ سوئے ہوئے تھے، ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ دیتے رہتے تھے اور ان کا کتا غار کے منہ پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہوا تھا، اگر آپ انہیں جھانک کر دیکھ لیتے تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور ان کا خوف طاری ہوجاتا، اور اسی طرح (جس طرح سلایا تھا) انہیں جگایا تاکہ وہ آپس میں سوال جواب کریں، ان میں سے ایک نے پوچھا تم کتنی دیر (اس غار میں) ٹھہرے (باقی نوجوانوں نے) کہا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم وقت، کہنے لگے کہ تمہارا رب ہی جانتا ہے تم کتنے وقت (غار) میں رہے اب اپنے میں سے کسی کو یہ پیسے لے کر شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ اچھا کھانا دیکھ کر تمہارے لیے کھانے کا سامان لے کر آئے اور نرمی سے کام لے اور کسی کو کانوں کان تمہاری خبر نہ ہو، اس لیے کہ اگر کہیں وہ ہم پر غالب آگئے یا تو وہ ہمیں سنگسار کردیں گے یا اپنے مذہب میں لوٹنے پر مجبور کردیں گے، اگر ایسا ہوا تو تم کبھی فلاح نہ پاسکو گے

Scanned by CamScanner

اس طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال پر مطلع کر دیا تا کہ وہ یہ بات جان لیں کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، اب لوگوں میں ان کے معاملے میں اختلاف شروع ہوا، کچھ نے کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنا دو، کچھ لوگوں نے جو معاملات میں غالب تھے یہ کہا کہ ہم ان کے قریب ایک مسجد تعمیر کریں گے، کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین (نوجوان) تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا، کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا، یہ سب اندازے کی تیر ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا، آپ فرما دیجئے کہ آپ کا رب ان کی تعداد زیادہ بہتر جانتا ہے، کم ہی لوگ صحیح تعداد سے واقف ہیں، آپ اس معاملے میں ان سے زیادہ حجت نہ کیجئے اور نہ اس کے متعلق کسی سے کچھ پوچھئے (بیچ میں جملہ معترضہ کے طور پر فرمایا) آپ کبھی کسی کام کے بارے میں یہ نہ کہا کیجئے کہ میں اسے کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے (یعنی اِن شاء اللہ کہا کیجئے) اور اگر اِن شاء اللہ کہنا بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کیا کیجئے اور کہئے کہ شاید میرا رب اس سے بھی قریب تر بات کی طرف میری رہ نمائی کرے گا۔

اور (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو نو سال رہے، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ان کے قیام کی مدت زیادہ جانتے ہیں، آگے دنیا کی بے ثباتی کو دو مثالوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ وہ دن آنے والا ہے جب ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ ایک چٹیل میدان پڑا ہوا ہے، پارے کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر کا ایک واقعہ ہے، راستے میں ان کی ملاقات ایک بزرگ (حضرت خضر علیہ السلام) سے ہوتی ہے حضرت موسیٰ ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے بھی اس میں سے کچھ سکھلا دیں جو مفید علم آپ کو سکھلایا گیا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکتے، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے صبر کا اور اطاعت کا وعدہ کیا، حضرت خضر

(علیہ السلام) نے اس شرط پر ساتھ رہنے کی اجازت دے دی کہ جب تک میں کسی معاملے میں خود کچھ نہ کہوں آپ مجھ سے کوئی سوال نہ کریں گے، دونوں چلے، ایک کشتی میں سوار ہوئے، حضرت خضر (علیہ السلام) نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا کیا آپ نے اس لیے کشتی میں سوراخ کیا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کر دیں؟ یہ تو بڑا غلط کام کیا ہے آپ نے، فرمایا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا میری فروگزاشت پر مواخذہ نہ فرمائیں اور میرے معاملے میں سختی سے کام نہ لیں، پھر دونوں چلے، یہاں تک کہ انہیں ایک لڑکا ملا، حضرت خضر (علیہ السلام) نے اسے قتل کر دیا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بولے کیا آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی ہے، یہ تو بہت ہی غلط حرکت کی ہے آپ نے؟

Scanned by CamScanner

۱۵/ رمضان المبارک

(پارہ: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ)

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ گزشتہ پارے میں شروع ہوا تھا، آخر میں یہ ذکر تھا کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے ایک بے گناہ لڑکے کو مار ڈالا تھا، اس پر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ آپ نے بے جا حرکت کی ہے کہ آپ نے لڑکے کو بلا کسی سبب کے ہلاک کر دیا، حضرت خضر (علیہ السلام) نے ان کا وعدہ یاد دلایا اور فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ (رہ کر اور اس طرح کے واقعات دیکھ کر) صبر نہ ہو سکے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (ایک مہلت اور دیجئے) اگر اس مرتبہ میں آپ سے کسی معاملے میں کچھ پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے بے شک آپ میری طرف سے عذر کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں، پھر دونوں (حضرات) آگے چلے یہاں تک کہ ان دونوں کا گزر ایک گاؤں والوں پر ہوا تو انہوں نے گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا، گاؤں والوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا، اتنے میں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی حضرت خضر (علیہ السلام) نے وہ دیوار سیدھی کر دی، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر اجرت لے لیتے (آخر کو انہوں نے کھانا دینے سے انکار کیا ہے) اس پر حضرت خضر (علیہ السلام) نے کہا کہ یہ لمحہ میری اور آپ کی جدائی کا ہے اور اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ نے صبر نہیں کیا جہاں تک کشتی کا معاملہ ہے وہ چند غریب لوگوں کی تھی جو (اس کے ذریعے) دریا میں محنت مزدوری کیا کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اس کشتی میں کوئی عیب پیدا کر دوں

ان لوگوں کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی (ان کے مالکان سے) چھین لیا کرتا تھا، اور لڑکے کا قصہ یہ ہے کہ اس کے والدین صاحب ایمان تھے، ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے (یعنی وہ دونوں بیٹے کی محبت میں کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں) چناں چہ ہماری یہ خواہش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بدلے میں (دین داری) میں اس سے اچھی اور محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر اولاد عطا کرے، اور وہ جو دیوار تھی ایسے دو یتیم بچوں کی تھی جو اس گاؤں میں رہتے ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ (مدفون) ہے، ان کے والد نیک انسان تھے آپ کا رب چاہتا ہے کہ یہ دونوں بالغ ہوں اور آپ کے رب کی مہربانی سے اپنا خزانہ نکالیں اور یہ (تمام) کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کئے ہیں، یہ ہے ان چیزوں کی حقیقت جس پر آپ کو صبر نہ ہو سکا۔

آپ سے یہ لوگ ذوالقرنین کے متعلق بھی دریافت کرتے ہیں (کہ وہ کون تھے) آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے کروں گا (اس کے بعد ذوالقرنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (وافر مقدار میں) دیا تھا، چناں چہ وہ (بلاد مغرب کی فتح کے ارادے سے) ایک راہ پر چلے یہاں تک کہ جب اس جگہ پہنچے جہاں آفتاب غروب ہوتا ہے (مراد جانب مغرب کی آخری آبادی) تو انہوں نے آفتاب کو دیکھا کہ وہ ایک سیاہ پانی کے چشمے میں ڈوب رہا ہے اور اس کے پاس انہوں نے ایک قوم بھی دیکھی، (وہ قوم اہل کفر میں سے تھی) ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تمہیں اختیار ہے) چاہے تو تم اس قوم کو سزا دو اور چاہو تو ان کے بارے میں نرمی اختیار کرو، انہوں نے عرض کیا: جو ظالم (وکافر) ہوگا ہم اس کو سزا ضرور دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹ جائے گا جو اس کو اس سے بھی برا عذاب دے گا اور جو ایمان لائے گا اور اچھا عمل کرے گا

Scanned by CamScanner

اس کے لیے بہترین جزا ہے اور ہم بھی (دنیا میں) اسے سہولت پہنچائیں گے ذوالقرنین پھر آگے بڑھے (اس مرتبہ رخ مشرق کی طرف تھا) یہاں تک کہ آفتاب نکلنے کی جگہ پر (مشرق کی انتہائی آبادی تک) پہنچے، دیکھا کہ آفتاب ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے کہ ہم نے ان کے لیے آفتاب سے کوئی رکاوٹ نہیں بنائی تھی (وہ لق ودق صحرا میں دھوپ کے اندر تھے) یہ قصہ اس طرح ہے اور جو کچھ ذوالقرنین کے پاس تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے، پھر وہ ایک راستے پر چل پڑے، یہاں تک کہ ایسے مقام پر جا پہنچے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع تھا، ان پہاڑوں کے پیچھے ایک قوم ملی، یہ لوگ کوئی بھی بات سمجھ ہی نہیں پاتے تھے (پھر کسی طرح) انہوں نے عرض کیا کہ اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، کیا ہم آپ کو کچھ رقم بہ طور خراج ادا نہ کردیں اور آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں، ذوالقرنین نے فرمایا میرے رب نے جس مال میں تصرف کا اختیار دیا ہے وہ بہت ہے، البتہ تم (افرادی) قوت سے میری مدد کرو تاکہ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنادوں، آگے دیوار کی تعمیر کا ذکر ہے کہ لوہے کے بڑے بڑے گاٹر لگا کر دیوار بنائی گئی اور اس پر تانبہ پگھلا کر ڈالا گیا۔ سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر ہوتا ہے کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے روشنائی کی جگہ سمندر ہو تو سمندر کا پانی ختم ہوجائے اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں اگرچہ ہم دوسرا (سمندر) بھی اسی جیسا اس کی مدد کو لائیں۔

اس پارے میں سورۂ مریم بھی ہے، پہلے دو رکوع میں حضرت زکریا، حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) کے قصے سنانے کے بعد تیسرے رکوع میں حالات کی مناسبت سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ سنایا گیا ہے کیوں کہ وہ بھی ایسے ہی حالات میں اپنے والد، اہل خاندان اور اہل وطن کے ظلم وستم سے عاجز

آکر گھر سے نکل گئے تھے، کفار مکہ کو بتلایا گیا کہ آج ہجرت کرنے والے مسلمان حضرت ابراہیم (علیہ السلام) جیسے حالات سے دوچار ہیں، اور تم جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہما السلام) کی اولاد ہو ان ظالموں کی جگہ لے رہے ہو جنہوں نے ایک دن تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کردیا تھا، دوسری طرف سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ہجرت کرنے والوں کو یہ خوش خبری دی گئی کہ جس طرح حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو وطن سے نکلنے کے بعد عظمت اور سربلندی ملی اسی طرح آپ لوگوں کو بھی ملے گی، اس سورت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ادریس علیہما السلام کے قصے بھی مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔

اگلی سورت طٰہٰ ہے، سورت کے آغاز میں قرآن کریم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑجائیں یہ تو ڈرنے والوں کے لیے نصیحت ہے اور یہ اس ذات پاک کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین اور بلند آسمان پیدا کئے ہیں، جو رحمٰن عرش پر قائم ہے اور جو مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمان وزمین میں ہیں اور ان دونوں کے درمیان ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں۔ چاہے تم پکار کر کہو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات بلکہ اس سے بھی مخفی بات جانتا ہے، اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے لیے بہترین نام ہیں، ان تمہیدی کلمات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جارہا ہے کہ کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کی خبر پہنچی ہے؟ اس کے بعد حضرت موسیٰ کا مکمل قصہ مذکور ہے، اس قصے کے بہت سے حصے سابقہ پاروں میں آچکے ہیں، یہاں اتنا ذکر ہے کہ جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) حضرت شعیب (علیہ السلام) سے طے شدہ معاملہ پورا کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ وطن تشریف لانے لگے تو راستے میں انہوں نے ایک مقام پر آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھہرو میں

Scanned by CamScanner

نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس میں سے ایک آدھ انگارہ لے کر آؤں یا اس کے پاس (جا کر) راستے کا پتہ چل جائے، جب وہ آگ کے پاس آئے تو انہیں پکارا گیا اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں اپنے جوتے اتار دو، تم ایک وادئ مقدس میں ہو، میں نے تمہیں (پیغمبری کے لیے) چن لیا ہے اب تم پر جو وحی کی جا رہی ہے اسے غور سے سنو اس کے بعد کچھ ہدایات کے ساتھ فرعون تک پہنچنے کا حکم ہے، باقی قصہ گذشتہ پاروں میں مختلف جگہوں پر گذر چکا ہے، اور کچھ واقعات آئندہ پاروں میں بھی آنے والے ہیں، اس قصے کے اختتام پر مشرکین مکہ کے ایک اور سوال کا ذکر ہے کہ وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو دھول بنا کر اڑا دے گا، اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا دے گا کہ اس میں تم کوئی بل اور شکن نہ دیکھو گے، اس وقت منادی کی آواز پر سب لوگ ناک کی سیدھ میں چلے آئیں گے اور تمام آوازیں اللہ کے سامنے دب جائیں گی، تم ایک سُر سراہٹ بھی نہ سن پاؤ گے، اس دن کوئی سفارش نفع نہ دے گی اِلاّ یہ کہ اللہ رحمٰن ورحیم کسی کو اس کی اجازت دے اور اس کی بات سننا پسند کرے، اللہ تمہارے آگے پیچھے کی سب باتیں جانتا ہے اور دوسروں کو اس کا پورا علم نہیں ہے، لوگوں کے سر اس حی وقیوم کے آگے جھک جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا ہوگا وہ (اس دن) ناکام ونامراد ہوگا، اور جس نے ایمان کے ساتھ نیک عمل کئے ہوں گے اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ حق تلفی کا خطرہ ہوگا آگے قرآن کریم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس طرح قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح کی وعیدیں بیان کی ہیں شاید وہ لوگ ڈر جائیں یا وہ اس سے نصیحت پکڑیں، اللہ تعالیٰ بلند وبرتر ہے، بادشاہ حقیقی ہے، قرآن کریم پڑھنے میں جلدی نہ کیا کیجئے جب تک آپ کی طرف اس کی وحی مکمل نہ پہنچ جائے اور یہ دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما، اس کے بعد حضرت آدم (علیہ السلام)

کا قصہ ابتدائے آفرینش سے مذکور ہے، یہ قصہ بھی مختلف انداز میں کئی پاروں میں آچکا ہے، یہ قصہ سنانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اس میں واقعتا اہل فہم کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات طے نہ کر دی گئی ہوتی اور مہلت کی ایک مدت متعین نہ کر دی گئی ہوتی تو ان کا بھی فیصلہ ہو چکا ہوتا جو باتیں یہ (مشرکین) کیا کرتے ہیں آپ ان پر صبر کیا کیجئے اور اپنے رب کی حمد وثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کیجئے، سورج نکلنے سے پہلے، اس کے غروب ہونے سے پہلے رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرتے رہئے اور دن کے آغاز واختتام پر بھی تا کہ آپ خوش ہوں اور دنیوی زندگی کی اس شان وشوکت کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے۔

Scanned by CamScanner

۱۶/ رمضان المبارک

(پارہ: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ)

اس پارے کا آغاز سورۂ انبیاء سے ہوتا ہے، اس سورت میں وہ حالات بیان کیے گئے ہیں جو نبوت کے ابتدائی دنوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو درپیش تھے آپ کی دعوت توحید و رسالت اور عقیدۂ آخرت پر سرداران قریش طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے، اور آپ کے خلاف طرح طرح کی سازشیں رچا کرتے تھے اس سورت میں ان اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے اور ان سازشوں کے خلاف فہمائش بھی کی گئی ہے، سورت کا آغاز ان ارشادات سے ہوا کہ لوگوں کے حساب کا وقت قریب آپہنچا ہے اور وہ منہ پھیرے ہوئے غفلت میں پڑے ہیں، ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے اسے سن تو لیتے ہیں مگر کھیل کود میں مست رہتے ہیں، ان کے دل بے کار چیزوں میں الجھے ہوئے ہیں اور یہ لوگ آپس میں اس طرح کی سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری طرح انسان ہی تو ہیں، کیا تم کھلی آنکھوں جادو میں پھنس جاؤ گے؟ (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سرگوشیوں کے جواب میں) ارشاد فرمایا کہ میرا رب آسمان و زمین میں کی جانے والی ہر بات سے واقف ہے اور وہ خوب سننے اور خوب جاننے والا ہے بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ (ان کی باتیں) پراگندہ خواب ہیں بلکہ من گھڑت افسانے ہیں بلکہ یہ تو شاعر (معلوم ہوتے) ہیں ورنہ (اگر یہ سچے پیغمبر ہیں تو) لائیں کوئی نشانی جس طرح پیغمبر (نشانیوں کے ساتھ) بھیجے گئے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں کا ذکر فرمایا کہ کس طرح ان کے پاس پیغمبر بھیجے گئے اور کس طرح انہوں نے اپنے

پیغمبروں کی تکذیب کی، اور اس تکذیب کے نتیجے میں ان پر کس طرح کے عذاب مسلط کیے گئے، اس کے بعد زمین و آسمان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین اس لیے نہیں بنایا کہ ہم کھیلنا چاہتے تھے، اور اگر ہمیں یہی کچھ کرنا ہوتا تو ہم اپنے پاس سے کر لیتے، بلکہ ہم تو حق کے ذریعے باطل پر چوٹ لگانا چاہتے ہیں جو اس کا بھیجا نکال دیتا ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مٹ جاتا ہے اور تمہارے لیے ان باتوں کی وجہ سے جو تم گھڑتے ہو تباہی ہے، زمین و آسمان میں جو مخلوق بھی ہے سب اسی کی ہے اور جو اس کے نزدیک مقبول ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے خود کو بڑا سمجھ کر سرتابی کرتے ہیں اور نہ ملول ہوتے ہیں (بلکہ) شب و روز تسبیح کرتے رہتے ہیں، تھکتے نہیں ہیں، کیا ان کے خدا جو انہوں نے زمین میں سے بنائے ہیں ایسے ہیں جو کسی کو زندہ کر دیتے ہوں (آگے خدا کی وحدانیت پر دلیل کے طور پر فرمایا) اگر آسمان و زمین میں اللہ کے علاوہ بھی دوسرے خدا ہوتے تو یہ دونوں تباہ و برباد ہو جاتے، کچھ آگے چل کر زمین و آسمان کی تخلیق، پانی، پہاڑ، چاند، سورج وغیرہ میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔

پانچویں رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ کچھ نئے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے بتوں کو توڑ دیا تھا، اس پر چہ میگوئیاں شروع ہوئیں، کس نے توڑا، کس نے یہ حرکت کی، کہنے لگے جس نے بھی ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے وہ ظالموں میں سے ہے، لوگوں نے کہا کہ ایک نوجوان کے بارے میں کہا جا رہا ہے (کہ اس نے ایسا کیا ہے) اس کا نام ابراہیم ہے انہوں نے کہا کہ اسے لوگوں کے سامنے پکڑ کر لاؤ تاکہ سب اس کو دیکھ لیں، (جب حضرت ابرہیم علیہم السلام کو مجمع عام میں لایا گیا تو ان سے) پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے، انہوں نے جواب دیا بلکہ (یہ کام) ان کے بڑے (معبود) نے انجام دیا ہے، ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں، تب وہ دل میں سوچنے لگے اور کہنے لگے

Scanned by CamScanner

کہ حقیقت میں تم ہی غلطی پر ہو، پھر انہوں نے (شرمندگی سے) اپنے سر جھکائے اور کہنے لگے کہ تمہیں معلوم ہے یہ بولتے نہیں ہیں (اس پر حضرت ابراہیم نے) کہا کہ کیا تم اللہ کے سوا ایسے معبودوں کی پرستش کرتے ہو جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، افسوس ہے تم پر اور ان پر جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، کیا تمہیں عقل نہیں ہے (اس جواب سے قوم کے لوگ غصے سے بے قابو ہو گئے) اور کہنے لگے کہ اسے جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے (چناں چہ حضرت ابراہیم کو آگ کے حوالے کر دیا گیا) ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا، یہ لوگ ابراہیم کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہتے تھے ہم نے انہیں ناکام کر دیا، اور ہم ابراہیم اور لوط (علیہما السلام) کو بچا کر ایسی سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا والوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں، اور ہم نے ان کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا کیا اور ہر ایک کو مرد صالح بنایا اور انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم سے رہ نمائی حاصل کرتے تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی، نماز پڑھنے کی اور زکوۃ دینے کی ہدایت کی اور وہ ہمارے عبادت گزار (بندے) تھے۔

اس کے بعد حضرت لوط (علیہ السلام) کا ذکر خیر ہے، حضرت نوح (علیہ السلام) کا بھی ذکر ہے، اور حضرت داؤد (علیہ السلام) کا بھی تذکرہ ہے، فرمایا: ہم نے داؤد اور سلیمان کو اس نعمت (نبوت و رسالت) سے نوازا جب کہ وہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے، جس میں رات کے وقت لوگوں کی بکریاں جا گھسی تھیں اور ہم ان کے فیصلے (کا عمل) خود دیکھ رہے تھے، اس وقت ہم نے سلیمان کو اس فیصلے کی سمجھ دے دی، حالاں کہ ہم نے دونوں ہی کو علم اور حکمت عطا کی تھی، اور ہم نے داؤد کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا جو ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے اور یہ کام ہم ہی کرنے والے تھے، اور ہم نے انہیں تمہارے فائدے کے لیے زرہ بنانے کا

فن سکھلا دیا تھا تاکہ وہ زرہ تمہیں تمہارے (دشمنوں کی) ضرب سے بچائے۔ اور سلیمان کے لیے ہم نے آندھی جیسی ہوا کو مسخر کر دیا جو ان کے حکم سے اس زمین میں چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی، اور ہم ہر چیز سے واقف تھے، اس سورت میں حضرت ایوب (علیہ السلام) کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ ہم نے ایوب کو بھی یہ نعمت عنایت کی تھی، وہ وقت یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ میں بیماری میں مبتلا ہوں اور آپ ارحم الراحمین ہیں، ہم نے ان کی دعا قبول کی اور جو بیماری انہیں لاحق تھی اس سے نجات عطا کی، انہیں ان کے اہل وعیال اور ان ہی جیسے اور بھی بہت سے (رفقاء اور ساتھی) دیئے، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل (علیہم السلام) کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے اور انہیں ہم نے اپنی رحمت کے دائرے میں شامل کر لیا تھا یہ نیکوکار لوگ تھے، حضرت یونس (علیہ السلام) کا بھی ذکر آیا کہ جب وہ خفا ہو کر چل دیئے اور انہیں گمان ہوا کہ ہم ان پر قدرت نہ پاسکیں گے، تب انہوں نے (مچھلی کے پیٹ میں جا کر) تاریکیوں میں یہ آواز لگائی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ پاک ہے بلاشبہ میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہوں، تب ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں اس تکلیف سے نجات دی اور ہم اہل ایمان کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

اس سورت میں حضرت زکریا اور حضرت یحیی (علیہما السلام) کا بھی ذکر ہے ان دونوں پیغمبروں کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے، سورت کے آخر میں قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لیے باعث رحمت بنا کر بھیجا ہے، اس کے بعد سورۂ حج بھی قیامت کے ذکر ہی سے شروع ہوئی ہے کہ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے، اس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ پینے والے بچے سے غافل

Scanned by CamScanner

ہو جائے گی اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالاں کہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی نہایت سخت ہوگا۔ اس کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ اگر تم بعث بعد الموت کے متعلق کسی شک میں مبتلا ہو تو (تمھیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ) ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر منی سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے کہ پوری بھی ہوتی ہے اور ادھوری بھی تا کہ تم پر حقیقت واضح کر دیں، ہم جس کو چاہتے ہیں رحم مادر میں ایک خاص مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ایک بچے کی شکل وصورت دے کر نکالتے ہیں تا کہ تم جوانی تک پہنچ جاؤ، پھر تم میں سے بعض کو (پہلے ہی) اٹھا لیا جاتا ہے اور بعض کو بدترین عمر (انتہائی بڑھاپے) کی طرف پھیر دیا جاتا ہے، پھر فرمایا: قیامت ہر حال میں آئے گی اس میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ قبروں میں سے لوگوں کو اٹھائیں گے، کچھ آیات کے بعد اہل کفر کا ذکر ہے، ان کو جو عذاب دیا جائے گا اس کا بیان ہے، اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ جب کبھی وہ گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے کہ اب آگ کا مزہ چکھو۔

اب سورت کے نام کی مناسبت سے حج کا ذکر شروع فرمایا کہ یاد کیجئے جس وقت ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے خانہ کعبہ کی جگہ تجویز کی تھی (اور کہا تھا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک وصاف رکھنا اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دینا وہ لوگ آپ کے پاس پیادہ پا، اونٹوں پر سوار، قریب اور دور ہر مقام سے چلے آئیں گے، تا کہ وہ (یہاں آ کر) فائدے دیکھیں جو ان کے لیے (محفوظ کئے گئے) ہیں اور معلوم ومتعین ایام میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لے کر (انہیں ذبح کریں) جو انہیں دیئے گئے ہیں پھر ان جانوروں میں سے خود بھی کھائیں اور غریبوں اور محتاجوں کو بھی کھلائیں، پھر اپنا میل کچیل دور کریں اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم ومحفوظ

گھر کا طواف کریں، قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک ضابطہ بنا دیا ہے تا کہ لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو ان کو عطا کئے گئے تھے، آگے اذن جہاد کا تذکرہ ہے کہ جو لوگ ظلم کئے جا رہے تھے انہیں قتال کی اجازت دے دی گئی ہے اور اللہ ان کی مدد پر پوری طرح قادر ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے ہیں، صرف اس بات پر کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ (از روئے مصلحت) بعض لوگوں کی طاقت بعض لوگوں سے کمزور نہ کراتا تو خانقاہیں، گرجا گھر، عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے سب مسمار کر دی جاتیں۔

حق وباطل کے باہمی ٹکراؤ کے اس تسلسل پر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دعوت دی کہ وہ کائنات میں غور وفکر کریں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین وآسمان کی تمام چیزیں اور وہ کشتیاں جو اس کے حکم واجازت سے سمندر میں چلتی ہیں مسخر کر رکھی ہیں اور اسی نے آسمان کو اپنے حکم سے زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے، بلاشبہ اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے، بڑا رحم کرنے والا ہے، اہل ایمان سے فرمایا کہ اے ایمان والو! رکوع کرو، سجدہ کرو، اور اپنے رب کی عبادت کرو، اور اچھے کام کیا کرو تا کہ فلاح پاؤ، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اللہ نے تمھیں اپنے کام کے لیے منتخب کر لیا ہے اور اس نے دین کے اندر تمہارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت (پر) ہو انہوں نے اس سے پہلے بھی تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا) یہی نام ہے تا کہ تمہارے لیے رسول گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ بنو، تم لوگ نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی اختیار کرو، وہی تمہارا مولی ہے بہترین مولی ہے، اور بہترین مددگار ہے۔

Scanned by CamScanner

۱۷/ رمضان المبارک

(پارہ: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ)

اس پارے کا آغاز سورۂ المومنون سے ہوتا ہے، اس کی ابتدائی آیات میں اہل ایمان کے سات اوصاف بیان کئے گئے اور جو لوگ ان سات اوصاف سے متصف ہیں ان کے متعلق فرمایا گیا ہے "بلاشبہ ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں، اور جو لغو باتوں سے دور رہنے والے ہیں، اور جو زکوۃ دینے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں کا اور اپنے وعدوں کا خیال رکھنے والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں فردوس کے وارث جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعد کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور انسان کی تخلیق میں اس کی بے مثال صناعی کا بیان ہے، اگر کوئی ان باتوں پر غور کرلے تو وہ ایمان کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار ہی نہیں کرسکتا، فرمایا ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے بنایا، پھر ہم نے اس کو نطفے سے بنایا، تخلیق کے دوسرے مراحل ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ کی کتنی بڑی شان ہے، وہ تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے، پھر فرمایا: پھر تم اس کے بعد مرنے والے ہو، پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے، زمین و آسمان کی تخلیق، پانی کا نزول، میووں اور پھلوں کے باغات، حیوانات کی تخلیق جن کا تم دودھ بھی پیتے ہو اور جن کا گوشت بھی کھاتے ہو اور جن پر سواری بھی کرتے ہو، اور سواری کے لیے کشتیاں بھی استعمال کرتے ہو، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہی کاریگری کا شاہکار ہیں۔ اس تفصیل کے بعد حضرت نوح (علیہ السلام) کا قصہ ہے، پھر عاد و ثمود کا، پھر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ نہایت اختصار کے

ساتھ ہے، پھر اہل ایمان اور اہل کفر کا ذکر ہے، اہل ایمان کے متعلق تو فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں، اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس وقت ان کے دل میں یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائی کے کاموں میں سبقت کررہے ہیں اور جلدی کررہے ہیں، دوسری طرف کفار ہیں کہ ان کے دل اس طرح کے کاموں سے غافل ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے کاموں میں منہمک ہیں، یہاں تک کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو اپنی گرفت میں لیں گے تو یہ چلانے لگیں گے، (اس وقت ہم کہیں گے) آج مت چلاؤ اب تمہاری کسی طرح کی مدد نہیں کی جائے گی، رکوع کے آخر تک اسی طرح کے مضامین بیان کئے گئے ہیں، پھر سابقہ مضمون کی طرف واپسی ہوئی اور انعامات خداوندی کا ذکر ہوا کہ اسی نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے لیکن تم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو، سورت کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا ان کے درمیان کوئی رشتہ نہ رہ جائے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال دیا ہے، وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں، چند آیات کے بعد فرمایا اللہ ان سے پوچھیں گے تم زمین میں کتنے سال رہے، وہ کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہو، کاش تم نے جان لیا ہوتا (کہ دنیا کی زندگی مختصر ہے) کیا تم اس گمان میں جلا تھے کہ تم کو بےکار پیدا کیا گیا ہے اور تمہیں واپس نہیں جانا ہے۔

سورۂ المومنون کے بعد سورۂ نور ہے، یہ بہت اہم احکام پر مشتمل سورت ہے

Scanned by CamScanner

سب سے پہلے تو زنا کی سزا کا بیان ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں تمہارا دامن نہ پکڑے (یہ غیر شادی شدہ کے زنا کی سزا ہے، شادی شدہ مرد وعورت کے زنا کی سزا نہیں ہے، جس کا ذکر بہ کثرت معتبر روایات میں ہے) دوسری تعزیری سزا تہمت لگانے والوں کے لیے متعین کی گئی کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ لے کر نہیں آتے ان کو سو سو کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرنا، یہ لوگ فاسق ہیں، تیسرا حکم یہ بیان کیا گیا کہ جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس ان کے سوا کوئی دوسرا گواہ نہ ہو تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو، اور عورت سے سزا ٹال دی جائے گی اگر وہ چار مرتبہ قسم کھا کر یہ کہے کہ وہ (الزام لگانے والا شوہر) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب پڑے اگر وہ سچا ہو۔

اس کے بعد ایک اہم واقعے کا ذکر ہے جو سیرت وتاریخ کی کتابوں میں واقعۂ افک کے نام سے مشہور ہے، یہ واقعہ بہ طور اختصار اس طرح ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق اور غزوۂ مریسیع سے فراغت کے بعد جب قافلے کی روانگی کا اعلان ہوا تو حضرت عائشہ الصدیقہؓ ضروریات سے فراغت کے لیے باہر تشریف لے گئیں، وہاں آپ کے گلے کا ہار گم ہو گیا، اس کے ڈھونڈنے میں کچھ وقت لگا، اتنے میں قافلہ روانہ ہو گیا جس ہودج میں آپ سوار تھیں یہ سمجھ کہ اسے اونٹ پر رکھ دیا گیا کہ آپ اس میں بیٹھ چکی ہیں، حضرت عائشہؓ واپس تشریف لائیں تو قافلہ جا چکا تھا، آپ نے دانش مندی سے کام لیا اور چادر اوڑھ کر اسی جگہ بیٹھ گئیں جہاں سے قافلہ روانہ ہوا تھا، پھر آپ کی آنکھ لگ گئی، کچھ دیر کے بعد حضرت صفوانؓ جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

خدمت کے لیے مامور کیا تھا کہ وہ قافلے کے کوچ کرنے کے بعد واپس آ کر دیکھیں اور اگر کوئی سامان وغیرہ رہ گیا ہو تو اسے اٹھا لیں، واپس آئے تو دیکھا کہ کوئی چادر اوڑھے سو رہا ہے، ان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عائشہؓ قافلے سے بچھڑ گئی ہوں گی، قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کو پہچان لیا، کیوں کہ نزول حجاب سے پہلے انہوں نے حضرت عائشہؓ کو دیکھ رکھا تھا، یہ دیکھ کر انہوں نے انا للہ پڑھی، آواز سے حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھل گئی انہوں نے چہرہ ڈھانپ لیا، حضرت صفوانؓ نے خاموشی کے ساتھ اونٹ بٹھایا، جس پر آپ سوار ہو گئیں اور مدینے سے پہلے پہلے لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہو گئیں، منافقین نے حضرت عائشہؓ کو حضرت صفوانؓ کے ساتھ اونٹ پر سوار دیکھا تو بے پر کی باتیں اڑانی شروع کر دیں، اور الزامات لگانے شروع کر دیے، بعض سادہ لوح مسلمان بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے، مدینہ منورہ میں یہ افواہ ایک مہینے تک اڑتی رہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سخت اذیت میں مبتلا رہے، حضرت عائشہؓ بھی روتی رہیں اور ان کے والدین بھی سخت ترین صدمے سے دوچار رہے، اس رنج وغم کی وجہ سے حضرت عائشہؓ بیمار پڑ گئیں، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے گھر چلی گئیں، ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے، حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے، والدین بھی قریب تھے، آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہؓ! مجھے تمہارے متعلق یہ خبریں پہنچی ہیں اگر تم بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر فرمائیں گے اور اگر تم سے کوئی لغزش سرزد ہو گئی ہو تو توبہ واستغفار کرو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میری آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے، میں نے اپنے والدین سے جواب دینے کے لیے کہا ان دونوں نے معذرت کر دی، تب میں نے جواب میں کہا کہ واللہ مجھے معلوم ہے کہ ایک بات آپ لوگوں کے کانوں میں پڑی ہے اور دلوں میں بیٹھ گئی ہے، اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ

Scanned by CamScanner

ہوں اور واقعی میں بے گناہ ہوں مگر آپ لوگ نہیں مانیں گے اور اگر میں نے خواہ مخواہ ایسی بات کا اعتراف کر لیا جو میں نے نہیں کی ہے تو آپ اسے مان لیں گے، واللہ اب میں اپنے اور آپ کے معاملے کی کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی جو حضرت یوسف (علیہ السلام) کے والد حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کی غلط بات سن کر فرمائی تھی کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں، یہ کہہ کر میں الگ بستر پر جا کر لیٹ گئی اور میں نے دوسری طرف کروٹ بدل لی، اس وقت میں اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ اللہ میری بے گناہی سے واقف ہیں وہ ضرور حقیقت کھول دیں گے، اتنے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو وحی کے نزول کے وقت ہوا کرتی تھی، ہم سب خاموش ہوگئے، میں اپنی جگہ مطمئن تھی، مگر میرے والدین خوف زدہ تھے کہ معلوم نہیں کیا بات سامنے آئے، کچھ دیر کے بعد آپ کی وہ کیفیت ختم ہوگئی، آپ اس وقت بے حد خوش تھے، آپ نے ہنستے ہوئے جو پہلی بات ارشاد فرمائی وہ یہ تھی مبارک ہو عائشہ اللہ نے تمہاری برأت کردی ہے اس کے بعد آپ نے سورۂ نور کی یہ دس آیتیں مجھے سنائیں کہ "جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے، وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہے تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے خیر ہی ہے، جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا"۔

اس سورت میں حضرت عائشہ الصدیقہؓ کی برأت کے ساتھ ساتھ یہ ہدایت بھی کی گئی کہ آنکھیں بند کر کے تہمتوں پر یقین مت کیا کرو، نہ انہیں پھیلاتے پھرو، بلکہ ان کو دباؤ اور ان کا سدِ باب کرو، جو لوگ بے ہودہ خبریں اور بری افواہیں پھیلائیں اور مسلم معاشرے میں فواحش و منکرات کو رواج دیں وہ سزا کے مستحق ہیں، یہ بھی ہدایت کی گئی کہ مسلم معاشرے میں اجتماعی تعلقات کی بنیاد باہمی حسن ظن پر ہونی چاہئے، جب تک کسی کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو وہ بے گناہ ہے، اس سورت میں کچھ اور اخلاقی ہدایات سے بھی نوازا گیا، مثلاً یہ کہ ایک دوسروں کے گھروں میں بے تکلف نہ گھسو بلکہ پہلے

اجازت حاصل کر لو، مرد اور عورتیں سب نگاہیں نیچی رکھیں، نہ ایک دوسرے کو تاکیں نہ گھوریں، عورتیں اپنے گھروں کے اندر بھی سینہ اور سر ڈھانپ کر رکھیں، البتہ شوہروں کے سامنے کوئی حرج نہیں، اپنے محرم رشتہ داروں اور گھر کے (نابالغ) خادموں کے سوا کسی کے سامنے بن سنور کر نہ آئیں، ان کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ باہر نکلیں تو اپنی زیب و زینت چھپا کر نکلیں اور ایسے زیور نہ پہنا کریں جن کی آواز غیر مردوں تک پہنچے کا اندیشہ ہو، معاشرے میں نکاح کا چلن ہونا چاہئے، غیر شادی شدہ افراد کا نکاح کیا جانا چاہئے، یہاں تک کہ غلام باندی بھی بلا نکاح کے نہ رہیں، اس لیے کہ تجرد سے فواحش پھیلتے ہیں، لونڈی اور غلام بدل کتابت ادا کر کے آزادی حاصل کر سکتے ہیں، مالک بھی ان کی مدد کریں اور دوسرے مسلمان بھی اس کام میں مالی امداد دیا کریں، جبر کری پر سخت بندشیں لگائی گئیں، خانگی ملازموں اور نابالغ بچوں کے لیے یہ قاعدہ بھی مقرر کیا گیا کہ وہ خلوت کے اوقات یعنی صبح، دوپہر اور رات کے وقت گھر کے کسی مرد یا عورت کے کمرے میں اچانک نہ گھس جایا کریں اولاد تک اجازت لے کر داخل ہو، بوڑھی عورتیں گھروں میں سروں سے ڈوپٹہ اتار سکتی ہیں مگر بن سنور کر خود کو دکھاتی نہ پھریں، بلکہ وہ بھی سر ڈھانپے رہیں تو زیادہ بہتر ہے، اندھے، لنگڑے، لولے اور بیمار کو یہ رعایت دی گئی ہے کہ اگر وہ کسی کے یہاں سے بلا اجازت کچھ لے لیں تو اسے چوری اور خیانت نہ سمجھا جائے، قریبی عزیزوں اور بے تکلف دوستوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اجازت کھا پی بھی سکتے ہیں۔ پوری سورت اسی طرح کے معاشرتی احکام پر مشتمل ہے، اس کے بعد سورۂ فرقان شروع ہوئی، اس میں ان شبہات و اعتراضات پر کلام کیا گیا ہے جو قرآن کریم پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اور آپ کی تعلیمات پر کفار مکہ کی طرف سے پیش کیے جاتے تھے، ہر اعتراض کا دنداں شکن جواب دیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ حق سے منہ موڑو گے تو برے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۱۸/ رمضان المبارک

(پارہ: وَقَالَ الَّذِيْنَ)

سورۃ الفرقان چل رہی ہے جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس میں مشرکین مکہ کے اعتراضات وشبہات اوران کے جوابات بیان کیے گئے ہیں، اسی ضمن میں ارشاد فرمایا: جولوگ (قیامت کے دن) ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر (بہ جائے انسان کو رسول بنانے کے) فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے، یہ لوگ اپنے اندر بڑا گھمنڈ لئے بیٹھے ہیں اوراپنی سرکشی میں حد سے گزر گئے ہیں، اس کے بعد قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ کس طرح یہ لوگ اس دن چیخ اٹھیں گے، نیک لوگوں کا ذکر ہے کہ اس روز ان کے لیے جنت بہترین ٹھکانہ ہوگا، آگے کچھ دلائل قدرت بیان کئے گئے ہیں کہ آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کا رب کس طرح سایہ پھیلا دیتا ہے، اللہ اگر چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس سائے کی تبدیلی پر ایک علامت مقرر کیا، پھر ہم نے اس سائے کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا، اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے لباس اور نیند کو راحت وآرام کا ذریعہ، اور دن کو جی اٹھنے کا وقت بنایا، اور وہی ہے جو اپنی رحمت کی بارشوں سے پہلے ہواؤں کو خوش گوار بناتا ہے، پھر آسمان سے پانی اتارتا ہے، جو پاک وصاف کرنے کی چیز ہے تاکہ ہم مردہ علاقے کو اس آب باراں سے زندگی بخشیں اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے جانوروں اور انسانوں کو سیراب فرمائیں، اور ہم اس پانی کو لوگوں میں تقسیم کردیتے ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں، وہی اللہ ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے، ایک لذیذ وشیریں اور دوسرا شور وتلخ، اور دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے

اور ایک رکاوٹ ہے جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملنے سے روکتی ہے، اللہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو بنایا پھر اس نے نسب اور سسرال کے دو رشتے الگ الگ چلائے، آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے، (مگر) یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کررہے ہیں جو انہیں نہ نفع دیتی ہیں اور نہ نقصان پہنچاتی ہیں، قدرت کی صناعی پر ایک اور دلیل کے طور پر ارشاد فرمایا کہ وہ بڑی اعلا وبرتر ذات ہے جس نے آسمان میں بروج (بڑے بڑے ستارے اور سیارے) بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشن چاند بنایا، وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے چلنے والا بنایا۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور مخصوص بندوں کے اوصاف بیان کئے ہیں یہ کل تیرہ اوصاف ہیں، فرمایا: رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین میں نرم روی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان کے منہ کو آتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھئے، اس کا عذاب جان لیوا ہے، وہ بڑی ہی بُری جگہ اور بڑا ہی بُرا ٹھکانہ ہے، اور یہ لوگ وہ ہیں جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ کنجوسی اختیار کرتے ہیں، بلکہ معتدل راستہ اختیار کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اور نہ کسی جان کو ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں، اور جو شخص ایسا کام کرے گا اسے سزا بھگتنی ہوگی، اور جو بے ہودہ (باتوں یا کاموں) میں شامل نہیں ہوتے اور اگر وہ غلط کاموں کے پاس سے گزرتے بھی ہیں تو شریف انسانوں کی طرح (گردن جھکا کر) گزر جاتے ہیں، جب ان کو ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے، یہ لوگ اپنی دعا میں کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں سے اور اپنے بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا، یہ وہ

Scanned by CamScanner

لوگ ہیں جو اپنے صبر کا پھل (جنت کے) بلند و بالا محل کی شکل میں پائیں گے، اور اس میں ان کا استقبال سلامتی کی دعاؤں سے ہوگا، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑا ہی اچھا مقام اور ٹھکانہ ہے، آپ (مشرکین سے) فرما دیجئے کہ میرے رب پر کیا فرق پڑتا ہے اگر تم اس کی عبادت نہ کرو اگر تم نے تکذیب کی تو عن قریب ایسی سزا پاؤ گے جس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

یہاں سے سورۃ الشعراء شروع ہوتی ہے، اس سورت میں زیادہ تر انبیائے کرام کے واقعات ہیں، اور ان کی دعوت کا ذکر ہے، ان کی قوموں نے اپنے انبیائے کرام کے ساتھ کیا سلوک کیا اور ان کی دعوت کو کس طرح ٹھکرایا اس کا بیان ہے، سورت کے آغاز میں فرمایا کہ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں، پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ شاید اس غم میں خود کو ہلاک کر ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، ہم اگر چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔ اس کے بعد بہ طور تسلی دوسرے انبیائے کرام کے واقعات بیان کئے اور بتلایا کہ تکذیب کا یہ سلسلہ آپ ہی کی ذات تک محدود نہیں ہے، اس سے پہلے بھی ہم نے مختلف قوموں میں انبیاء و رُسل بھیجے اور ان کی تکذیب کی گئی، اس سلسلے میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس قصے کے زیادہ تر حصے مختلف جگہوں پر آ بھی چکے ہیں، حضرت ابراہیم، حضرت نوح حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب علیہم السلام کے واقعات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، یہ واقعات بھی گزر چکے ہیں۔ بات قرآن کریم کے ذکر سے شروع ہوئی تھی، آخر میں پھر قرآن کا ذکر ہے کہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے، اسے امانت دار فرشتہ آپ کے قلب پر عربی زبان میں لے کر نازل ہوا ہے تا کہ آپ بھی ڈرانے والوں میں ہوں اور اس (قرآن) کا ذکر گزشتہ صحیفوں میں

بھی ہے، کیا اہل مکہ کے لیے یہ بات حجت نہیں ہے کہ اس سے (قرآن سے) بنی اسرائیل کے علماء واقف ہیں، اگر ہم اسے کسی عجمی پر نازل کرتے اور وہ اسے پڑھ کر سناتے تب بھی یہ لوگ اس پر ایمان نہ لاتے۔ آگے فرمایا اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں اترے نہ وہ اس کام کے لیے موزوں ہیں اور نہ ایسا کرنا ان کے بس میں ہے، وہ تو اس کے سننے تک سے محروم ہیں، بہ ہر حال آپ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں ورنہ آپ بھی سزا پانے والوں میں ہو جائیں گے، اور اپنے قریب ترین رشتے داروں کو ڈرائیے، اور اہل ایمان میں سے جو لوگ آپ کی اتباع کر رہے ہیں ان کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آئیے، اور اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہاری حرکتوں سے بریٔ الذمہ ہوں، اور اللہ پر توکل رکھئے جو زبردست ہے اور رحم والا ہے جو آپ کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور نمازیوں کے ساتھ حرکت کرتے ہیں (اٹھتے بیٹھتے ہیں) وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے، کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر اترتے ہیں، ہر مکار اور گنہ گار پر اترتے ہیں، سنی سنائی باتیں کانوں میں ڈالتے ہیں، اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں، رہے شعراء تو ان کی اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں، آپ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر وادیٔ (خیال) میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ بات کہتے ہیں جس پر عمل نہیں کرتے۔

سورۂ نمل دو طرح کے مضامین پر مشتمل ہے، شروع کے چار رکوع میں بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم کی رہ نمائی سے صرف وہ لوگ مستفید ہو سکتے ہیں اور اس میں بیان کردہ بشارتوں کے صرف وہی لوگ مستحق ہو سکتے ہیں جو ان حقائق کو دل و جان سے تسلیم کر لیں جو اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں، پھر ان حقائق کو تسلیم ہی نہ کریں بلکہ ان پر عمل کر کے بھی دکھلائیں، دوسرے مضمون میں کائنات کے حقائق اور قدرت کے دلائل کی طرف اشارہ کر کے کفار مکہ سے پوچھا گیا ہے کہ کیا یہ حقائق توحید کا اثبات

Scanned by CamScanner

کر رہے ہیں یا کفر و جحود کا جس میں تم مبتلا ہو۔

اس سورت میں بھی فرعون، ثمود اور قوم لوط کی سرکشیوں کا ذکر ہے، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکۂ سبا کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ملکۂ سبا کو کسی چیز کی کمی نہیں تھی، اپنی قوم کی سردار تھی، مگر جب اس پر حق واضح ہوا تو کوئی چیز اسے قبول حق سے نہ روک سکی، قصے کا آغاز اس طرح ہوا کہ ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا فرمایا اور انہوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر فضیلت عطا کی ہے، اور ہم نے سلیمان کو داؤد کا وارث بنایا، انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھلائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں عطا کی گئی ہیں، واقعی یہ کھلا فضل ہے سلیمان (علیہ السلام) کے لیے جن اور انسانوں کے لشکر جمع کیے گئے، اور وہ نظم و ضبط کے پابند تھے، جب وہ چیونٹیوں کی ایک وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں چلی جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کے لشکر کے لوگ تمہیں پیس ڈالیں، اور انہیں خبر بھی نہ ہو، سلیمان اس کی بات سن کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھے ہمیشہ شکرِ احسان کی توفیق عطا فرما جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمایا ہے، میں اور آپ کے پسندیدہ اعمال صالحہ کرتا رہوں تاکہ آپ مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمالیں (ایک دن) سلیمان (علیہ السلام) نے پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا کہ کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے، میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا، ورنہ اسے میرے سامنے (غائب ہونے کی) معقول وجہ بتلانی ہوگی، کچھ دیر کے بعد ہدہد نے آ کر کہا کہ میں ایسی خبر لے کر آیا ہوں جو آپ کے علم میں نہیں تھی، میں آپ کے پاس قبیلۂ سبا کی ایک عورت کی یقینی خبر لے کر آیا ہوں، میں نے وہاں ایک عورت دیکھی ہے جو اس قوم کی

حاکم ہے اور اسے ہر چیز عطا کی گئی ہے اور اس کا ایک زبردست تخت ہے، میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہیں سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے، میرا یہ خط لے کر جا اور اسے ان کی طرف ڈال کر دیکھ کہ وہ کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں، ملکہ نے (خط پڑھ کر) کہا کہ میرے پاس ایک بڑا اہم خط ڈالا گیا ہے اور وہ سلیمان کی جانب سے ہے اور اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے (اس میں لکھا ہے کہ) میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مطیع بن کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ، اس کے بعد ملکۂ سبا نے حاضری کا ارادہ کیا، حضرت سلیمان نے ملکہ کا تخت اپنے شاہی دربار میں (جنات کے ذریعے) منگوالیا تاکہ ملکہ اسے دیکھ کر حیران رہ جائے، بہ ہر حال وہ آئی اور اس نے دربار سلیمانی کا کروفر دیکھ کر کہا کہ اے میرے رب میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی اور اب میں نے سلیمان کے ساتھ اللہ کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

Scanned by CamScanner

۱۹/ رمضان المبارک

(پارہ: اَمَّنْ خَلَقَ)

اس پارے کا آغاز دلائل قدرت کے بیان سے ہوتا ہے، مشرکین مکہ سے پوچھا جارہا ہے کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے خوش نما باغ اُگائے، تمہارے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ تم ان باغوں کے درخت اُگاتے کیا (اب بھی) اللہ کے ساتھ دوسرا معبود (مانتے ہو) وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا، اور اس کے درمیان میں نہریں بنائیں، اور اس میں میخیں گاڑیں، اور دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ بنادی وہ کون ہے جو مجبور کی دُعا سنتا ہے جب وہ اسے پکارے، اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے، وہ کون ہے جو بحر و بر کی تاریکیوں میں تمہیں راستہ دکھلاتا ہے، وہ کون ہے جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری لے کر بھیجتا ہے، یہ اور اسی طرح کے دلائل و براہین کے ساتھ بیسویں پارے کا آغاز ہوا، آگے فرمایا کفار کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی میں مل چکے تو کیا واقعی ہمیں قبروں سے نکالا جائے گا، اس طرح کے وعدے ہم سے بھی کیے گئے اور ہمارے آباؤ اجداد سے بھی کیے گئے، مگر یہ گذشتہ زمانے کے افسانے ہی ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ذرا زمین میں گھوم کر دیکھو تو مجرمین کا کیا انجام ہوا ہے، اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو مکر وفریب یہ لوگ کر رہے ہیں اس سے تنگ دل مت ہوں، کچھ آگے جا کر فرمایا کہ اس روز جب ہم ہر امت میں سے ایک فوج کی فوج ان لوگوں کی گھیر کر لائیں گے جو ہماری آیات کی تکذیب کیا کرتے تھے، پھر ان کی جماعت بندی ہوگی اور جب سب حاضر ہو جائیں

گے تو اللہ تعالی فرمائیں گے کہ تم نے میری آیات کی تکذیب کی تھی، حالاں کہ تم نے انہیں جانا سمجھا بھی نہیں تھا، پھر فرمایا کہ وہ خوب جانتا ہے تم کیا کہا کرتے ہو، جو نیکی لے کر آئے گا اس کو اس سے بہتر صلہ ملے گا، اور وہ اس روز کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے اور جو بدی لے کر آئے گا ان کو اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا (اور کہا جائے گا کہ) تم کو ان اعمال کی سزا دی جارہی ہے جو تم لوگ کیا کرتے تھے، یہ سورت اسی مضمون پر ختم ہوئی اور اب سورۂ قصص شروع ہوتی ہے۔

اس سورت کا مرکزی موضوع ان شبہات کا خاتمہ ہے جو منکرین رسالت کے ذہنوں میں پیدا ہورہے تھے اور زبانوں پر آرہے تھے، اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کچھ نئی تفصیلات کے ساتھ بیان کیا گیا کہ اللہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ بغیر اسباب کے بھی ایسے حالات پیدا کردیتا ہے جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے لیے پیدا کیے، جس بچے کے ذریعے فرعون کی تباہی ہونی تھی اسی بچے کو فرعون کے گھر پرورش کرنے کے لیے بھیج دیا، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے قصے کے تعلق سے یہ کچھ الگ واقعات ہیں جو ابھی تک بیان نہیں کیے گئے تھے، فرمایا کہ ہم نے موسی کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم ان کو دودھ پلاؤ اور جب تمہیں ان کے متعلق کچھ خوف ہو تو ان کو دریا میں ڈال دینا، نہ ڈرنا اور نہ رنج کرنا، ہم اس بچے کو تمہارے پاس لوٹادیں گے اور ہم اسے پیغمبر بنانے والے ہیں، آخرکار فرعون کی ذریت نے موسی کو دریا سے نکال لیا تا کہ وہ ان کے لیے دشمنی اور رنج کا باعث بنیں، فرعون کی بیوی (بچے کو دیکھ کر) کہنے لگی کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے مت قتل کرنا شاید اس سے ہمیں کوئی نفع پہنچے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں (ادھر) موسی کی والدہ کا دل بڑا پریشان تھا، اگر ہم ان کا دل مضبوط نہ رکھتے تو بہت قریب تھا کہ وہ یہ راز فاش کردیتیں، والدہ نے ان کی بہن سے کہا پیچھے پیچھے جا کر پتہ لگا، بہن نے جا کر موسی کو دور سے اس طرح

Scanned by CamScanner

دیکھا کہ انہیں پتہ نہ چل سکا اور ہم نے پہلے ہی دودھ پلانے والیوں کی چھاتیاں ان پر ممنوع کر رکھیں تھی، تب بہن نے کہا کہ کیا میں تمہیں ایسے گھر والے نہ بتلا دوں جو تمہارے لیے اس بچے کی پرورش کر دیں گے، اس طرح ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہوں، اور جان لیں کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اکثر لوگ یہ بات جانتے نہیں، جب موسیٰ جوان ہو گئے اور باشعور ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں، (ایک روز) موسیٰ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے کہ اس شہر کے لوگ خواب غفلت میں تھے، وہاں انہوں نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں، ان میں سے ایک ان کی قوم کا تھا اور دوسرا ان کی دشمن قوم کا تھا، ان کی قوم کے آدمی نے موسیٰ کو دشمن قوم کے آدمی کے خلاف مدد کے لیے پکارا تو موسیٰ نے دشمن کے ایک مُکا رسید کر دیا جس سے وہ مر گیا، موسیٰ نے (یہ دیکھ کر) کہا یہ شیطان کا کارنامہ ہے (کہ اس نے مجھ سے اس شخص کو مروا دیا) بلاشبہ وہ دشمن اور کھلا گم راہ کرنے والا ہے، کہنے لگے کہ اے میرے رب میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے آپ مجھے معاف فرما دیجئے، اللہ نے انہیں معاف فرمایا، بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، اے میرے رب آپ نے مجھ پر انعام فرمایا ہے میں (اب) کبھی مجرمین کی مدد نہیں کروں گا، دوسری صبح وہ ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کل جس نے انہیں مدد کے لیے پکارا تھا وہ پھر انہیں زور زور سے آوازیں لگا رہا ہے، موسیٰ اس سے کہنے لگے کہ تو بڑا ہی گم راہ انسان ہے، پھر جب موسیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اس شخص کی طرف ہاتھ بڑھائیں جو دونوں کا دشمن تھا تو (ان کی قوم کا آدمی جو مدد کے لیے پکار رہا تھا) چیخ پڑا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ کیا تم مجھے بھی اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم ایک دشمن کو قتل کر چکے ہو، تم دنیا میں زبردست بن کر رہنا چاہتے ہو اور تم اصلاح کرنے

والوں میں سے نہیں ہو۔ (اس واقعے کے عام ہونے کے بعد) ایک شخص شہر کے آخری کنارے سے ڈرتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ (دشمن قوم کے) سرداروں نے تمہیں قتل کرنے کی سازش تیار کی ہے، اس لیے تم یہاں سے دور نکل جاؤ، میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں، چناں چہ موسیٰ شہر سے خوف زدہ ہو کر نکل پڑے اور یہ دعا کرنے لگے کہ اے میرے رب مجھے ظالموں سے نجات عطا کر، جب موسیٰ نے (شہر) مدین کا رخ کیا تو کہنے لگے کہ امید ہے میرا رب مجھے سیدھے راستے پر ڈال دے گا، جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں اور ان کے پیچھے دو عورتیں اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں، موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ کہنے لگیں کہ ہم اپنے جانوروں کو اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ لوگ اپنے جانوروں کو نکال کر نہ لے جائیں اور ہمارے والد بڑے بوڑھے آدمی ہیں، موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا اور ایک درخت کے سائے میں جا بیٹھے اور کہنے لگے کہ اے میرے رب جو خیر بھی مجھے عطا کریں میں اس کا محتاج ہوں، ان دونوں میں سے ایک لڑکی شرم و حیاء کے ساتھ چلتی ہوئی ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ آپ کو ہمارے والد بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کا معاوضہ دے سکیں، جب موسیٰ ان (بوڑھے شخص) کے پاس آئے اور ان کو پورا قصہ سنایا تو انہوں نے کہا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں، اب تم ظالموں سے نجات پا چکے ہو، ان میں سے ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان ان کو اجرت پر رکھ لیجئے، بہترین آدمی جسے آپ اجرت پر رکھیں وہ ہوتا ہے جو طاقت ور بھی ہو اور ایمان دار بھی ہو، انہوں (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کہا کہ میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ تمہارا نکاح اس شرط پر کر سکتا ہوں کہ تم میرے یہاں آٹھ سال تک ملازمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری

Scanned by CamScanner

مرضی پر منحصر ہے، موسی نے کہا کہ یہ معاملہ میرے اور آپ کے درمیان طے شدہ ہے ان میں سے جو بھی مدت میں پوری کردوں گا اس کے بعد مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہونی چاہئے اور اللہ ہمارے قول وقرار پر گواہ ہے، اس کے بعد حضرت موسیٰ ملازمت کی شرط پوری کرنے کے بعد اہل وعیال کو لے کر وطن واپسی کے لیے چلے کہ راستے میں نبوت سے سرفراز کیے گئے، بعد کے تمام واقعات پہلے بھی گزر چکے ہیں۔

دوتین رکوع کے بعد قارون کا تذکرہ ہے کہ قارون حضرت موسی کی قوم میں سے ایک شخص تھا پھر وہ اپنی قوم کے مقابلے میں سرکش بن گیا، ہم نے اس کو اتنے خزانے عطا کیے تھے کہ ان کی کنجیاں طاقتور آدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا پاتی تھی، اس کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ اترانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالی اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا، ایک دن وہ پورے لاؤلشکر اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ قوم کے سامنے آیا، جو لوگ دنیا کے طالب تھے وہ اسے دیکھ کر کہنے لگے کہ کاش ہمیں بھی وہی سب کچھ ملتا جو قارون کو ملا ہے، واقعی یہ شخص بڑی زبردست قسمت والا ہے اور جو اہل علم تھے وہ کہنے لگے کہ کم بختو اللہ کے یہاں کا اجر ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں، اور یہ دولت صبر کرنے والوں ہی کو ملتی ہے، انجام یہ ہوا کہ ہم نے اس کو اور اس کے محل کو زمین کے اندر دھنسا دیا۔

اس سورت کے بعد سورۂ عنکبوت شروع ہوئی، یہ سورت اس دور میں نازل ہوئی جب مسلمان سخت مصائب وآلام میں مبتلا تھے اور کفار مکہ کی طرف سے ان کے اوپر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، اس کے مختلف مضامین کے ذریعے سچے پکے مسلمانوں کو حوصلہ مندی اور استقامت کی تلقین کی گئی اور کفار مکہ کو دھمکی دی گئی کہ وہ اپنی حرکتوں سے اس عذاب کو دعوت نہ دیں جو ان جیسے لوگوں پر ہر دور میں نازل ہوتا رہا ہے، بعض نوجوان ایمان لا چکے تھے مگر ان کے والدین ان پر دباؤ ڈال رہے تھے

کہ وہ یہ دین چھوڑ دیں، اس پر نوجوانوں سے کہا گیا کہ ہم خود والدین کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتے ہیں، لیکن اگر وہ شرک پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت مت کرنا، اسی طرح بعض قبیلوں کے لوگ اسلام لانے والوں سے کہا کرتے تھے کہ عذاب ثواب کا چکر چھوڑو، ہم خود نمٹ لیں گے تم تو بس اپنے دین پر رہو، اگر خدا تمہیں پکڑے گا تو ہم خود تمہیں چھڑائیں گے اور خدا سے کہیں گے کہ ان بے چاروں کا کوئی قصور نہیں ہم نے خود انہیں ایمان چھوڑنے پر مجبور کیا تھا، ایسے لوگوں سے کہا گیا کہ کوئی کسی کی غلطیوں کا ذمہ دار نہیں ہوتا، جو لوگ ایسا کہہ رہے ہیں وہ جھوٹے ہیں، اس سورت میں کچھ انبیاء کے واقعات بھی بہ طور عبرت بیان کیے گئے ہیں تا کہ مسلمانوں میں حوصلہ پیدا ہو اس پارے کے آخری رکوع میں سورت کے نام کی مناسبت سے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے دوست بناتے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی ہی کا ہوتا ہے، کاش وہ یہ بات جان لیتے۔

Scanned by CamScanner

۲۰/ رمضان المبارک

(پارہ: اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ)

اس سے پہلے پارے کی آخری آیات میں توحید کا بیان چل رہا تھا اور کفار کے انکار کی بات سامنے آئی تھی کہ وہ سمجھانے کے باوجود سمجھ نہیں رہے ہیں اور طرح طرح کے اشکالات کرر ہے ہیں، اس پارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ ان کی حرکتوں پر افسوس نہ کریں بلکہ دو کام کریں، جن میں سے ایک تو تبلیغ بالقول ہے اور دوسرا تبلیغ بالعمل ہے، فرمایا اور آپ اس کتاب کی تلاوت کیا کیجئے جو آپ کی طرف بہ ذریعہ وحی بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کیجئے، بلاشبہ نماز بے حیائی سے اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔ آگے غیر مسلموں سے مناظرے اور مجادلے کا ایک اصول بیان فرمایا کہ آپ اہل کتاب سے مباحثہ مت کیا کریں، ہاں اگر اچھے طریقے سے ہو (تو کوئی حرج نہیں) اہل کتاب میں بھی جو ظالم ہیں ان کو چھوڑ کر (مباحثہ کر سکتے ہیں) اور (ان سے) کہہ دیجئے کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر نازل ہوئی ہے، ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کو مانتے ہیں، اس کے بعد اہل کفر کے عذاب اور اہل ایمان کے اجر وثواب کا کچھ ذکر ہے، کفار کے متعلق فرمایا کہ وہ سب باتیں اچھی طرح جانتے ہیں اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے، سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا تو وہ جواب میں کہیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کدھر کا دھوکا کھا رہے ہیں، اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمان سے پانی برسا کر اس کے ذریعہ مُردہ زمین کو زندگی کس نے بخشی، وہ ضرور یہ

کہیں گے اللہ نے، اس کے باوجود وہ کھلے دل سے اللہ کی حقانیت کا اعتراف نہیں کرتے اور دنیا کی چند روزہ زندگی میں مست ہیں، حالاں کہ دنیا کی یہ زندگی ایک کھیل کود کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اصل زندگی تو عالم آخرت ہے، کاش یہ بات جان لیں، جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اس وقت خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں اور جب اللہ انہیں صحیح سلامت خشکی پر لے آتا ہے تو (پھر) شرک شروع کر دیتے ہیں آگے فرمایا مکے کے مشرکین یہ بات نہیں جانتے کہ ہم نے (مکّے کو) پُر امن حرم بنا دیا ہے، حالاں کہ ان کے گرد وپیش کے لوگ بد امنی اور فتنہ وفساد کی وجہ سے اچک لئے جاتے تھے، اس کے بعد بھی وہ باطل کو مانیں گے اور اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے، اس سورت کی آخری آیت میں ارشاد فرمایا جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے، یقیناً اللہ اچھے عمل کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اگلی سورت کا نام الروم ہے، اس سورت میں دو پیشین گوئیوں کا ذکر ہے اور یہ دونوں پیشین گوئیاں اس وقت کی جاری ہیں جب مکّے کے مظلوم اور بے کس مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر چند سال کے بعد قرآن کریم کے مطابق واقعات رونما ہوئے، اس سے بڑھ کر قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے، ان پیشین گوئیوں کو سمجھنے کے لیے اس وقت کے حالات پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے آٹھ سال قبل قیصر روم مارلیں کے خلاف فوکاس نے بغاوت کرکے اس کو اس کے بیوی بچوں کو قتل کر ڈالا اور سلطنت پر قابض ہو گیا، ایران کا بادشاہ خسرو پرویز قیصر روم کا احسان مند تھا، کیوں کہ اسی کی وجہ سے اسے ایران کی حکومت نصیب ہوئی تھی، جب اس نے قیصر روم کے متعلق یہ واقعات سنے تو اس نے ۶۰۳ء میں روم کی نئی حکومت کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیا اور چند سال کے اندر وہ

Scanned by CamScanner

فوکاس کی فوجوں کو پے در پے شکست دیتا ہوا ایشیائے کوچک میں اڈیسا اور دوسری طرف شام میں حلب اور انطاکیہ تک پہنچ گیا، روم کے اعیان سلطنت نے جب یہ دیکھا کہ فوکاس شکست کھا رہا ہے تو انہوں نے افریقہ کے گورنر سے مدد مانگی، اس نے اپنے بیٹے ہرقل کو ایک بڑی فوج کے ہم راہ قسطنطنیہ بھیج دیا، اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ فوکاس کو اقتدار سے بے دخل کر دیا اور خود قیصر روم بن گیا، سب سے پہلے اس نے فوکاس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اس نے قیصر روم ماریس کے ساتھ کیا تھا، یہ ۶۱۰ء کا واقعہ ہے، اسی سال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز کئے گئے فوکاس کے زوال کے بعد بھی خسرو پرویز نے جنگ جاری رکھی اور رفتہ رفتہ یہ جنگ مجوسیت اور عیسائیت کے درمیان ہوگئی، یہودی خسرو پرویز کی طرف تھے، یہاں تک کہ اس کی فوج میں بڑی تعداد میں بھرتی بھی ہوئے، ہرقل خسرو پرویز کا بہت زیادہ مقابلہ نہ کر سکا، پہلے انطاکیہ فتح ہوا، پھر دمشق ایرانیوں کے قبضے میں چلا گیا ۶۱۴ء میں بیت المقدس مفتوح ہوگیا، اس وقت مکے میں الگ ہی حالات تھے، قریش مکہ مٹھی بھر مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے تھے، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد گھر بار چھوڑ کر حبش چلی گئی جو روم کی حلیف ایک عیسائی سلطنت تھی، اس وقت روم پر ایران کے غلبے کا چرچا ہر طرف تھا، مکے کے مشرکین اس پر خوش تھے اور کہتے پھرتے تھے کہ آتش پرست ایرانی فتح پر فتح حاصل کئے جا رہے ہیں اور آسمانی کتاب والے (عیسائی) شکست پر شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں، ان حالات میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایران کے شہ زوروں کے سامنے روم کے شکست خوردہ عیسائی غلبہ بھی پا سکتے ہیں، قرآن کریم نے پیشین گوئی کی ''الم! روم قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں اور اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر اندر وہ غالب آ جائیں گے، اللہ ہی کے لیے ہے ہر اختیار پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن (روم کے غلبے والے دن) مسلمان اللہ

کی فتح و نصرت پر خوشیاں منائیں گے، اللہ جس کو چاہتا ہے فتح سے ہم کنار کرتا ہے، وہ زبردست رحم والا ہے، یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے'' قرآن کریم کی یہ دونوں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں، ایک رومیوں کے غلبے کی، دوسرے مسلمانوں کی خوشیوں کی، یہ ۶۲۴ء کا سال ہے، نزول سورت کے لگ بھگ آٹھ سال بعد قیصر روم نے زرتشت کا مولد تباہ کر دیا اور ایران کے سب سے بڑے آتش کدے کو مسمار کر کے اپنی شکست کا بدلہ لے لیا، یہ وہ وقت ہے جب بدر کی جنگ میں مسلمان کامیابی حاصل کر کے خوشیاں منا رہے تھے، دوسری طرف وہ اس خبر سے بھی خوش تھے کہ قرآنی پیشین گوئی کے مطابق رومی کامیاب ہوگئے، یہ سورت اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ساتھ اسی طرح کے مضامین پر مشتمل ہے، اس میں کافروں کی ضد، عناد اور کفر و تکذیب کا بار بار ذکر کیا گیا ہے اور سابقہ امتوں کے مکذبینِ توحید و رسالت کا انجام ان کے سامنے رکھا گیا ہے، اسی ضمن میں قیامت کے اہوال اور احوال کا لرزہ خیز ذکر بھی ہے تا کہ کچھ تو کفار کے دل حق بات سننے کے لیے آمادہ ہوں، باری تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر بھی دلائل ہیں، آخیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور تشفی بھی دی جا رہی ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان حالات میں صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ اس وعدے کو ہرگز ہلکا نہ پائیں گے۔

اگلی سورت لقمان ہے، اس سورت میں بتلایا گیا ہے کہ شرک ایک لغو اور غیر معقول کام ہے اس کے برعکس توحید میں صداقت بھی ہے اور معقولیت بھی ہے، اس لیے مشرکین کو چاہئے کہ وہ باپ دادا کی تقلید چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ دعوت پر غور کریں، سورت کی ابتدا قرآن کریم کی تعریف سے ہوتی ہے، نضر بن الحارث نامی ایک شخص کچھ افسانوی واقعات کی کتابیں خرید کر لاتا تھا اور لوگوں کو قرآن

Scanned by CamScanner

کے مقابلے میں سنایا کرتا تھا اور قرآنی آیات کا مذاق اڑایا کرتا تھا، آگے اللہ تعالیٰ کی کاری گری کا ذکر ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا، تم ان کو دیکھ رہے ہو، اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے تاکہ وہ تمہیں ڈانوا ڈول نہ ہونے دے اور اس نے زمین میں ہر طرح کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر زمین سے عمدہ عمدہ چیزیں اُگائیں، یہ ہے اللہ کی تخلیق، اب مجھے بتلاؤ کہ دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے، مگر ایک نیک و برگزیدہ اور صاحب عقل و تدبر شخص تھے، قرآن کریم نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار (بندے بن کر) رہو اور جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے اور جو ناشکری کرے گا بلاشبہ اللہ بے نیاز اور لائق تعریف ہے، آگے فرمایا کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کے متعلق سخت تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے رحم میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھٹا، تو میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کیا کر کہ میری ہی طرف تیرا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کر جس کے متعلق تجھے کوئی علم نہ ہو تو ان کی بات مت ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اس کے بعد حضرت لقمان کی ان نصیحتوں کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا، اللہ تعالیٰ رائی کے دانے کے برابر چیز پر بھی مطلع ہے، نماز پڑھتے رہنا، اچھائی کے لیے کہتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، لوگوں سے بے رخی اختیار مت کرنا اور نہ زمین میں اکڑ کر چلنا، اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرنا، اپنی آواز پست رکھنا، ان نصیحتوں کے بعد خدا تعالیٰ کی قدرت اور صناعی کے کچھ اور مشاہدات بیان کئے جا رہے ہیں، یہ سورت اس آیت پر ختم ہوتی ہے کہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے رحم مادر میں کیا ہے، کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرنے والا ہے اور نہ کوئی شخص

جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں جا کر مرے گا، بلاشبہ اللہ علیم و خبیر ہے۔

سورۂ الم سجدہ میں کفار سے فرمایا گیا کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے، اسے تم افتراء کیسے کہہ سکتے ہو جب کہ اس کا منزل من اللہ ہونا واضح ہو چکا ہے، قرآن نے جو باتیں تمہارے سامنے رکھی ہیں ان پر غور کرو، کونسی بات حیرت کی ہے، آسمان و زمین کی تخلیق پر اور خود اپنی تخلیق پر غور کرو، یہ نظام کائنات تمہیں کیا بتلا رہا ہے، آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ یہ لوگ آپ کی باتیں سن کر مذاق اڑاتے ہیں اور آپ سے فیصلے کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ جب فیصلے کی گھڑی آجائے گی تو تمہارے لیے کوئی بھی چیز مفید نہیں ہوگی۔ سورۂ احزاب میں تین تاریخی واقعات بیان کئے گئے ہیں، ایک غزوۂ احزاب، دوسرے غزوۂ بنی قریظہ، تیسرے حضرت زینبؓ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح، اس سورت میں بعض اہم معاشرتی اور تمدنی احکام بھی ہیں۔

۲۱/رمضان المبارک

(پارہ: وَمَنْ یَّقْنُتْ)

سورۂ احزاب شروع ہوچکی ہے، یہ سورت متعدد احکام اور بہت سے معاشرتی مضامین پر مشتمل ہے، سورت کے پہلے ہی رکوع میں ایک ایسی رسم کا خاتمہ کیا گیا ہے جو دور جاہلیت میں بڑی عام تھی، لوگ گود لے کر بچوں کو اپنا بیٹا بنالیا کرتے تھے اور ان کو وہ تمام حقوق دیتے تھے جو حقیقی اولاد کے ہوتے ہیں، ان کی بیویوں کو بھی وہی درجہ دیا کرتے تھے جو اپنے حقیقی بیٹوں کی بیویوں کا ہوتا ہے، یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ نے اپنی بیوی حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تھی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اشارہ تھا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی ضرورت ومصلحت محسوس فرمارہے تھے کہ منہ بولے رشتوں کے سلسلے میں جو تصور عام ہے اس کو ختم کرنے کا یہ صحیح موقع ہے، اگر حضرت زینبؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوجائے تو اس تصور کا خاتمہ ہوسکتا ہے، مگر اس معاملے میں کچھ جھجک بھی دامن گیر تھی اور یہ خیال تھا کہ اگر یہ قدم اٹھالیا گیا تو کفار ومنافقین اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک نیا محاذ بنا کر کھڑے ہوجائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی اللہ سے ڈرو اور کفار ومنافقین کا کہنا نہ مانو۔ اس کے بعد یہ واضح کیا گیا کہ اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا ہے، ان کو اپنے آباء کی طرف منسوب کرو اور اگر تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ ان کے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اس سورت میں مختصر طور پر یہ مضامین بھی آئے ہیں۔ اس میں امہات المؤمنین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں، زیب وزینت کرکے

باہر نہ نکلیں، اگر غیر مردوں سے گفتگو کی ضرورت پیش آئے تو پست آواز سے بات کریں، عنوان تو امہات المؤمنین کا ہے لیکن دراصل ان کے واسطے سے تمام مسلمان عورتوں کو اس حکم کا پابند بنایا گیا ہے، مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوں، اور اگر ان گھروں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگیں، غیر محرم مردوں اور محرم مردوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کے صرف محرم رشتہ دار ہی گھروں میں آجاسکتے ہیں، مسلمانوں کو بتلایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں اور تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہاری مائیں حرام ہیں، اس لیے ان کے بارے میں نیت صاف رکھو اور قلب ونگاہ میں ان کے لیے عزت واحترام رہے، مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا سخت گناہ ہے، دنیا وآخرت میں سخت ترین عذاب الٰہی اور رسوا کن لعنت خداوندی کا باعث ہے، اسی طرح کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرنا اور اس پر ناحق الزام لگانا بھی سخت گناہ ہے، تمام مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب ان کو گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو چادروں سے اپنے جسم کو اچھی طرح ڈھانپ لیں اور چہرے پر گھونگھٹ لٹکالیں، اس پارے کے شروع میں کچھ مخصوص صفات کے حامل مردوں اور عورتوں کا بھی ذکر ہے، فرمایا جو مرد اور عورتیں مسلمان ہیں، مومن ہیں راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ سے ڈرنے والے ہیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کررکھا ہے، ایک آیت میں طلاق کے سلسلے میں یہ شرعی حکم بیان کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو اگر تم مومن عورت سے نکاح کرو پھر انہیں ہاتھ لگائے بغیر طلاق دے دو تو ان

Scanned by CamScanner

پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم ان سے مطالبہ کرو، تم انہیں کچھ دے دلا کر اچھے طریقے سے رخصت کرو، اس کے بعد نکاح وطلاق کے سلسلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیات بیان کی گئی ہیں، فرمایا اے نبی ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور وہ عورتیں بھی جو آپ کی مملوکہ ہیں اور مال غنیمت میں اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں اور چچازاد پھوپھی زاد خالہ زاد اور ماموں زاد بہنیں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو پیغمبر کے لیے ہبہ کر دیا بشرطیکہ نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں یہ صرف آپ کے لیے خاص ہے، دوسرے مؤمنین کے لیے نہیں، آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے آپ جس کو چاہیں اپنے سے الگ رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جسے چاہیں الگ کر کے اپنے پاس بلا لیں، اس میں آپ کے لیے کوئی حرج نہیں ہے (پاس رکھنے میں) زیادہ توقع ہے کہ ان بیویوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور رنجیدہ نہیں ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ انہیں عطا فرما دیں گے اس پر وہ سب راضی رہیں گی۔

اسلام اور مسلمانوں پر یہ وقت وہ تھا کہ کفار و مشرکین اور یہود و منافقین سب اسلام کی بے مثال ترقی پر مارے حسد کے مرے جا رہے تھے، ان کے بس میں یہ تو تھا نہیں کہ اسلام کے بڑھتے قدموں کو روک دیتے، بس اتنا کر سکتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر الزامات لگا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں، ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی، گویا اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام مخالفین کو آگاہ کر دیا کہ تمہاری مخالفت بے اثر رہے گی، کیوں کہ میں خود ان پر مہربان ہوں فرمایا: اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے اہل ایمان تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو، چند آیات کے بعد اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور

صحیح بات کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال قبول فرما لے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، جو شخص اللہ ورسول کی اطاعت کرے گا وہی کامیابی سے ہم کنار ہوگا۔ اس سورت میں ایک آیت یہ بھی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ یہ بار امانت (قرآن کریم کے احکام کا) ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ ڈر گئے اور انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اٹھا لیا بلاشبہ انسان بڑا ظالم وجاہل ہے (مفسرین کے نزدیک یہ الفاظ غایت شفقت ومحبت پر مبنی ہیں)

سورۂ سبا میں کفار کے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید اور خود آپ کی نبوت پر کیا کرتے تھے، یہ اعتراضات زیادہ تر طنز وتمسخر پر مبنی ہوا کرتے تھے، یہ جوابات کہیں تو اعتراض نقل کر کے دیئے گئے ہیں اور کہیں مضمون کے اسلوب سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ کیا اعتراض ہوگا جس کا جواب دیا جا رہا ہے، مثال کے طور پر پہلے ہی رکوع میں فرمایا کہ اہل کفر کہا کرتے ہیں کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی، آپ فرما دیجئے کیوں نہیں آئے گی، میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے قیامت تم پر ضرور آئے گی، اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے اور نہ زمین میں، نہ ذرہ سے بڑی اور نہ اس سے چھوٹی پھر فرمایا کافر لوگوں سے کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم تمہیں ایسے شخص کے بارے میں نہ بتلائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے، اس وقت تم از سر نو پیدا کئے جاؤ گے، یہ شخص یا تو اللہ پر بہتان باندھتا ہے یا اسے جنون لاحق ہے، اس کے جواب میں فرمایا گیا نہیں جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں، کیا انہوں نے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا جو انہیں آگے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے کچھ ٹکڑے ان کے اوپر گرا دیں۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام

Scanned by CamScanner

کا کچھ ذکر پہلے آچکا ہے اور کچھ اس سورت میں ہے، فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام پر اپنی طرف سے بڑی مہربانی کی، پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ وہ داؤد (علیہ السلام) کے ساتھ تسبیح کیا کریں، ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کردیا کہ زرہیں پوری بناؤ اور ان کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھو اور اچھے عمل کیا کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو میں اسے دیکھ رہا ہوں، سلیمان (علیہ السلام) کے لیے ہم نے ہوا کو مسخر کردیا، صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی مسافت تک اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تک (مطلب یہ ہے کہ ہوا اتنی تیز رفتاری کے ساتھ ان کو لئے پھرتی تھی کہ ایک ماہ کی مسافت ایک وقت میں اور دوسرے ماہ کی مسافت دوسرے وقت میں طے کرلیا کرتے تھے، گویا ایک شب و روز میں دو ماہ کی مسافت طے کرلیا کرتے تھے) ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا اور ایسے جنات ان کے تابع کردئے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کیا کرتے تھے، وہ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہتے تھے بناتے تھے، اونچی عمارتیں، مجسمے، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور گڑی ہوئی دیگیں اے آل داؤد بہ طور شکر (اچھے) عمل کرو (اگرچہ) میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہی ہیں۔

جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ کیا (تو ان کی موت کو جنات پر خفیہ رکھا کیوں کہ وہ بیت المقدس اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر میں مشغول تھے اور حضرت سلیمان کھڑے ہوکر ان کی نگرانی فرما رہے تھے) ان کی موت کا پتہ دینے والا کوئی اس گھن کے سوا نہ تھا جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا، جب (لکڑی ٹوٹ گئی تو) سلیمان گر پڑے تب جنات کو (ان کی موت کا) پتہ چلا کہ، اگر وہ غیب کی بات جانتے تو اس ذلت آمیز (بیگار اور مزدوری کے) عذاب میں گرفتار نہ ہوتے، یہ سب واقعات دلائل قدرت کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں، اس سلسلے میں قوم سبا کا ذکر بھی آیا کہ ان کے لیے ان

کے وطن ہی میں قدرت کی نشانی موجود تھی، ان کے لیے دو باغ تھے دائیں بائیں (اور انہیں اجازت تھی کہ) کھاؤ پیو اپنے رب کے عطا کردہ رزق سے اور اس کا شکر ادا کرو عمدہ شہر تھا، اور اللہ مغفرت کرنے والا تھا (مگر انہوں نے) منہ موڑا آخرکار ہم نے ان پر زبردست سیلاب بھیج دیا اور ان کے دو باغوں کے بدلے دو اور باغ دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل، جھاڑ کے درخت اور تھوڑی سی بیریاں تھیں، یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ جو ان کو ہم نے دیا، اسی طرح کے مضامین پر یہ سورت اختتام پذیر ہوئی۔

اس کے بعد سورۂ فاطر ہے، اس میں کفار مکہ کے ساتھ ناصحانہ انداز تخاطب اختیار کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جس طرف بلا رہے ہیں اس میں تمہارا بھلا ہے، اگر تم ان کی بات نہیں مانوگے تو ان کا کچھ بگڑنے والا نہیں ہے، تمہاری تمام مخالفانہ تدبیریں تمہارے ہی خلاف پڑیں گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرما رہے ہیں اس میں کچھ بھی غلط نہیں ہے، وہ شرک سے منع کرتے ہیں تم خود آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اللہ کے ہوتے ہوئے شرک کی کوئی معقول بنیاد ہے، وہ قیامت کے بارے بتلاتے ہیں، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی خبر دیتے ہیں، اس میں حیرت کی کونسی بات ہے کیا تم دن رات چیزوں کے دوبارہ پیدا ہونے کا مشاہدہ نہیں کررہے ہو پھر اللہ نے تمہیں ایک قطرے سے پیدا کیا ہے، کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا، اس طرح کی ناصحانہ گفتگو کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلی اور تشفی دی جارہی ہے کہ جب آپ حق دعوت ادا کررہے ہیں تو گم راہی پر اصرار کرنے والوں کو راہ راست پر لانے کی فکر میں ہلکان نہ ہوں، اس کے بہ جائے ان لوگوں پر اپنی توجہ مرکوز کریں جو آپ کی بات غور سے سن رہے ہیں، اس پارے کی آخری سورت سورۂ یٰسین ہے جس کا صرف ڈیڑھ رکوع اس پارے میں ہے باقی اگلے پارے میں ہے۔

Scanned by CamScanner

۲۲/ رمضان المبارک

(پارہ: وَمَا لِیَ)

سورۂ یٰسین کو قرآن کریم کا دل کہا گیا ہے کیوں کہ اس میں اسلام کی دعوت پُرزور طریقے پر پیش کی گئی ہے اور اس میں پورے قرآن کریم کا خلاصہ بھی آ گیا ہے اس سورت میں قریش سے کہا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور ان کے ساتھ استہزاء و تمسخر نہ کریں، ورنہ دردناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا، اس تہدید کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل کے ذریعے سمجھایا بھی گیا ہے، مثلاً توحید پر کائنات کے آثار سے استدلال کیا گیا ہے، انسان کے وجود سے آخرت کے وجود کا ثبوت پیش کیا گیا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت پر اس امر سے استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول تمہیں راہ راست پر لانا چاہتے ہیں اس میں ان کی کوئی غرض یا مفاد تو ہے نہیں، جو بھی کر رہے ہیں بے غرضی کے ساتھ کر رہے ہیں، سورت کے شروع میں فرمایا گیا کہ قسم ہے قرآن حکیم کی یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں، سیدھے راستے پر ہیں، یہ قرآن اللہ کا نازل کردہ ہے جو زبردست بھی ہے اور مہربان بھی ہے، تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے آباؤ و اجداد خبردار نہیں کئے گئے تھے، اسی لیے وہ اس سے غفلت میں ہیں، پھر فرمایا کہ ان کا حال تو اب یہ ہو گیا ہے کہ ان کے حق میں آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں، آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر عمل کرے، بے دیکھے خدائے رحمٰن سے ڈرے، ایسے شخص کو آپ مغفرت اور اجر کریم کی خوش خبری سنا دیجیے، ہم یقیناً ایک روز مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں اور ہم وہ سب اعمال لکھتے جا رہے ہیں جو لوگ آگے بھیج رہے ہیں

اور جو پیچھے چھوڑ رہے ہیں، ہم نے ہر چیز کا احاطہ ایک کھلی کتاب میں کر رکھا ہے، آپ انہیں مثال کے طور پر اسی بستی کے لوگوں کا قصہ سنائیں (اکثر مفسرین نے اس بستی کا مصداق شام کے مشہور شہر انطاکیہ کو قرار دیا ہے) کہ اس میں کئی رسول آئے (پہلے) ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے اور انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا، پھر ہم نے تیسرا رسول مدد کے لیے بھیجا، انہوں نے کہا ہم تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں انہوں نے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، اللہ نے (تمہارے ساتھ تمہاری شناخت کے لیے) کوئی چیز نازل بھی نہیں کی ہے تم تو جھوٹے معلوم ہوتے ہو۔

آگے قدرت کی کچھ نشانیاں بیان کی جا رہی ہیں، فرمایا: ان لوگوں کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا جس سے لوگ کھاتے ہیں، اسی زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات لگائے اور اس کے اندر چشمے جاری کئے، تاکہ لوگ ان (باغوں) کے پھل کھائیں، یہ سب کچھ ان کے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات سے تعلق رکھتے ہوں یا خود ان کی اپنی ذات سے، یا ان چیزوں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں، ان کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں تو تاریکی چھا جاتی ہے اور ایک نشانی سورج ہے جو اپنے ٹھکانے کی طرف رواں ہے، یہ اندازہ ایک زبردست ہستی کا باندھا ہوا ہے اور ایک نشانی چاند ہے اس کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں، یہاں تک کہ وہ ان منزلوں میں گزرتا ہے اور (پھر) کھجور کی شاخ کی مانند (پتلا سا) رہ جاتا ہے، نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے، یہ سب اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہے ہیں، ان کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کو ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور کشتی جیسی اور بھی چیزیں ہم نے پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں

Scanned by CamScanner

اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں تب، نہ کوئی فریاد سننے والا ہوگا اور نہ کوئی انہیں بچا پائے گا بجز ہماری رحمت کے اسی سے یہ پار لگتے ہیں اور ایک خاص مدت تک (دنیا میں زندہ) رہتے ہیں، آگے قیامت کا ذکر ہے کہ ایک صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہماری بدقسمتی ہمیں کس نے قبروں سے اٹھا کر کھڑا کر دیا ہے (اس وقت ان سے کہا جائے گا) اس کا وعدہ خدائے رحمٰن نے کیا تھا اور پیغمبروں نے جو بھی کہا تھا سچ کہا تھا، اس طرح کے مضامین پر سورۂ یٰسین ختم ہوئی۔

سورہ الصفت کے مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکی دور کے بالکل آخر میں نازل ہوئی کیوں کہ صاف جھلک رہا ہے کہ کفار مکہ پوری طاقت کے ساتھ مخالفت پر آمادہ ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابۂ کرام کو سخت ترین حالات سے سابقہ پڑ رہا ہے، اس سورت کے ذریعے کفار کو آگاہ کیا گیا کہ تم ہمارے پیغمبر کا مذاق نہ اڑاؤ۔ عن قریب وہ تم پر غالب آجائیں گے اور تم خود اپنے گھروں کے اندر اللہ کے لشکر کو اترتا ہوا دیکھو گے، یہ بات اس وقت کہی جا رہی ہے جب کے میں مسلمان نہایت کس مپرسی کی زندگی گزار رہے تھے، ان کی بڑی تعداد وطن چھوڑ کر جا چکی تھی، گنے چنے لوگ رہ گئے تھے اور ہر طرح کی تکلیفیں جھیل رہے تھے، اس وقت قرآن نے غلبے اور فتح کا اعلان کیا، جب کہ دشمنوں کو یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ نیا دین ختم ہو چکا ہے، لوگ راہِ فرار اختیار کر چکے ہیں، جو باقی رہ گئے ہیں وہ کب تک دکھ تکلیف سہیں گے اور کب تک اذیتیں برداشت کریں گے، کچھ ہی سالوں کے بعد انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ کم زور اور بے بس مسلمان محض اللہ کی مدد اور نصرت سے فاتحانہ کے میں داخل ہوئے، سورت کا آغاز فرشتوں کے ذکر سے ہوا ہے، فرمایا: قسم ہے ان فرشتوں کی جو قطار در قطار صف بستہ رہتے ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو ڈانٹتے پھٹکارتے ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو ذکر الٰہی کرنے والے ہیں، آگے شیاطین کا

تذکرہ ہے کہ یہ شیاطین ملأ اعلا کی باتیں نہیں سن سکتے، اور ہر طرف سے مارے ہانکے جاتے ہیں، اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے، تاہم اگر ان میں سے کوئی بات لے اڑے تو ایک تیز شعلہ ان کا پیچھا کرتا ہے، اس کے بعد کفار کا ذکر ہے کہ یہ تعجب کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں، اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت نہیں پکڑتے، اور جب ہماری کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے، اس کے بعد کچھ انبیائے کرام کے واقعات مذکور ہیں، ان میں سے کچھ واقعات گزشتہ پاروں میں بھی آچکے ہیں، اس سورت کا سب سے اہم اور نیا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، یہ واقعہ اس لیے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ مخاطب قریش مکہ ہیں اور انہیں اپنے حسب نسب پر بڑا فخر تھا اور وہ خود کو ابراہیمی کہا کرتے تھے، اس واقعے سے مسلمانوں کو بھی یہ سبق دیا گیا کہ اسلام کی حقیقت اور روح دراصل اپنی محبوب چیزوں کو اللہ کی رضا کے لیے قربان کر دینا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کے کچھ واقعات مختلف پاروں میں گزر چکے ہیں، یہاں اس قصے کا یہ حصہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دُعا کی کہ اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو نیک لوگوں میں سے ہو ہم نے ان کو ایک حلیم الطبع فرزند کی خوش خبری سنائی، جب وہ بچہ اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تمہارا اس سلسلے میں کیا مشورہ ہے؟ بیٹے نے کہا ابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا ہے آپ اس کو انجام دیجئے، آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے، جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم (علیہ السلام) نے بیٹے کو کروٹ کے بل (ذبح کرنے کے لیے) لٹا دیا تو ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم تم نے خواب سچ کر دکھایا ہے، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی

Scanned by CamScanner

جزا دیتے ہیں، بلاشبہ یہ سخت امتحان تھا ہم نے ایک بڑی قربانی فدیئے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا تھا اور اس (واقعے کا ذکر) ہم نے بعد والوں میں چھوڑ دیا (رہتی دنیا تک اس واقعے کی یاد تازہ کی جاتی رہے گی) کچھ اور انبیاء کے واقعات بھی اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں جو پہلے بھی گذر چکے ہیں۔

سورۂ ص ایک خاص واقعے کے بعد نازل کی گئی، جب آپ کے چچا ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سرداران قریش نے محسوس کیا کہ اب یہ ان کا آخری وقت ہے، بہتر یہ ہے کہ ان سے چل کر بات کی جائے اور ان کے بھتیجے کا معاملہ حل کر لیا جائے، اگر یہ مر گئے اور کل ہم نے سخت اقدام کیا تو لوگ کہیں گے کہ جب تک چچا زندہ تھے کسی کو حوصلہ نہ ہوا، آج سب مقابلے پر آ گئے ہیں، تقریباً پچیس سرداران قریش ابوطالب کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ ہم آپ کے پاس ایک درخواست لے کر آئے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنے بھتیجے سے کہیں کہ وہ ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے اور وہ خود جس کی عبادت کرنا چاہے کرے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں، لیکن وہ ہمارے معبودوں کے پیچھے نہ پڑے، ابوطالب نے قریش کی بات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی اور کہا کہ اگر تم اس بات پر اتفاق کر لو تو میرے جیتے جی یہ جھگڑا ختم ہو جائے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو ان کے سامنے ایک ایسی بات رکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اسے تسلیم کر لیں عرب و عجم ان کے تابع فرمان ہو جائیں اس کے بعد سرداران قریش مجلس سے اٹھ کر یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں کی پرستش کرو، یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کہی جا رہی ہے، یہ بات تو ہم نے پچھلی ملت میں بھی نہیں سنی، یہ تو من گھڑت بات ہے، کیا ہمارے درمیان یہی ایک شخص ایسا ہے جس پر اللہ کا ذکر (قرآن) نازل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کچھ انبیاء کا مثلاً حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اگلی سورت

الزمر ہے، یہ سورت ایک مؤثر اور بلیغ تقریر پر مشتمل ہے، اس کے مخاطب زیادہ تر کفار قریش ہیں، کہیں کہیں اہل ایمان سے بھی خطاب کیا گیا ہے، فرمایا: یاد رکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لیے ہے، جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں (اور وہ یہ کہتے ہیں کہ) ہم اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان کی پرستش کرتے ہیں (وہ غلط کہتے ہیں) اللہ ایسے شخص کو ہدایت سے نہیں نوازتا جو جھوٹا ہو، آگے فرمایا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج چاند کو مسخر کیا ہے، ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چلا جا رہا ہے پھر فرمایا کہ اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اور اللہ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ تم سے راضی رہے گا اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر فرمایا انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع ہو کر اس کو پکارتا ہے پھر جب اس کو نعمتیں مل جاتی ہیں تب وہ اس مصیبت کو فراموش کر دیتا ہے جس کے لیے وہ اس سے پہلے پکار رہا تھا اور اللہ کے لیے شریک ٹھہرانے لگتا ہے، اس کے بعد فرمایا: اے اہل ایمان بندو! اپنے رب سے ڈرو، جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کیے ان کے لیے اجر ہے اور اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے، صبر کرنے والوں کو ان کا اجر پورا ملے گا اسی طرح کی ہدایتوں اور نصیحتوں پر یہ پارہ ختم ہوتا ہے اس سورت کا باقی مضمون اگلی سورت میں ہے۔

Scanned by CamScanner

۲۳/ رمضان المبارک

(پارہ: فَمَنْ اَظْلَمُ)

سورۂ زمر چل رہی ہے، پارے کا آغاز اس سوال سے ہوتا ہے کہ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرے (یعنی یہ کہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہیں) اور سچی بات (قرآن) کا جب کہ وہ اس کے پاس (رسول کے ذریعے) پہنچے انکار کرے، کیا کافروں کے لیے جہنم میں ٹھکانہ نہ ہوگا۔ آگے کچھ اور حقائق توحید کے متعلق بیان کئے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ دیوتاؤں کے مقابلے میں اللہ کافی ہے، ہدایت اور گمراہی اللہ ہی کی طرف سے ہے، زمین وآسمان اللہ نے پیدا کئے ہیں، اللہ کے نفع وضرر کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اگر اللہ کسی کو تکلیف پہنچانا چاہے تو یہ پتھر کے بے جان بت سب مل کر بھی خدا کی دی ہوئی ادنی سی تکلیف کو دور نہیں کر سکتے اور اگر وہ راحت پہنچانا چاہے تب بھی ان کے بس میں اس راحت کو روکنا نہیں ہے، دو تین آیتوں کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ ہی موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے اور جو ابھی مرا نہیں اس کی روح سونے کے وقت قبض کرتا ہے اور پھر وہ جس پر موت کا فیصلہ کرنا چاہے اسے روک لیتا ہے اور باقی روحوں کو ایک معینہ مدت کے لیے واپس بھیج دیتا ہے، آیت کا منشأ یہ ہے کہ انسان اس حقیقت کو اچھی طرح محسوس کر لے کہ زندگی اور موت دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں، کوئی شخص بھی یقین کے ساتھ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ رات کو سو کر صبح کو زندہ سلامت اُٹھے گا، اسی طرح کوئی بھی شخص قطعی طور پر یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ اگلا لمحہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ ہے یا نہیں، بہ ہر حال یہ سورت اسی طرح کے مضامین پر مشتمل ہے جس میں ان لوگوں کو خدا کی قدرت واختیار سے

تعلق رکھنے والی بے شمار حقیقتوں سے روشناس کرایا گیا ہے، یہ حقیقتیں بالکل بدیہی ہیں اور معمولی سی عقل رکھنے والا انسان بھی ان کو محسوس کر سکتا ہے، مگر مشرکین ہیں کہ بتوں ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، ان کی کم عقلی کا عالم یہ ہے کہ وہ بتوں کو یہ سمجھ کر پوجتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ان کے سفارشی ہیں، حالاں کہ ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں اور نہ وہ کسی بات کی عقل رکھتے ہیں، آپ ان سے فرما دیجئے کہ شفاعت کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے دائرۂ اختیار میں ہے، وہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور اسی کی طرف واپس جانا ہے (نعوذ باللہ) خدا سے ان کو اس قدر نفرت ہے کہ جب اس کا ذکر تنہا کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسرے (معبودان باطلہ) کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں۔

چند آیات کے بعد ان لوگوں سے خطاب ہے جو ایمان قبول کرنے کے معاملے میں تذبذب کا شکار تھے، ان کا خیال تھا کہ ہم اتنے گناہ کر چکے ہیں کہ ایمان لانے سے وہ معاف ہونے والے نہیں ہیں، ایسے ہی لوگوں کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ آپ (میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر (گناہ کر کے) ظلم کیا ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کردے گا، وہ بڑا مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، (بس شرط یہ ہے کہ) تم اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اور اس کی اطاعت قبول کر لو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمہاری کوئی مدد نہ ہو سکے گی اور اپنے رب کی طرف سے نازل کردہ کتاب کے بہترین احکام کا اتباع کرو، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اس کا احساس بھی نہ ہو (کہ عذاب آنے والا ہے) اس وقت کوئی انسان یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی ہے، واقعی میں مضحکہ اڑانے والوں میں سے تھا، یا کوئی شخص یہ کہے اگر اللہ مجھے ہدایت سے نواز دیتا تو میں بھی

Scanned by CamScanner

متقین میں سے ہوتا، یا کوئی شخص عذاب دیکھ کر یہ نہ کہے کہ اگر مجھے ایک موقع اور مل جائے تو میں بھی نیک عمل کرنے والوں میں سے ہو جاؤں، ایک دو آیتوں کے بعد فرمایا جن لوگوں نے اللہ کو جھٹلایا تھا آپ قیامت کے روز ان کے چہرے سیاہ دیکھیں گے کیا متکبرین کے لیے جہنم میں ٹھکانہ نہیں ہے؟ اگلے رکوع میں قیامت کا ذکر ہے اور اس کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا گیا ہے کہ اس روز صور پھونکا جائے گا اور آسمان وزمین میں جو لوگ ہیں سب کے ہوش اڑ جائیں گے، مگر جس کو خدا (محفوظ رکھنا) چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو دفعۃً سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی، نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا، پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے، لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ آگے یہ بتلایا گیا ہے کہ اہل کفر کو جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا اور مطیع وفرماں بردار بندوں کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم پر سلام ہو، تم بہت اچھے رہے جنت میں داخل ہو جاؤ اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو۔

اس کے بعد سورۂ مومن ہے، اس سورت میں توحید کا بیان بھی ہے، کہیں استدلال کے رنگ میں اور کہیں اس کی مذمت اور ممانعت کے طریقے پر، جو لوگ مجادلے پر آمادہ تھے ان کو خبردار بھی کیا گیا ہے کہ وہ اب بھی باز آجائیں موقع ہے ورنہ دنیوی عقوبت بھی برداشت کرنی ہوگی اور آخرت کا عذاب تو ملنا ہی ہے، سورت کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے ہوتی ہے کہ وہ زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے، گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا اور بڑے فضل وکرم والا ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے اور اسی کے پاس واپس جانا ہے آگے ان لوگوں کا ذکر ہے جو قرآنی آیات کا انکار کرتے ہیں جو اللہ کے منکر ہیں، یہ

لوگ قوم نوح کی شکل میں پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی بہت سے گروہ ان کے تابع ہوئے ان کے مقابلے میں مؤمنین کی جماعت بھی موجود ہے عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے اور وہ فرشتے جو عرش کے اردگرد رہتے ہیں، اپنے رب کی حمد وثنا (بھی) کرتے ہیں، اس پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا بھی کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم ہر شئ پر حاوی ہے، جنہوں نے توبہ کی ہے اور جو تیرے راستے پر ہیں ان کو معاف کر دیجئے اور ان کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھئے۔

آخرت کی ہولناکیوں کے بیان کے بعد اس عذاب کا ذکر ہے جو کفر کی پاداش میں مختلف قوموں کو دیا گیا، خاص طور پر حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ بہ طور عبرت بیان کیا گیا ہے، ضمناً حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی قوم کا بھی ذکر آیا ہے اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان لانے والوں کی مدد دنیوی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور اس وقت بھی کریں گے جب گواہ (گواہی کے لیے) کھڑے ہوں گے، اور اس دن ظالموں کو ان کی معذرت سے کوئی نفع نہ ہوگا، ان پر لعنت کی جائے گی اور ان کے لیے بدترین ٹھکانہ ہوگا، آگے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے بڑھ کر ہے، لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت سے) آشنا نہیں ہیں، (حقیقت یہ ہے کہ) اندھا اور بینا دونوں برابر نہیں ہوسکتے، اسی طرح بدکار وصالح بھی یکساں نہیں ہوسکتے مگر یہ حقیقت تم لوگ کم ہی جانتے ہو، آگے اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا ذکر ہے، اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن کیا حقیقت میں اللہ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے، مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، وہی اللہ تمہارا رب ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود

Scanned by CamScanner

نہیں ہے، پھر کدھر بہکے جا رہے ہو؟ یہ سلسلۂ کلام کافی آگے تک چلا۔

اگلی سورت الم سجدہ ہے، اس سورت میں جو مضامین ہیں ان کو اجمال کے ساتھ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اللہ ہی نے نازل کی ہے اور تمہاری زبان میں نازل کی ہے اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اگرچہ جاہل لوگ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ پاتے مگر اہل عقل و دانش اس حقیقت کی روشنی کو آنکھوں سے بھی دیکھ رہے ہیں اور اس سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں، تم نے اپنے دلوں پر غلاف چڑھا لئے ہیں اور اپنے کان بند کر لیے ہیں، پیغمبر کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ تمہیں زبردستی سنائیں، وہ تم جیسے ہی ایک انسان ہیں، ان کی طرف وحی نازل کی جاتی ہے، آگے اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق کے سلسلے میں فرمایا کہ کیا تم اس خالق دو جہاں کا انکار کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا شریک و سہیم ٹھہراتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنا دیا، وہی تو تمام جہانوں کا رب ہے، اس نے زمین کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس میں رزق کا سامان رکھ دیا (اور یہ سب کام) چار دن میں ہو گئے، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوئے جو اس وقت محض ایک دھواں تھا، اس نے آسمان و زمین سے کہا کہ تم وجود میں آجاؤ، زبردستی آؤ یا خوشی سے آؤ، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں، تب ہم نے سات آسمان دو دن میں بنا دیئے اور ہر آسمان کے سپرد اس کا معاملہ کر دیا اور آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں سے زینت دی اور یہ سب ایک ایسی ہستی کا فیصلہ ہے جو زبردست ہے اور انتہائی باخبر ہے۔

اگلی آیات میں قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر ہے، پھر اسی مضمون کی طرف واپسی ہے جو مشرکین کے عقائد کے سلسلے میں مسلسل چل رہا ہے، فرمایا! اس وقت کا تصور کیجئے جب اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لے جا کر گھیر لئے جائیں گے (پھر ان کے اگلوں کو ان کے بعد والوں کے آنے تک روک لیا جائے گا) جب وہ پہنچ جائیں گے تو ان

کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے بدن کی کھالیں ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گی، وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے، وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے زبان دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے، اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے اور جب تم چھپ چھپ کر گناہ کرتے تھے (تمہیں یہ احساس بھی نہیں تھا) کہ کبھی تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی، چند آیات کے بعد قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے، نہ باطل اس کے سامنے سے (مقابلے پر) آسکتا ہے اور نہ پیچھے (سے وار) کرسکتا ہے، یہ ایک خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نازل کی جانے والی کتاب ہے، اس میں آپ سے کوئی بات ایسی نہیں کہی گئی ہے جو آپ سے پہلے انبیاء سے نہ کہہ دی گئی ہو، بلاشبہ آپ کا رب مغفرت کرنے والا ہے اور دردناک عذاب والا ہے، اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئیں، کیا قرآن عجمی ہے اور رسول عربی ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے ذریعہ ہدایت بھی ہے اور ذریعۂ شفا بھی ہے، مگر جو لوگ ایمان والے نہیں ہیں ان کے کانوں میں یہ ڈاٹ ہے اور ان کی آنکھوں پر پٹی ہے۔

Scanned by CamScanner

۲۴/ رمضان المبارک

(پارہ: اِلَیْہِ یُرَدُّ)

ابھی الم سجدہ ہی چل رہی ہے، پارے کا آغاز اس مضمون سے ہوا کہ "قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹتا ہے اور وہی ان تمام پھلوں کو جانتا ہے جو اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں اور اسی کو معلوم ہے کون سی مادہ حمل سے ہے اور وہ کیا جننے والی ہے" انسان کی نفسیاتی کیفیت کے ایک پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ انسان خیر کی دعا مانگتے نہیں تھکتا لیکن جب اس پر کوئی پریشانی آجاتی ہے تو مایوس اور افسردہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے، اور جب ہم سخت حالات کے بعد راحت کی لذت سے ہم کنار ہوتے ہیں تو وہ یہ کہتا ہے کہ درحقیقت میں اسی کا مستحق تھا، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت برپا ہوگی، لیکن اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو وہاں بھی اس کے پاس میرے لیے خیر ہی خیر ہوگی، حالاں کہ ہم کفر کرنے والوں کو یہ بتلادیں گے کہ وہ کیا عمل کر کے آئے ہیں اور ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

سورۂ شوریٰ کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے کہ خدائے برتر و دانا کی طرف سے یہ وحی آپ کی طرف اور آپ سے پہلے (انبیاء و رسل) کی طرف بھیجی جاتی رہی ہے (اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے کہ اس قدر ہنگامہ کیا جارہا ہے) آگے فرمایا اسی طرح ہم نے یہ عربی قرآن آپ کی طرف وحی کیا ہے تا کہ آپ بستیوں کی ماں (مکہ مکرمہ) اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو خبردار کردیں اور جمع ہونے والے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے (اس دن) ایک گروہ کو جنت میں جانا ہے اور دوسرے گروہ کو دوزخ کا ایندھن بننا ہے، یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ

تمام (لوگوں) کو ایک امت بنادیتا مگر وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے آگے اللہ تعالیٰ کی تخلیقی اور تکوینی حکمتوں کا ذکر ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، جس نے تمہارے لیے تمہاری جانوں سے جوڑے پیدا کیے اور جانوروں میں بھی جوڑے بنائے، اس طرح وہ تمہاری نسلوں کی افزائش کرتا ہے، کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے سب کو سننے سب کو دیکھنے والا ہے، آسمان و زمین کی کنجیاں اس کے پاس ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں کشادگی پیدا کردیتا ہے، بلاشبہ وہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔

کچھ آیات کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کردیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم دنیا میں سے عطا کردیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، اس کے بعد بندوں پر اپنے احسانات و انعامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے رزق میں کشادگی پیدا فرمادیتا تو وہ زمین کو سرکشی اور بغاوت سے بھر دیتے، لیکن وہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے تمام بندوں (کے احوال) سے پوری طرح باخبر ہے اور ان پر نگاہ رکھے ہوئے ہے، اللہ ہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہوجانے کے بعد بارش برساتا ہے اور ہر سو اپنی رحمت کے جلوے بکھیر دیتا ہے، وہ لائق تعریف ولی ہے، اس کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کی تخلیق اور ان میں جانداروں کا وجود بھی ہے، وہ جب چاہے ان کو یکجا کرسکتا ہے، اس کی نشانیوں میں سے یہ جہاز ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح نظر آتے ہیں، اللہ جب چاہے ہوا کو روک دے اور یہ جہاز سطح سمندر پر ساکت و صامت کھڑے رہ جائیں، اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، یا لڑکے اور لڑکیاں دونوں ملا کر دے دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنادیتا ہے۔

Scanned by CamScanner

سورۂ زخرف کا بھی تقریباً یہی موضوع ہے جو سابقہ سورتوں کا تھا، اس میں قریش کے ان جاہلانہ عقائد پر تنقید کی گئی ہے جن کو وہ کسی حالت میں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے، انہیں بتلایا گیا کہ تمہارے یہ عقیدے جہالت پر مبنی ہیں، ان سے توبہ کرلو اور ایمان کے سائے میں آجاؤ، سورت کے آغاز میں قرآن کریم کا ذکر ہے اور اہل عرب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ کیا ہم اس کتاب کو محض اس لیے بھیجنا بند کردیں کہ تم حد سے گزری ہوئی قوم ہو، اس سے پہلے بھی کتنے ہی نبی ہم نے بھیجے ہیں، اور جب بھی ان کے پاس کوئی نبی آتا تو وہ اس کا مذاق ضرور اڑاتے، تب ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے بہ درجہا طاقت ور تھے ہلاک کر ڈالا، پچھلی قوموں کی مثالیں گزر چکی ہیں، (ان لوگوں کا حال یہ ہے) کہ اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کئے تو وہ کہیں گے انہیں خدائے عزیز وعلیم نے پیدا کیا ہے اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا، اور اس میں تمہارے لیے راستے بنادیئے تاکہ تم رہ نمائی حاصل کرسکو، اللہ وہی ہے جس نے خاص مقدار میں آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے ہم نے مردہ زمین کو زرخیز بنادیا (جس طرح زمین سے کھیتیاں اگتی ہیں) اسی طرح تم اس کے اندر سے نکالے جاؤ گے، اللہ وہی ہے جس نے تمام جوڑے بنائے، اور تمہارے لیے کشتیاں، جانور اور (دوسری) سواریاں بنائیں، تاکہ تم ان (سواریوں) کی پیٹھ پر سیدھے بیٹھ سکو اور جب ان پر بیٹھو تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور یہ کہو پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے یہ سواری مسخر کردی ہے، ورنہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہیں تھے اور یقیناً ہمیں اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے، چند آیات کے بعد فرمایا کہ جب حق (قرآن) ان کے پاس آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ بھی کہنے لگے کہ یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ، طائف) کے کسی عظیم انسان پر کیوں نہ اتارا گیا، کیا یہ

لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کے اسباب ان کے درمیان تقسیم کردیئے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ لوگوں کے مقابلے میں فوقیت بخشی ہے تاکہ بعض لوگ بعض دوسروں سے خدمت لے سکیں، اور آپ کے رب کی رحمت اس دولت سے قیمتی ہے جسے انہوں نے جمع کررکھا ہے۔

آگے حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ مختصر طور پر مذکور ہے اور اس کا مقصد کفار مکہ کی تردید ہے اور ان کے اس شبہے کا جواب ہے کہ قرآن اگر نازل ہی کرنا تھا تو مکہ اور طائف کے کسی دولت مند اور عظیم انسان کے اوپر نازل کرتے، حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے واضح کردیا کہ فرعون کو بھی یہی خیال تھا کہ موسیٰ جیسے غریب انسان کو رسول کیوں بنایا گیا، میں مصر کا مختار کل ہوں، یہ منصب مجھے ملنا چاہئے تھا، مگر انجام کیا ہوا، بہ زعم خود حاکم مطلق ہونے کے باوجود غرق دریا ہوگیا اور حضرت موسیٰ کا کچھ بھی نہ بگڑا، جب کفار مکہ سے کہا جاتا تھا کہ جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان میں کوئی خیر نہیں ہے، اس پر وہ یہ جواب دیتے تھے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں کیا عیسیٰ میں بھی کوئی خیر نہیں ہے، اگلی آیات میں ان کے اسی اعتراض کا جواب دیا گیا کہ وہ (عیسیٰ ابن مریم) ایک بندے تھے جن پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے ایک نمونہ بنادیا، آگے فرمایا کہ جب عیسیٰ ان کے پاس معجزات لے کر آئے تو انہوں نے (اپنی قوم سے) کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت (کی باتیں) لے کر آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں تاکہ تمہارے سامنے وہ حقیقت کھول دوں جس میں تم اختلاف کرتے ہو، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت قبول کرو (وہ حقیقت یہ ہے) کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے تم اسی کی عبادت کرو، اور یہی سیدھا راستہ ہے۔

سورۂ دخان میں قریش مکہ کے اس خیال پر ضرب لگائی گئی کہ قرآن انسانی خیالات کا مجموعہ ہے، ان کو بتلایا گیا کہ جس قرآن کو تم انسان کی تصنیف سمجھ رہے ہو یہ

Scanned by CamScanner

خود اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ یہ کسی انسان کی نہیں بلکہ خالق کائنات کی کتاب ہے، تم اس کتاب کی قدر و قیمت سے واقف نہیں ہو اور تم اسے اپنے لیے ایک مصیبت تصور کر رہے ہو، حالاں کہ اللہ نے محض اپنی رحمت سے تمہارے پاس اپنے رسول بھیجے اور اپنی کتاب نازل کی، یہ غلط فہمی بھی اپنے دلوں سے نکال دینی چاہیے کہ تم اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب کے مقابلے میں فتح حاصل کرلو گے، رسول کی بعثت اور کتاب کا نزول دونوں اللہ کے فیصلے ہیں، جو سمیع بھی ہے اور علیم و حکیم بھی ہے، اس کے فیصلے اٹل اور پختہ ہوتے ہیں اور ان سے مقابلہ کرنا کھیل نہیں ہے، معلوم نہیں اللہ پر ایمان لانے میں تمہیں کیا پریشانی لاحق ہے جب کہ تم خود بھی یہ حقیقت تسلیم کرتے ہو کہ آسمان وزمین اور کائنات کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے، اور موت وحیات سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اس کے باوجود تم دوسروں کو معبود بناتے ہو، ٹھیک ہے تمہارے آباؤ واجداد اس غلط فہمی کا شکار تھے مگر کیا ضروری ہے کہ جو بے وقوفی وہ کر چکے ہیں تم بھی وہی حماقت کرو، ان کا رب بھی تنہا خدا تھا اور وہی تمہارا بھی رب ہے، ان کو بھی اسی کی عبادت کرنی چاہیے تھی اور تمہیں بھی اسی کی عبادت کرنی چاہیے، اللہ کی شانِ ربوبیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ تمہارے جسموں کی نشو و نما کے لیے رزق فراہم کرے بلکہ اس کی ربوبیت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ تمہاری رہ نمائی بھی کرے، اسی رہ نمائی کے لیے رسول بھیجے گئے اور کتاب نازل کی گئی، اس سورت میں اس قحط کا ذکر بھی ہے جو کفار مکہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر آیا تھا اور مقصد یہ تھا کہ اس قحط میں مبتلا ہو کر شاید یہ لوگ ایمان قبول کرلیں، قحط میں مبتلا ہونے کے بعد بڑے بڑے کفار ڈھیلے پڑ گئے اور کہنے لگے کہ اے پروردگار ہم پر سے عذاب ہٹا دیجیے ہم ایمان لے آئیں گے، فرمایا کہ ان پر نصیحت کب مؤثر ہوگی ان کا حال تو یہ ہے کہ ان کے پاس کھلی شان والے پیغمبر آچکے ہیں، اس کے باوجود انہوں نے ان سے روگردانی کی اور

انہیں سکھلایا ہوا دیوانہ بتلایا (اچھا) ہم عذاب ہٹا دیتے ہیں، تم پھر اپنی پہلی ہی حالت پر آجاؤ گے، سورت کے آغاز میں قرآن کریم کے متعلق فرمایا گیا کہ ہم نے اسے ایک مبارک رات میں اتارا ہے (اس سے مراد شب قدر ہے) آگے قیامت کا اور اس کے دردناک عذاب کا ذکر ہے کہ جس دن کوئی رفیق کسی رفیق کے کام نہ آئے گا اور نہ ان کی (کسی طرح کی کوئی) مدد کی جائے گی، مگر جس پر اللہ کی رحمت ہوگی، بلاشبہ وہ زبردست رحم والا ہے، زقوم (ایک کانٹوں بھرا درخت) کا درخت یقیناً گنہ گاروں کا کھانا ہوگا تیل کی تلچھٹ جیسا، پیٹ میں ایسے ابلے گا جیسے کھولتا ہوا پانی ابلتا ہے (اور کہا جائے گا) پکڑو اسے اور گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ جہنم کے بیچوں بیچ، اور اس کے اوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔

سورۂ جاثیہ اگلی سورت ہے، اس کا موضوع بھی توحید و آخرت ہے، کلام کا آغاز توحید کے دلائل سے کیا گیا ہے، انسان کے وجود سے لے کر زمین و آسمان اور پوری کائنات میں ہر طرف بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں، جن کی طرف اشارہ کرکے بتلایا گیا ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ توحید باری تعالیٰ کی گواہی دے رہا ہے، طرح طرح کے جانور، رات دن کی گردشیں، آسمان سے برسنے والی بارشیں، زمین سے اگنے والے درخت اور سبزے، ہوائیں، انسان کی پیدائش، کیا ان سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کائنات بے خدا نہیں ہے، نہ بہت سے خداؤں سے یہ کائنات چل سکتی ہے صرف ایک خدا ہے جس نے اس کائنات کو بنایا ہے اور وہی اس کا حاکم اور منتظم اور نگراں ہے، یہ سورت اس آیت پر ختم ہوتی ہے کہ تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا مالک اور سارے جہاں کا پروردگار ہے، آسمانوں اور زمین میں ساری بڑائی اسی کے لیے ہے وہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

Scanned by CamScanner

۲۵/ رمضان المبارک

(پارہ: حٰم)

اس پارے کی پہلی سورت احقاف ہے، اس کا موضوع کفار کو ان گم راہیوں پر متنبہ کرنا ہے جن میں وہ مبتلا ہی نہ تھے، بلکہ انہیں حق سمجھ کر ان پر جمے ہوئے بھی تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے تنقید کر رہے تھے کہ وہ انہیں گم راہیوں سے نکالنے کی کوشش میں مصروف تھے، اس سورت میں ان کی ایک ایک گم راہی کی بھرپور تردید کی گئی سورت کے آغاز میں فرمایا: آپ ان سے کہیے کہ تم جن کو اپنے معبود کی حیثیت سے پکارتے ہو مجھے دکھلاؤ کہ انہوں نے دنیا میں کیا پیدا کیا ہے یا دنیا میں ان کا کیا حصہ ہے، پھر فرمایا: اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا انسان کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان (بتوں) کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے بے خبر بھی ہیں، آگے فرمایا: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا (یا انوکھا) رسول نہیں ہوں مجھے نہیں معلوم کل میرے یا تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے، میں تو صرف کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔ کچھ آیات کے بعد اولاد کا ذکر ہے، ان میں سے کچھ اپنے والدین کی اطاعت کرتے ہیں، کچھ نافرمانی، دونوں طرح کے کردار سامنے رکھ کر یہ خاموش سوال اہل مکہ سے کیا گیا ہے کہ بتلاؤ ان میں سے کون سا کردار بہتر ہے، فرماں برداری کرنے والا یا نافرمانی کرنے والا۔ فرمایا کہ ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے، اس کی ماں نے اس کو بڑی تکلیف کے ساتھ اپنے پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے ہی اس کو پیدا کیا، اس کے حمل میں اور اس کا دودھ چھڑانے

میں تیس ماہ لگ گئے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس برس کا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے، پروردگار مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں اور ایسے اچھے عمل کروں جو تیری خوش نودی کا سبب ہوں اور میری اولاد کو بھی نیک و صالح بنا، میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں اور میں اطاعت گزار بندوں میں سے ہوں، اور (دوسری طرف وہ شخص ہے) جس نے اپنے والدین سے کہا تف ہے تم پر، تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو کہ میں (مرنے کے بعد قبر سے) نکالا جاؤں گا، حالاں کہ مجھ سے پہلے بہت سی صدیاں گزر چکی ہیں، اور وہ دونوں (ماں باپ از راہ محبت و شفقت) گڑگڑا کر کہتے ہیں کم بخت! ایمان لے آ، بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ سب اگلے وقتوں کے قصے ہیں۔

چند آیات کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا قصہ ہے اور سورت کا نام احقاف بھی اسی قصے کے حوالے سے رکھا گیا ہے، احقاف ریت کے ٹیلوں کو کہتے ہیں قوم ہود ایسی ہی وادی میں آباد تھی جہاں ریت کے ٹیلے اور تودے بہ کثرت تھے، اس قوم کے پاس بھی نبی آئے تھے اور انہوں نے اللہ کی دعوت پہنچائی تھی، مگر وہ انکار کرتے رہے اور جب انہوں نے عذاب الٰہی کو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے ہم پر برسے گا، نہیں بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے، یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد قریش مکہ سے فرمایا کہ ہم تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیاں تباہ کر چکے ہیں اور (اس سے پہلے) ہم نے ان کو اپنی نشانیاں بتلا دی تھیں تا کہ وہ باز آ جائیں، (جب ہم ان بستیوں کو ہلاک کر رہے تھے) تب کیوں نہ ان بتوں نے ان کی مدد کی جن کو انہوں نے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے اپنا معبود بنا لیا تھا بلکہ وہ ان سے غائب ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور (وہ افسانہ تھا) جسے وہ گھڑا کرتے تھے، سورت کے آخر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ طور تسلی

Scanned by CamScanner

ارشاد فرمایا گیا کہ آپ صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے اور ان کے سلسلے میں جلدی نہ کیجئے، جس روز یہ لوگ وہ چیز دیکھ لیں گے جس کا انہیں خوف دلایا جارہا ہے اس وقت (یہ کہیں گے) کہ وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی ہی رہے ہیں آپ نے بات پہنچادی ہے (بتلایئے) فاسقوں کے علاوہ اور کون ہلاک ہونے والا ہے۔

سورۂ محمد ہجرت کے بعد اس وقت نازل ہوئی جب جنگ کے احکامات تو دے دیئے گئے تھے لیکن باقاعدہ جنگ کا آغاز نہیں ہوا تھا، اسی مناسبت سے اس کا نام سورۂ قتال بھی رکھا گیا ہے، اس میں بتلایا گیا ہے کہ اس وقت دو فریق آمنے سامنے ہیں ایک تو وہ فریق ہے جو حق کو تسلیم نہیں کرتا اور حق کے راستے میں دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور دوسرا فریق وہ ہے جو اس حق بات پر ایمان رکھتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے، ان دونوں گروہوں کے سلسلے میں اللہ کا دوٹوک فیصلہ یہ ہے کہ ان میں سے پہلے گروہ کے تمام اعمال اکارت گئے ہیں اور دوسرے گروہ کے حالات درست کردیئے گئے ہیں، اس سورت میں مسلمانوں کو جنگ کے سلسلے میں ہدایات بھی دی گئی ہیں اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی مدد ان کے شامل حال رہے گی، اگر انہوں نے قربانیاں دیں تو ان کو بہترین اجر بھی ملے گا، اللہ کی راہ میں وہ خون کا ایک قطرہ بھی بہائیں گے تو اس کا اجر انہیں ملے گا، ان کی کوئی بھی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی اور وہ اپنی قربانیوں کے سلسلے میں آخرت کا اجر وثواب حاصل کریں گے، دوسری طرف کفار ہیں جو اللہ کی مدد سے بھی محروم ہیں، اہل ایمان کے مقابلے میں ان کی ایک نہ چلے گی نہ کوئی حیلہ کام آئے گا اور نہ کوئی تدبیر سودمند ثابت ہوگی، دنیا میں بھی وہ برا انجام دیکھیں گے اور آخرت میں تو ان کا انجام برا ہے ہی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے سے بے دخل کرکے وہ اپنی کامیابی پر نازاں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس طرح خود ہی انہوں نے اپنی تباہی کا سامان بہم پہنچالیا ہے، منافقین کے حال یہ ہے کہ جنگ سے

پہلے تو وہ اپنے آپ کو پکا سچا مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے، جیسے ہی جنگ کا حکم نازل ہوا ان کے ہوش اڑ گئے، اب وہ کفار سے ساز باز کرکے گوشۂ عافیت کی تلاش میں ہیں اور خود کو جنگ کے خطرات سے بچانے کی فکر میں سرگرداں ہیں، ایسے لوگوں کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے دین کے سلسلے میں منافقت کرنے والوں کا کوئی عمل اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہے، یہاں تو ایک ہی معیار ہے کہ کون کس کے ساتھ ہے، حق کے ساتھ ہے یا باطل کے ساتھ ہے، اس کی ہمدردیاں اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہیں یا کفر اور اہل کفر کے لیے، اس کی نظر میں اپنی ذات کا مفاد مقدم ہے یا اس کا مفاد پہلے ہے جس پر وہ ایمان لانے کا دعوی کرتا ہے، اس معیار پر جو پورا نہیں اترتا نہ وہ مومن ہے نہ اس کے اعمال نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ پر اللہ کے یہاں کوئی اجر ملے گا، مسلمان اپنی تعداد اور بے مائیگی اور کفار کی کثرت اور ان کے اسلحہ وسامان کی فراوانی دیکھ کر کم ہمتی کا شکار نہ ہوں اور نہ ان کے سامنے صلح کا معاملہ رکھ کر اپنی کمزوری ثابت کریں، اس طرح تو ان کے حوصلے اور بڑھ جائیں گے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے مقابلے میں اپنے کو اور بڑا تصور کرنے لگیں گے، یقین رکھیں کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اور وہی غالب رہیں گے، کفار تو پہاڑوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوجائیں گے، البتہ مسلمانوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے، بخل سے کام نہیں چلے گا، اس وقت جو بھی شخص بخل سے کام لے گا وہ اللہ کو تو کیا نقصان پہنچائے گا خود اپنا ہی بگاڑے گا اور اپنے آپ ہی کو خطرے میں ڈالے گا اللہ کو انسانوں کی ضرورت نہیں، اگر ایک گروہ اللہ کے راستے میں قربانی سے دریغ کرے گا تو اس کی جگہ دوسرے گروہ کو دے دی جائے گی۔

سورۂ فتح میں اس عظیم فتح کا ذکر ہے جو صلح حدیبیہ کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی تھی، اس کا نزول اسی وقت ہوا جب ۶ھ میں آپ صلح حدیبیہ سے فارغ

Scanned by CamScanner

ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے، بہ ظاہر معاہدے کی شرائط سے مسلمانوں کا لشکر سخت بے چین و مضطرب تھا اور کوئی بھی ان مصلحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جن کو سامنے رکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ شرائط قبول فرما رہے تھے، کیوں کہ بہ جز حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کسی کی نگاہ بھی اتنی دوررس نہ تھی کہ اس صلح کے نتیجے میں حاصل ہونے والی فتح عظیم تک پہنچتی، ان ہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ فتح مبین کی بشارت دی بلکہ اپنے چار انعامات کا ذکر بھی فرمایا: بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کر دی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دے، آپ پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دے، آپ کو سیدھے راستے پر چلائے اور آپ کو آبرومندانہ نصرت سے ہم کنار فرمائے۔

مکہ معظمہ میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر سن کر (حالاں کہ وہ شہید نہیں ہوئے تھے) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ سے حدیبیہ کے مقام پر جو بیعت لی تھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا اب جو یہ عہد توڑے گا اس کا وبال خود اس پر ہوگا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا تو اللہ اس کو عظیم اجر عطا فرمائے گا۔ اس سورت میں منافقین کا بھی ذکر ہے جو عمرے پر جاتے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے باوجود گھروں سے نہیں نکلے، یہ مدینہ کے اطراف میں واقع قبائل اسلم، مزنیہ، جہنیہ وغیرہ کے افراد تھے، جب آپ واپس تشریف لے جائیں گے تو یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ طرح طرح کے بہانے کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں گھر بار اور آل و اولاد کے دھندوں سے فرصت ہی نہیں ملی، آپ ہمارے لیے مغفرت کی دعا فرما دیجیے، یہ لوگ زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی، ان پیچھے رہ جانے والے بدویوں سے کہہ دیجیے کہ عنقریب تمہیں

شہ زوروں سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا یا تو تم ان سے جنگ کرو گے یا وہ مطیع و فرماں بردار ہو جائیں گے، اگر تم نے (جنگ کے حکم کی) اطاعت کی تو اللہ بہترین اجر دے گا اور اگر تم نے اسی طرح منہ موڑا جیسے اس سے قبل موڑ چکے ہو تو اللہ دردناک عذاب دے گا (البتہ) اندھے، لنگڑے اور مریض کے لیے کوئی حرج نہیں ہے، آگے فرمایا اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے خوش ہو گیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں کا حال اللہ جانتا تھا، اس لیے اللہ نے ان کے اوپر سکینہ (دل کا اطمینان اور سکون) نازل فرمایا اور ان کو ایک فتح بھی عطا فرما دی اور بہت سا مال غنیمت بھی جسے وہ حاصل کریں گے۔

یہاں اس خواب کا ذکر ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سلسلے میں دیکھا تھا اور جس کے نتیجے میں آپ عمرے کے لیے تشریف لے گئے تھے اور مکہ میں داخل ہوئے بغیر صلح کر کے واپس تشریف لے آئے تھے، اس سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا تھا تم ان شاء اللہ ضرور بالضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے امن و امان کے ساتھ، سر منڈاؤ گے اور بال کٹواؤ گے (یعنی حج و عمرہ کرو گے) اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا، وہ اس بات کو جانتا تھا جو تم نہیں جانتے اس لئے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے ہی اس نے تم کو یہ فتح (خیبر کی فتح) عطا فرما دی، وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اور اس امر پر اللہ کی گواہی کافی ہے، محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں نرم ہیں، تم ان کو رکوع و سجود کی حالت میں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کی جستجو میں منہمک پاؤ گے سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشان ہیں، یہ ہیں ان کے اوصاف، انجیل اور تورات میں ان کی یہ مثال دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے

Scanned by CamScanner

پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو وہ اچھی لگتی ہے تا کہ کفار مکہ ان (صحابہ کے پھلنے پھولنے) سے جلیں، اللہ نے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اگلی سورت الحجرات ہے۔ اس میں مسلمانوں کو کچھ ایسے آداب کی تعلیم دی گئی ہے جو اہل ایمان کے شایان شان ہیں، ابتدائی پانچ آیتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ادب ملحوظ رکھنے کی نصیحت کی گئی ہے کہ ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو حجروں کے باہر سے آپ کو نہ پکارو بلکہ باہر نکلنے کے منتظر رہو، اس کے بعد یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کوئی فاسق وفاجر شخص خبر لے کر آئے تو اس پر آنکھ بند کر کے یقین نہ کرنا چاہئے، بلکہ اگر کسی کے خلاف کوئی خبر ملے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس خبر کا ذریعہ قابل اعتماد ہے یا نہیں، اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دینی چاہئے، ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، طعن وتشنیع نہ کریں، ایک دوسرے کو برے نام والقاب سے نہ پکاریں، کسی سے بدگمانی مت رکھیں، کسی کے تجسس میں نہ پڑیں، غیبت نہ کریں، یہ ایسا ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا، تمام انسان ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں، ان کا قوموں اور قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم ہونا تعارف کے لیے ہے نہ کہ تفاخر کے لیے، ایک انسان کو دوسرے انسان پر محض تقوی کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، اصل ایمان یہ ہے کہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کو مانے، فرماں دار بن کر رہے، جان ومال سے دریغ نہ کرے۔

سورۂ ق کا موضوع آخرت ہے، جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں لوگوں کو آخرت کے بارے میں بتلایا تو حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، انہیں اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ مرنے کے بعد انسان زندہ ہوسکتا

ہے، اپنے اعمال کا حساب دے گا، ان کے خیال میں یہ سب باتیں عقل سے بعید تھیں، اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی، اس کے چھوٹے چھوٹے فقروں کے ذریعے آخرت کے امکان اور اس کے وقوع پر دلائل دیئے گئے ہیں اور آخر میں بتلایا گیا ہے کہ تم خود اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ لوگے جس کا آج انکار کر رہے ہو جزا وسزا، جنت دوزخ، سب کی حقیقت تم پر واضح ہو جائے گی۔ اگلی سورۃ الذاریات کا موضوع بھی آخرت ہی ہے، اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے یہاں آخرت کا تصور تو ہے مگر عجیب وغریب شکلوں کے ساتھ، کسی نے اسے تناسخ کی شکل میں مانا، کسی نے اخروی زندگی کو تو تسلیم کیا مگر مکافات عمل کو نا قابل یقین ٹھہرایا۔

Scanned by CamScanner

۲۶/ رمضان المبارک

(پارہ: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ)

پارے کے آغاز میں حضرت لوط، حضرت ہود اور حضرت نوح علیہم السلام کے قوموں پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر ہے، سورت کے آخر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ سب سرکش لوگ ہیں، آپ ان سے اعراض کیجئے آپ پر کوئی ملامت نہیں کی جائے گی، البتہ نصیحت کرتے رہئے کیوں کہ نصیحت اہل ایمان کو نفع دیتی ہے، میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، میں ان سے رزق نہیں مانگتا اور نہ ان سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں، اللہ تو خود ہی رزق دینے والا ہے، وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

اگلی سورت طور ہے، اس کا موضوع بھی آخرت ہے، البتہ اس میں وقوع آخرت کے دلائل کے بہ جائے چند اہم چیزوں کی قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ قیامت تو ہر حال میں واقع ہوگی، فرمایا: قسم ہے (پہاڑ) طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی جو پتلی جلد میں ہے (مراد تورات وانجیل ہے) بیت معمور کی، (ساتویں آسمان پر ملائکہ کا قبلہ) اونچی چھت (آسمان) کی اور موج زن سمندر کی کہ آپ کے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے، آگے یہ بتلایا گیا ہے کہ اس عذاب کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، کسی میں یہ طاقت نہیں کہ قیامت کو برپا ہونے سے روک دے، جو آج اس کا انکار کر رہے ہیں وہ خود اپنا انجام دیکھ لیں گے، سورت کے دوسرے رکوع میں سرداران قریش کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن، کبھی دیوانہ اور کبھی شاعر کہہ کر لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت سے برگشتہ کرتے ہیں، اور

کہتے ہیں کہ یہ قرآن آسمان سے نہیں اتر رہا ہے بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود ہی گھڑ رہے ہیں، وہ بہ طور طنز یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا اللہ کو پیغمبری کے لیے یہی ملے تھے، جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دعوت دینے جاتے وہ ایسے منہ چھپا کر بھاگ کھڑے ہوتے جیسے آپ ان سے کچھ مانگنے آگئے ہوں، سرداران قریش کے اس رویّے کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے ارشاد فرمایا: آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو پہنچ جائیں جس دن ان کے ہوش اڑ جائیں گے جس دن ان کی کوئی چال ان کے کام نہ آئے گی، نہ ان کی مدد کی جائے گی اور ظلم کرنے والوں کے لیے اس وقت کے آنے سے پہلے بھی ایک عذاب ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں، آپ اپنے رب کا فیصلہ کرنے تک صبر کریں، آپ ہماری نظروں (کی حفاظت) میں ہیں اور آپ اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح بیان کیا کیجئے اور رات کے وقت بھی اور جب ستارے چھپتے ہیں اس وقت بھی۔

سورۂ النجم کا آغاز اس کلام سے کیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گم راہ اور بھٹکے ہوئے انسان نہیں ہیں، جیسا کہ تم ان کے متعلق کہتے ہو اور نہ وہ اپنی طرف سے کچھ کہتے ہیں بلکہ جو کچھ کہتے ہیں وہ خالص وحی ہے، جو ان کے اوپر نازل کی جاتی ہے انہوں نے اس فرشتے کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس کے ذریعے سے ان کو یہ علم دیا جاتا ہے، انہیں اپنی نشانیوں کا براہ راست مشاہدہ کرایا گیا ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں سوچ کر نہیں کہتے، دیکھ کر کہتے ہیں، ان سے تم جھگڑتے ہو، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اندھا کسی آنکھوں والے سے کسی ایسی چیز کے بارے میں جھگڑے جو اسے نظر نہیں آتی، تم جس دین کو مانتے ہو اس کی بنیاد حقائق پر نہیں مفروضات پر قائم ہے، تم نے لات منات اور عزّیٰ نام کے بت مان رکھے ہیں اور ان کو معبود بنا رکھا ہے، حالاں کہ ان میں معبودیت والی کوئی بات ہی نہیں ہے، تم فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو اور خود اپنے

Scanned by CamScanner

لیے بیٹی کے وجود کو باعث ذلت اور باعث عار سمجھتے ہو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ گھڑے ہوئے معبود تمہارے بگڑے کام بنوا سکتے ہیں، یہ تمہاری غلط فہمی ہے، یہ جھوٹے معبود تو کیا تمام مقربین مل کر بھی اللہ سے کوئی بات نہیں منوا سکتے، تمہارے عقائد علم اور دلیل سے تعلق نہیں رکھتے، کچھ اوہام ہیں، کچھ خواہشات نفس ہیں جن کو تم نے دین سمجھ رکھا ہے اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، تمہیں حقیقت کی جستجو ہے بھی نہیں اور تمہیں اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ جن عقائد کو تم لئے بیٹھے ہو وہ حق کے مطابق ہیں بھی یا نہیں، نہ تمہیں آخرت کی فکر ہے بس تم دنیا کی طلب میں لگے ہوئے ہو، اس حقیقت کو یاد رکھو کہ اللہ ہی مالکِ کُل اور مختار مطلق ہے، وہ ہدایت یافتہ ہے جو اس کے راستے پر ہے اور وہ گم راہ ہے جو اس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے، فیصلے کا وقت قریب آپہنچا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں ہے، مگر اس سے پہلے تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ذریعے خبردار کیا جا رہا ہے، تم اس کی ہنسی اڑاتے ہو، شور مچاتے ہو تا کہ کوئی اور بھی اس کو سننے نہ پائے، کیا تمہیں اپنی اس احمقانہ حرکت پر رونا نہیں آتا، اپنی اس حرکت سے باز آجاؤ اور اللہ کے سامنے سر بہ سجود ہو جاؤ۔

اگلی سورت القمر ہے، اس میں معجزۂ شق القمر کا تذکرہ ہے، روایات میں ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں منٰی کے اندر کفار کا مجمع تھا، اس وقت ان لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ کوئی نشانی دکھلائیں آپ نے دعا فرمائی، اچانک چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا مشرق کی سمت چلا گیا اور دوسرا مغرب کی جانب چلا گیا، چاند پھر اپنی اصل حالت میں واپس آگیا، اسی کے متعلق فرمایا گیا کہ قیامت قریب آچکی ہے، چاند شق ہو چکا ہے اور جب یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اسے ٹال جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے، شق القمر کا واقعہ ایک معجزہ تو تھا ہی، وہ اس وقت کے حالات کے مطابق منکرین آخرت کے لیے

عبرت وموعظت کا سامان بھی تھا کہ جس طرح یہ چاند دو ٹکڑے ہو چکا ہے اسی طرح دوسرے ستارے اور سیارے بھی پھٹ سکتے ہیں اور اسی طرح قیامت برپا ہو گی، مگر یہ لوگ نہ سمجھتے ہیں، نہ واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ تاریخ سے نصیحت پکڑتے ہیں، یہ تو اسی وقت مانیں گے جب حقیقت میں قیامت برپا ہو گی اور لوگ قبروں سے نکل کر حشر کے میدان کی طرف دوڑیں گے، اس سورت میں قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود قوم لوط اور آل فرعون کے واقعات بھی مختصراً بیان کئے گئے ہیں، ہر قوم کا قصہ بیان کرنے کے بعد یہ بات دہرائی گئی ہے کہ یہ قرآن نصیحت حاصل کرنے کا آسان ذریعہ ہے، اس کے بعد کفار مکہ سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ ان قوموں کو جس وجہ سے عذاب دیا گیا ہے وہی طریقہ تم بھی اختیار کر رہے ہو، تم بھی سزا سے نہ بچ سکو گے قیامت اللہ کے لیے کوئی دشوار کام نہیں ہے، بس ایک حکم کی دیر ہے، پلک جھپکتے ہی برپا ہو جائے گی۔

سورۂ الرحمٰن قرآن کریم کی وہ سورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ جنوں کو بھی براہ راست مخاطب فرمایا ہے اور دونوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے بے شمار مظاہر اور ان گنت انعامات واحسانات بتلا کر یہ حکم دیا ہے کہ وہ نافرمانی سے بچیں اور اطاعت وفرماں برداری اختیار کریں، اس سورت میں شروع کی چار آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کی تعلیم اللہ کی طرف سے ہے، اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اسے بیان پر دست رس بخشی ہے، اگلی دو آیتوں میں بتلایا گیا کہ زمین وآسمان کی تمام چیزیں چاند سورج سب ایک طے شدہ حساب کے تحت چل رہے ہیں اور دنیا کی تمام مخلوقات اس کی اطاعت گزار ہیں، اگلی تین آیتوں میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ نظام کائنات توازن کے ساتھ عدل پر قائم ہے، فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کائنات کے رہنے والے بھی عدل پر قائم رہیں اور توازن میں خلل نہ

Scanned by CamScanner

ڈالیں، اگلی سولہ آیات میں قدرت کے عجائب وکمالات بھی بیان کئے گئے ہیں اور ان نعمتوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جن سے انسان اور جنات سب ہی مستفید ہو رہے ہیں اگلی پانچ آیات میں ان دونوں مخلوقات کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے، بس ایک خدا ہی کی ذات ایسی ہے جسے فنا نہیں ہے، اپنے وجود وبقاء کے لیے سب اسی لافانی ہستی کے محتاج ہیں، اگلی چھ آیات میں یہ کہا گیا ہے کہ عن قریب یوم حساب آنے والا ہے، اس دن سے کوئی مفر نہیں ہے اور نہ کوئی جائے پناہ ہے، اگلی دو آیتوں میں بھی یہی مضمون دہرایا گیا ہے، اگلی سات آیتوں میں انسانوں اور جنوں میں سے ان مجرمین کی خبر دی گئی ہے جو دنیا میں اللہ کی نافرمانی کرتے رہے ہیں، اگلی تمام آیات میں ان انعامات کا ذکر ہے جو آخرت میں نیک انسانوں اور جنوں کو عطا کئے جائیں گے۔

سورۂ الواقعہ کا موضوع ان اعتراضات اور شبہات کی تردید ہے جو کفار مکہ کی طرف سے آخرت، توحید اور قرآن پر کئے جاتے تھے، آخرت کے متعلق تو ان کا خیال یہ تھا کہ یہ واقع ہو ہی نہیں سکتی اور ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ قیامت برپا ہو اور زمین وآسمان کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے، مردے دوبارہ زندہ ہوں، ان کا حساب کتاب ہو نیک انسانوں کو جنت ملے اور برے انسان جہنم کے حوالے کئے جائیں، یہ سب خیالی اور فرضی قصے ہیں، اس کے جواب میں فرمایا کہ جب یہ واقعہ پیش آئے گا اس وقت کوئی اسے جھٹلانے والا نہیں ہوگا، اس وقت انسانوں کے تین طبقے ہوں گے سابقین صالحین اور منکرین، ان تینوں طبقات کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کی تفصیل اس سورت کی آیت سات سے آیت چھپن تک ہے، اگلی پندرہ سولہ آیات میں عقیدۂ آخرت اور عقیدۂ توحید پر دلائل دیے گئے ہیں، وہ دلائل آسمان وزمین کی وسعتوں میں بھی پھیلے ہوئے ہیں اور خود انسان کے اندر بھی موجود ہیں، اس کے بعد والی آیات میں قرآن کے متعلق پیدا ہونے والے شکوک واوہام کی تردید کی گئی ہے اور کفار مکہ سے

کہا گیا ہے کہ تم اس کی تکذیب کرتے ہو، یہ اللہ کی نعمت ہے، اس سے فائدہ اٹھاؤ، اس کی تکذیب نہ کرو، سورۂ الحدید میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہے، پھر انفاق فی سبیل اللہ کو موضوع بنا کر کہا گیا کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے، مال درحقیقت اللہ ہی کا ہے تم تو اس پر قائم مقام کی حیثیت سے قابض اور متصرف ہو، یہ مال کل کسی اور کے پاس تھا، آج تمہارے پاس ہے، کل کسی اور کے پاس ہوگا، اگر اس مال کا کوئی حصہ آئندہ تمہارے کام آسکتا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال ہے، اللہ کے لیے جو مال بھی خرچ کیا جائے گا وہ اللہ کے ذمے قرض ہوگا اور اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر واپس کرے گا بلکہ اس پر مزید اجر وثواب بھی عطا کرے گا، آخرت میں اللہ کا نور ان خوش قسمت اہل ایمان کو نصیب ہوگا جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

۲۷/ رمضان المبارک

(پارہ: قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ)

اس پارے کی پہلی سورت مجادلہ ہے، یہ نام پہلی ہی آیت کے لفظ تجادلک سے ماخوذ ہے، جس کے معنی جھگڑا کرنے اور بحث کرنے کے ہیں، اس میں اس عورت کا قصہ مذکور ہے جس کے شوہر نے ظہار کیا تھا، ظہار کہتے ہیں اپنی بیوی کے کسی ایسے جزو بدن کو اپنی ماں یا دیگر محرمات سے تشبیہ دینا جس سے ذات مراد ہو، جیسے یہ کہا کہ تو مجھ پر ماں کی طرح ہے، یا تو میری ماں کی کمر کی طرح ہے، اس کے بعد اس عورت نے آکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اصرار کیا کہ وہ کوئی ایسی صورت نکالیں جس سے اس کی شادی شدہ زندگی بچ جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہے تھے، اس آیت سے چھٹی آیت تک ظہار کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں اور مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اسلام کے بعد بھی جاہلیت کے طور طریقوں پر چلنا ایمان کے منافی ہے، ساتویں آیت سے دسویں آیت تک منافقین کی پکڑ کی گئی ہے کہ وہ خفیہ طور پر اسلام کے خلاف منصوبہ سازی کرتے رہتے ہیں اور ان کے دلوں میں جو بغض چھپا ہوا ہے اس کو ظاہر کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ منافقین کی سرگوشیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، پھر منافقین سے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے لیے سرگوشیاں کرنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے، اگلی تین آیات میں مسلمانوں کو مجلسی تہذیب کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی مجلس

میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور باہر سے کچھ لوگ آجائیں تو سمٹ کر بیٹھ جائیں اور آنے والوں کے لیے جگہ دے دیا کریں، اللہ تمہیں کشادگی عطا کرے گا، اور جب تم سے کہا جائے کہ مجلس سے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو، تم میں سے جو اہل ایمان ہیں اور جن کو اللہ نے علم عطا کیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا، اے ایمان والو! جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی میں کوئی بات کیا کرو تو پہلے صدقہ دے دیا کرو (اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت میں بات کرنے والوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جارہی تھی، بعض لوگ بلا ضرورت بھی محض بڑائی کے اظہار کے لیے خلوت میں بات کرنے کی خواہش ضرور کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی درخواست رد نہ فرماتے، اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا حکم دے کر آزمانا چاہا کہ کون ضرورت سے بات کرتا ہے اور کون بلا ضرورت کرتا ہے) اور اگر تم صدقہ کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اللہ غفور و رحیم ہے، بعد کی آیات میں اخلاص کا معیار بتلایا گیا ہے، یہ مخلصین وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دین کے معاملے میں کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتے، نہ اپنے والدین کا، نہ اپنی اولاد کا اور نہ دیگر افراد خاندان کا، بلکہ جو اللہ اور رسول کے دشمن ہیں وہ ان سے ذرا بھی تعلق نہیں رکھتے، باقی سب لوگ یا تو منافقین ہیں یا مذبذبین ہیں، جو اِدھر کے ہیں نہ اُدھر کے۔

سورۃ الحشر کی ابتدائی آیات میں ایک غزوے کی طرف اشارہ ہے جو تاریخ و سیرت کی کتابوں میں غزوۂ بنو نضیر کے نام سے مشہور ہے، یہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا افراد، مال و دولت اور جنگی ساز و سامان کے لحاظ سے یہ لوگ مسلمانوں سے کسی طرح کم نہ تھے، بلکہ کچھ بڑھے ہی ہوئے تھے، مگر جب مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا تو وہ لوگ پہلے ہی مرحلے میں از خود جلا وطن ہو گئے، شروع کی چار آیات میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ وہی (اللہ) ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی ہلّے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا، تمہیں یہ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور تم یہ خیال

Scanned by CamScanner

کرتے تھے کہ ان کے قلعے ان کو بچالیں گے، لیکن اللہ ان پر ایسے رُخ سے آیا کہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا، اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کیا اور مؤمنین سے بھی برباد کرایا، پانچویں آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ دشمن کے علاقے میں گھس کر جنگی ضروریات کے لیے تخریبی کاروائی کرنا ہر طرح جائز ہے اور اللہ کے اذن سے ہے، اگلی پانچ آیتوں میں اموال غنیمت کے سلسلے میں ہدایت دی گئی کہ وہ اللہ و رسول، ان کے رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں، تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں ہی میں گردش نہ کرتے رہیں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ، یہ مال ان غریب مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنی جائدادوں سے نکال باہر کئے گئے۔

اگلی سات آیتوں میں غزوۂ بنونضیر کے موقع پر منافقین نے جو روش اختیار کی تھی اس کا بھی ذکر ہے کہ انہوں نے اہل کتاب سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر تم اپنے گھروں سے نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور اگر تمہارے ساتھ جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے، لیکن خدا گواہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، نہ گھر سے نکلیں گے اور نہ جنگ میں مدد کریں گے، باقی آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے کچھ نصیحتیں کی گئی ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ ایمان کا اصل تقاضا کیا ہے، قرآن کو ماننے کا دعوی ہے مگر قرآن کی روح کو سمجھتے ہی نہیں، یہ قرآن وہ ہے کہ اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھکا جا رہا ہے اور پھٹا جا رہا ہے، آگے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ بیان کئے گئے ہیں کہ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، غیب وحاضر کا جاننے والا ہے، رحمٰن ورحیم ہے، وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، بادشاہ ہے، نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، غالب

اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، بڑائی کا سزاوار، اللہ اس شرک سے پاک ہے جو وہ کر رہے ہیں، وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ ساز بھی ہے اور اسے نافذ کرنے والا بھی ہے، صورت گر بھی ہے، آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی تسبیح بیان کرتی ہے، وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

سورۂ ممتحنہ کا آغاز ایک قصے کی طرف اشارے سے ہوتا ہے، حضرت حاطب ابن بلتعہؓ نے اپنے اہل وعیال کو بچانے کے لیے مسلمانوں کا ایک جنگی راز دشمنوں کو بتلانا چاہا تھا جس کی بروقت خبر ہوگئی اور وہ یہ راز افشانہ ہوسکا، اگر یہ راز کفار مکہ کو معلوم ہو جاتا تو فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کو شدید مالی وجانی نقصان اٹھانا پڑتا، اس سورت کی ابتدائی نو آیات میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بنائیں، آگے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن یہ رشتے ناطے اور اولاد کام نہ دے گی، اس روز اللہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ اگلی دو آیتوں میں ان مسلمان عورتوں کے متعلق فرمایا کہ جو خود تو ہجرت کر کے مدینے آگئیں مگر ان کے شوہر بہ حالت کفر مکے میں تھے، یہی حال بہت سے مردوں کا تھا کہ وہ خود تو مسلمان ہوگئے تھے مگر ان کی بیویاں بہ حالت کفر مکے میں تھیں، ایسی عورتوں اور مردوں کے سلسلے میں ہدایت دی گئی کہ جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان کی اچھی طرح آزمائش کرلو، پھر جب معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کو واپس نہ کرو، اب نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال ہیں، ان کے کافر شوہروں نے جو مہر ان کو دیئے تھے وہ ان کو واپس کر دو اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، جب کہ تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو، اور تم خود کافر عورتوں کو (نکاح میں) روکے نہ رکھو، اور جو مہر تم نے ان کو دیا ہے وہ مانگ لو اور جو مہر انہوں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیئے تھے وہ واپس مانگ لیں، آخری آیات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے

Scanned by CamScanner

فرمایا گیا ہے کہ جو عورتیں اسلام قبول کرلیں ان سے آپ شرک چوری، زنا، قتل اولاد بہتان تراشی، نافرمانی وغیرہ برائیوں سے بچنے کا عہد لیں۔

سورۂ الصف کی ابتدا میں اہل ایمان سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ اے اہل ایمان تم لوگ وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کو یہ چیز سخت ناپسند ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر عمل نہ کرو، اللہ کو وہ لوگ محبوب ہیں جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر صف بستہ کھڑے ہوجاتے ہیں، اس کے بعد کی تین آیات میں اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا طرز عمل وہ نہ ہونا چاہئے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ ان کی قوموں کا تھا، اگلی آیت میں یہود ونصاری اور منافقین کی سازشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ اپنی پھونکوں سے اللہ کا نور بجھانا چاہتے ہیں، اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے (پھیلا کر) رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گزرے، اگلی تین آیات میں اہل ایمان کو بتلایا گیا کہ دنیا اور آخرت میں کامیابی کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، آخر میں اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اللہ کی راہ میں ان کا ساتھ دیا تھا اسی طرح تم بھی انصار اللہ بنو۔

سورۂ جمعہ میں دو رکوع ہیں اور دونوں کے موضوع الگ الگ ہیں، پہلے رکوع میں اہل کتاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے رسول ماننے سے انکار کردیا کہ وہ امی قوم میں مبعوث ہوئے ہیں، اور تم یہ سمجھتے ہو کہ منصب رسالت ہماری قوم کے لیے مخصوص ہے، تمہاری خواہش کے علی الرغم اللہ نے انہی امیوں میں ایک رسول پیدا کیا ہے جو لوگوں کو اس کی آیات سنا رہا ہے، تزکیۂ نفس کررہا ہے، لوگوں کو ہدایت دے رہا ہے، تم کو تورات دی گئی تھی، لیکن تم نے اس کی ذمہ داری

ادا نہ کی، تمہارا حال اس گدھے کا سا ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں اور اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کس چیز کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، اگر تم بزعم خود اللہ کے محبوب اور اس کے دوست ہو تو موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے، تم موت کی تمنا کر ہی نہیں سکتے، حالاں کہ جس موت سے تم راہ فرار اختیار کررہے ہو وہ آئے گی ضرور دوسرے رکوع میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ جمعہ کی اذان کے بعد ہر قسم کی خرید وفروخت اور دوسری مصروفیات حرام ہیں، اذان ہوتے ہی اللہ کے ذکر کی طرف دوڑیں، البتہ جب نماز ختم ہوجائے تو تلاشِ رزق میں زمین پر پھیل جائیں، سورۂ منافقون میں ان منافقین کا ذکر ہے جو اکثر یہودی تھے، ان کو اولاد پر بڑا گھمنڈ تھا، اس لیے ان سے کہا جارہا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو یاد الٰہی سے غافل نہ کردے، سورۂ تغابن کا موضوع ایمان کی دعوت، اللہ ورسول کی اطاعت کی تلقین اور اخلاق حسنہ کی تعلیم ہے، ابتدائی چار آیتوں میں تمام بنی نوع انسان مخاطب ہیں اور انہیں آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ کائنات جس میں تم رہتے ہو بے خدا نہیں ہے، اگلی پانچ آیتوں میں ان لوگوں سے خطاب ہے جو قرآن کی دعوت پر یقین نہیں رکھتے، اور باقی تمام آیات میں ان لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے جو اس دعوت کو تسلیم کرتے ہیں۔

سورۂ الطلاق کے احکام تو بڑی تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ میں بیان کئے جاچکے ہیں، اس سورت میں وہ تمام احکام علی حالہ برقرار رکھتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ مرد اپنے اختیار طلاق کو نہایت حکیمانہ طریقے پر روبہ عمل لائے، اول تو اس کی طرف سے یہ کوشش ہونی چاہئے کہ میاں بیوی کے درمیان طلاق کی نوبت ہی نہ آئے، اور علیحدگی صرف اس صورت میں ہو جب مصالحت کے تمام امکانات ختم ہوچکے ہوں سورۂ بقرہ میں طلاق کے احکام نازل ہونے کے بعد جو کچھ احکام ومسائل باقی رہ گئے تھے وہ بھی اس میں بیان کردیئے گئے ہیں، مثال کے طور پر مدخولہ عورتوں میں سے جن

Scanned by CamScanner

کو حیض آنا بند ہو گیا ہو اور جن کو ابھی حیض شروع نہ ہوا ہو ان کی عدت، حاملہ عورت کی عدت، جس عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت کیا ہوگی، مطلقہ عورتوں کے لیے نان نفقے کی ذمہ داری کس کی ہوگی، جس بچے کے والدین طلاق کے ذریعے الگ ہو چکے ہیں اس کی رضاعت و کفالت کا کیا نظم ہوگا، یہ سب باتیں اس سورت میں بیان کی گئی ہیں، سورۂ تحریم میں ازواج مطہرات کے متعلق بعض واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند اہم مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، ان میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ حلال و حرام اور جائز یا ناجائز کی حدود مقرر کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے، عام انسان تو کس شمار و قطار میں ہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر خدا کے حکم کے کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کر سکتے، پوری سورت اسی ایک اہم مسئلے کے ارد گرد گھوم رہی ہے، یہ سورت ایک گھریلو قسم کے واقعے کے بعد نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجۂ محترمہؓ کے یہاں شہد پی لیا تھا، باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کو اس پر رشک آیا اور انہوں نے یہ کہا کہ آپ کے منہ سے بینافیر کی بو آرہی ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھالی کہ میں آئندہ شہد نہ پیوں گا، کیوں کہ آپ کو بدبو سخت ناپسند تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو چیز اللہ نے حلال کر رکھی ہے آپ اسے اپنے اوپر حرام کیوں کر رہے ہیں، اس سلسلے میں گھریلو معاملات کے سلسلے میں کچھ ہدایات بھی ہیں۔

۲۸/ رمضان المبارک

(پارہ: تَبٰرَکَ الَّذِی)

اس پارے کی پہلی سورت الملک ہے، اس سورت کی ابتدائی آیات میں کائنات کے نظام کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ یہ انتہائی محکم نظام ہے، اس میں نہ کسی طرح کا کوئی عیب ہے اور نہ کوئی نقص، اس نظام کا ہر عنصر اپنی جگہ مکمل اور مستحکم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پورا نظام خدا ہی کا پیدا کردہ ہے اور وہی اس کا مدبر اور نگراں ہے، اس کائنات میں انسان بلا مقصد پیدا نہیں کیا گیا، یہ اس کے لیے دار الامتحان ہے حسن عمل ہی سے وہ اس امتحان میں کامیاب ہو سکتا ہے، اس کے باوجود بھی اگر انسان کفر پر آمادہ ہے تو وہ خود آخرت میں اس کے ہولناک نتائج کا مشاہدہ کرلے گا، یہ مضمون تقریباً گیارہ آیات تک پھیلا ہوا ہے، اگلی تین آیتوں میں انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ خدا سے تمہاری کوئی چھپی یا کھلی بات پوشیدہ نہیں ہے، وہ تمہارے دل کے خیالات سے بھی آگاہ ہے، اس لیے انسان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس باخبر اور علیم ہستی سے ڈرے، آنے والی سات آیتوں میں کائنات کے بعض ایسے حقائق سے پردہ اٹھایا گیا ہے جو آنکھوں کے سامنے ہیں، لیکن دلوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے، اس لیے ہم ان حقائق کا صحیح ادراک نہیں کر پاتے، مثال کے طور پر یہ زمین ہی ہے، اس پر ہم اطمینان کے ساتھ چل پھر بھی رہے ہیں اور اس میں سے اپنا رزق بھی حاصل کر رہے ہیں، یہ زمین ہمارے تابع فرمان ہے، کس کے حکم سے؟ خدا کے حکم سے، ورنہ اسے کوئی زلزلہ تباہ و برباد بھی کر سکتا ہے اور کوئی طوفان تہس نہس بھی کر سکتا ہے، یہ حقائق تمہارے لیے ہیں، لیکن تم ان کو جانوروں کی طرح دیکھتے ہو جو حقائق کی

Scanned by CamScanner

تہ تک پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اس کے بعد چند آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ بالآخر تمہیں اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے، نبی کا کام یہ نہیں کہ تمہیں دن اور تاریخ بتلائے، اس کا کام تمہیں آنے والے خطرے سے آگاہ کرنا ہے، آخر میں لوگوں سے پوچھا گیا کہ ان ریگ زاروں میں اور پہاڑی علاقوں میں تمہاری زندگی کا انحصار پانی پر ہے جو کسی جگہ سے نکل آتا ہے، اگر یہ پانی زمین میں اتر جائے تو تمہیں یہ آب حیات دینے والا اللہ کے سوا کون ہے۔

سورۂ القلم کے تین بنیادی موضوع ہیں، مخالفین کے اعتراضات کا جواب، ان کو پند و نصیحت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے کی تلقین، سورت کا آغاز اس مضمون سے ہوتا ہے کہ یہ لوگ آپ کو دیوانہ کہتے ہیں حالاں کہ جو کتاب عظیم آپ ان لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور آپ کی زندگی کا ہر پہلو جس خلق عظیم کا نمونہ ہے وہ خود ان کی تردید کے لیے کافی ہے، عن قریب ہی یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ دیوانہ کون ہے اور عقل مند کون ہیں، ایک طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت ہے جو اخلاق حسنہ سے مزین اور صفات عالیہ سے آراستہ ہے اور دوسری طرف مخالفین میں وہ لوگ شامل ہیں جو اگرچہ سرداران قریش کہلاتے ہیں مگر ان کے پاس اچھے اخلاق نہیں ہیں اور نہ ان کا کوئی اعلا کردار ہے، اس سورت میں ایک باغ کی بھی مثال پیش کی گئی ہے، باغ والوں نے اللہ کی عطا کردہ نعمت کی ناقدری کی اور یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ ان کی محنت کا ثمرہ ہے، ایک رات انہوں نے قسم کھائی کہ ہم صبح کو باغ کے پھل توڑیں گے، لیکن رات کو جب وہ سوئے تو آپ کے رب کی طرف سے ایک بلا باغ پر آئی اور اسے ویران کر گئی اور اس کا حال ایسا ہو گیا جیسی کٹی ہوئی فصل ہو، صبح سویرے جب وہ باغ کی طرف گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا آپس میں کہنے لگے شاید ہم راستہ بھول گئے ہیں، ان میں سے ایک نیک شخص نے کہا

میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ ہم اللہ کی تسبیح نہیں کرتے ہیں، تب جا کر وہ توبہ تلہ کرنے لگے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، عذاب اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے، کاش وہ اس بات کو سمجھتے، اگلے رکوع میں براہ راست خطاب اہل مکہ سے ہے کہ آخرت کی بھلائی لازمی طور پر ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے تقوی اختیار کیا، آخر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نصیحت فرمائی گئی کہ صبر سے کام لیجئے، اس راہ میں جو سختی پیش آئے اس کو برداشت کیجئے اور اس بے صبری میں نہ پڑیں جس کی وجہ سے حضرت یونس (علیہ السلام) آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے، سورۂ الحاقہ کے پہلے رکوع میں بتلایا گیا ہے کہ قیامت ایک ایسی حقیقت ہے جو سامنے ضرور آئے گی، قوم ثمود اور قوم عاد نے اس کو جھٹلایا تو قوم ثمود ایک سخت حادثے میں ہلاک کر دی گئی اور قوم عاد طوفانی آندھی میں برباد ہو گئی، دوسری قوموں پر آنے والے عذاب کا بھی ذکر ہے، پھر قیامت کے بیان کی طرف واپسی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ قیامت کس طرح واقع ہوگی، اور اخروی زندگی کا آغاز کس طرح ہوگا، اس روز تم سب اللہ کی عدالت میں پیش کئے جاؤ گے، اور تمہارا کوئی راز ایسا نہ ہوگا جو چھپا ہوا ہو، جن کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ہوگا وہ جنت میں دائمی راحت پائیں گے، اور جس کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ہوگا وہ پچھتائے گا اور کہے گا کاش میرا نامۂ اعمال میرے ہاتھ میں نہ دیا گیا ہوتا، حکم ہوگا کہ اسے پکڑو اور اس کی گردن میں طوق ڈال کر اس کو جہنم کے حوالے کر دو اور اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو سورت کے آخر میں اللہ رب العزت نے قسم کھا کر کہا کہ یہ قرآن نہ کسی شاعر کا قول ہے اور نہ کسی کاہن کا قول ہے۔

سورۂ المعارج کا موضوع بھی قیامت، آخرت، جنت اور دوزخ ہی ہے سورت کے آغاز میں فرمایا کہ مانگنے والے نے (بہ طور چیلنج) عذاب مانگا ہے جو ضرور واقع ہونے والا ہے اور یہ عذاب کافروں کے لیے ہے، اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں

Scanned by CamScanner

ہے، آپ صبر جمیل سے کام لیں، جس عذاب کو یہ بہت دور سمجھ رہے ہیں ہم اسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں، وہ دن جلد آنے والا ہے، جس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے گا، آگے قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے عذاب اور جہنم کی آگ کے مستحق وہ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں حق سے اعراض کیا لیکن جن لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف تھا، جو آخرت کو مانتے تھے، نماز پڑھتے تھے، اپنے مال میں سے خدا کے محتاج بندوں کا حق نکالتے تھے اور بدکاریوں سے دور تھے، امانت میں خیانت نہیں کرتے تھے، قول وقرار کے پابند تھے، سچی گواہی دیا کرتے تھے وہ جنت میں باعزت زندگی گزاریں گے، اس سورت کے اگلے رکوع میں ان کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ تلقین کی گئی ہے وہ ان مذاق اڑانے والوں کی پرواہ نہ کریں۔

سورۂ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ تفصیلا بیان کیا گیا ہے، اور مقصود کفار مکہ کو یہ بتلانا ہے کہ باز آجاؤ ورنہ تمہارا حشر بھی حضرت نوح کی قوم جیسا ہو جائے گا، یہ قصہ پہلے بھی گزر چکا ہے، اس سورت کا اختتام حضرت نوح کی ایک پر اثر دُعا پر ہوتا ہے اے میرے رب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ، اگر آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گم راہ کریں گے اور ان کی نسل میں جو بھی پیدا ہوگا وہ بدکار اور انتہائی کافر ہی ہوگا، اے میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے اور سب مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے، سورۂ جن میں ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ ہے ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بازار عکاظ تشریف لے جارہے تھے، راستے میں نخلہ کے مقام پر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی، کچھ جنات ادھر سے گزر رہے تھے وہ تلاوت کی آواز سن کر کھڑے ہوگئے اور غور سے سننے لگے، واپسی پر انہوں نے اپنی

قوم سے اس واقعے کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم نے ایک بڑا ہی عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی طرف رہ نمائی کرتا ہے، اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چند آیات میں کفار سے کہا گیا ہے کہ وہ شرک سے باز آجائیں اور راہِ راست پر رہیں تو ان پر انعامات کی بارش ہوگی۔

سورۂ مزمل کے پہلے رکوع میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین باتیں کہی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ آپ رات میں اٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کریں، دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ اس میں قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں اور تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ کفار کی اذیتوں پر صبر سے کام لیا کریں۔ دوسرے رکوع میں فرمایا گیا کہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کبھی دو تہائی رات کے قریب، کبھی آدھی رات کے وقت اور کبھی ایک تہائی رات کے وقت عبادت میں کھڑے رہتے ہیں اور آپ کے رفیقوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے، اللہ ہی رات دن کا حساب رکھتا ہے، اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات کا صحیح حساب نہیں رکھ سکتے، لہذا اللہ نے تم پر مہربانی فرمائی اب تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں کچھ بیمار بھی ہوں گے، کچھ تلاش معاش اور راہ خدا میں جنگ کے لیے سفر پر بھی ہوں گے، بہ ہر حال جتنا آسانی کے ساتھ پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دیا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دیا کرو (بندگان خدا کی مدد کیا کرو) سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات اچانک اس وقت نازل ہوئیں جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا سلسلہ مدت دراز تک رُکا رہا، اس وقفے کو فترۃ الوحی کہتے ہیں، اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہ آنے کی وجہ سے غم واندوہ کی شدید کیفیت طاری رہا کرتی تھی، ایک دن آپ راستے سے گزر رہے تھے کہ اچانک آسمان سے آواز آئی، سر اٹھایا تو دیکھا کہ غار حرا والا فرشتہ آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، آپ یہ منظر دیکھ کر ڈر گئے اور گھر پہنچ کر گھر والوں سے کہا کہ مجھے اوڑھا دو، گھر

Scanned by CamScanner

والوں نے کمبل اوڑھا دیا، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں کہ اے اوڑھ کر لیٹنے والے اٹھو اور خبردار کرو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو، اپنے کپڑے صاف رکھو، اور گندگی سے دور رہو، اور احسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لیے، اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو، اس کی بعد کی آیات میں قیامت کا ذکر ہے، آخرت کا بیان ہے اور کفار مکہ کو نصیحت اور تنبیہ ہے، سورۂ مدثر کے بعد کلام اللہ کے آخر تک تقریباً تمام سورتیں پے در پے نازل ہوئی ہیں اور ان تمام سورتوں میں نہایت مؤثر اور بلیغ انداز میں توحید، رسالت، عقیدۂ آخرت، بعث بعد الموت وغیرہ اسلام کے بنیادی عقائد پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اسلام کی اخلاقی تعلیمات پیش کی گئی ہیں، اس سورت میں ان لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے جو آخرت کے منکر تھے اور ان کے ذہنوں میں یا زبانوں پر جو شبہات تھے ان کا ایک ایک کر کے جواب دیا گیا ہے، اگلی سورت الدھر کا موضوع انسان کو دنیا میں اس کی حیثیت بتلانا ہے کہ پہلے وہ کچھ نہ تھا، پھر ایک بوند پانی سے اس کی تخلیق عمل میں آئی، پھر اسے یہ بتلایا گیا کہ تو دنیا میں آزمائش اور امتحان کے لیے رکھا گیا ہے، اسی لیے تجھے دوسری مخلوقات کے برعکس عقل وخرد اور ہوش گوش والا بنایا گیا ہے اور تیرے سامنے کفر وشکر کے دونوں راستے کھول کر رکھ دیئے گئے ہیں۔

اس پارے کی آخری سورت المرسلات ہے، اس کا موضوع بھی قیامت اور آخرت ہے، شروع کی آیات میں تو بتلایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس قیامت کی خبر دے رہے ہیں وہ آ کر رہے گی، اسی طرح آخرت بھی ضرور ہوگی، ہم نے یہ کارخانۂ ہستی فضول نہیں بنایا ہے، اگر آخرت نہ ہو تو یہ ساری کائنات ہی بے مقصد دکھلائی دیتی ہے اسی طرح کے دلائل سے منکرین آخرت کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس سورت کا اختتام اس آیت پر کیا گیا ہے کہ اب اس (قرآن) کے بعد کون سا کلام ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے؟

۲۹/ رمضان المبارک

(پارہ: عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ)

اس پارے کی پہلی سورت النباء کا موضوع بھی سابقہ سورت کے موضوع سے ملتا جلتا ہے، یعنی قیامت، یہ موضوع تھا ہی ایسا حیرت انگیز کہ جب بھی اہل مکہ کے سامنے قیامت کا ذکر کیا جاتا اور بتلایا جاتا کہ ایک دن یہ دنیا ختم ہو جائے گی تو وہ اس پر نہ صرف یہ کہ تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے بلکہ اسے عقل سے بعید سمجھ کر اس خیال کا مذاق بھی اڑاتے، اس سورت میں پہلے ان لوگوں کی خبر لی گئی ہے جو قیامت کے وقوع کا مذاق اڑایا کرتے تھے، ان سے پوچھا گیا ہے کہ کیا تمہیں یہ زمین نظر نہیں آتی جسے ہم نے تمہارے لیے فرش بنا رکھا ہے، ان اونچے پہاڑوں کو دیکھو جنہیں ہم نے زمین کی میخیں بنا رکھی ہے، خود کو دیکھو تمہیں مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے، اپنی نیند پر نظر ڈالو اس کے ذریعے تم چاق وچوبند ہو جاتے ہو، دن رات کی گردش پر غور کرو جو تمہاری ضرورت کے مطابق باقاعدگی کے ساتھ مسلسل جاری ہے آسمانوں کا مضبوط نظام، سورج کی روشنی، بارشوں کی آمد اور بارشوں کے ذریعے نباتات کی پیداوار یہ ساری چیزیں تمہارے فکر وتدبر کے لیے کافی نہیں ہیں، اور کیا ان سے یہ نہیں سمجھ میں آرہا ہے کہ اس نظام کائنات کا چلانے والا کوئی ایک دانا، حکیم اور قادر مطلق ہستی ہے، اس سورت میں آخرت کا ذکر کرتے ہوئے روز جزاء کی منظر کشی بھی کی گئی ہے کہ اس دن کوئی بلا اجازت زبان بھی نہ کھول سکے گا، چہ جائیکہ کسی کو بخشوانے کا دعوی کرے، صرف وہ لوگ بول سکیں گے جنہیں اذن کلام ہوگا اور صحیح بات کہیں گے، آخر میں کہا گیا کہ جس دن کی خبر دی جارہی ہے وہ ضرور آئے گی، اب یہ تم

Scanned by CamScanner

پر منحصر ہے کہ اپنے رب کے راستے پر چلو یا نہ چلو، جو نہیں چلے گا وہ خود اپنا انجام دیکھ لے گا اور اس وقت اپنے اعمال نامے دیکھ کر پچھتائے گا اور حسرت سے کہے گا کاش میں (انسان نہ ہوتا بلکہ) مٹی ہوتا، سورۂ النازعات کا موضوع بھی قیامت اور مرنے کے بعد کی زندگی ہے، اس زندگی کا انکار کرنے والوں سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا اس وسیع وعریض کائنات کو عدم سے وجود میں لانا دشوار ہے، جس اللہ نے یہ کام کر دیا اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا کیوں مشکل ہوگا، آخر میں کفار کے اس سوال کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ قیامت کب آئے گی، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، رسول کا کام خبر دینا ہے، جس کا دل چاہے وہ اپنے آپ کو اس دن کے لیے تیار کرلے اور جس کا دل چاہے وہ خواب خرگوش میں پڑا رہے۔

اگلی سورت عبس ہے، اس کے شان نزول کے متعلق روایات میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں مکّے کے کچھ سردار بیٹھے ہوئے تھے اور آپ انہیں اسلام قبول کرنے پر آمادہ فرما رہے تھے، اتنے میں ایک نابینا صحابی ابن ام مکتومؓ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے اسلام کے متعلق کچھ پوچھنا چاہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مداخلت ناگوار محسوس ہوئی، اور آپ نے ان سے کچھ بے رخی برتی اور ان کے ساتھ بے توجہی کا برتاؤ کیا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ترش رو ہوئے اور اعراض کیا (پیغمبر نے) اس بات پر کہ ان کے پاس (ایک) نابینا آئے، آپ کو کیا معلوم شاید وہ نیک ہو جاتے یا (پیغمبر) ان کو نصیحت کرتے تو وہ نصیحت ان کو فائدہ دیتی، اور جو (آپ کی دعوت سے) بے نیازی برت رہے ہیں آپ ان کے پیچھے پڑے ہیں، ان آیات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشفقانہ انداز میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ آپ ان سرداروں پر اتنی توجہ نہ دیں، یہ لوگ تو آپ کی بات ماننے والے نہیں ہیں، جو لوگ دین کے سلسلے میں آپ کے پاس آرہے

ہیں ان پر کامل توجہ دیجئے، یہ سدھر سکتے ہیں، آپ کی نصیحت ان کے لیے سودمند ہو سکتی ہے، سلسلۂ کلام کا رخ کفار مکہ کی طرف پھیرتے ہوئے ان سے ارشاد فرمایا کہ اس روز آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اولاد سے بھاگے گا، ان میں سے ہر شخص کا حال یہ ہوگا کہ کسی کو اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا کچھ چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے، مسکرا رہے ہوں گے اور خوش وخرم ہوں گے اور کچھ چہرے تاریک ہوں گے اور ان پر کدورت چھائی ہوئی ہوگی، یہ فاسق وفاجر لوگ ہوں گے۔

سورۂ التکویر کا موضوع آخرت اور رسالت ہے، آخرت کے تعلق سے فرمایا گیا کہ جب سورج بے نور ہو جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے، پہاڑ اڑنے لگیں گے وغیرہ، اس دن نامۂ اعمال کھولے جائیں گے، جرائم کے سلسلے میں پوچھا جائے گا زندہ درگور کی گئیں لڑکیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا تھا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا گیا کہ یہ قرآن کسی دیوانے کی بڑ نہیں ہے بلکہ ایک اولوالعزم اور عظیم وامانت دار پیغمبر کا بیان ہے، سورۂ انفطار میں بھی قیامت کے ہولناک مناظر بیان کئے گئے ہیں، اس سورت کے سلسلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قیامت کو اس طرح دیکھنا چاہتا ہو جیسے وہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو اسے **اذا السماء انفطرت** اور **اذا السماء انشقت** پڑھنی چاہئے (ترمذی) سورۂ المطففین کا موضوع بھی قیامت ہی ہے، اس کی ابتدائی آیات میں ان لوگوں پر گرفت کی گئی ہے جو دوسروں سے تو پورا پورا ناپ تول کر لیتے ہیں اور جب دوسروں کو دیتے ہیں تو گھٹا کر تولتے ہیں، یہ آخرت سے غفلت کا نتیجہ ہے، اگر یہ احساس ہو کہ ایک دن قیامت آئے گی اور خدا کے پاس حاضری ہوگی، اس وقت حساب دینا ہوگا، تب کوئی بھی یہ خیانت نہیں کر سکتا، سورۂ الانشقاق کی ابتدائی آیات میں تو قیامت کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور باقی آیات میں روز جزاء کا ذکر ہے

Scanned by CamScanner

جب ہر شخص کے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ تھما دیا جائے گا، سورۂ البروج میں اصحاب الاخدود کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اہل ایمان کو آگ کے گڑھوں میں ڈال دیا تھا، اصحاب الاخدود کے اس ظلم کا کیا انجام ہوا، ان کا انجام سامنے رکھ کر کفار مکہ اہل ایمان کو اذیت دینے سے باز آجائیں، خدا کی پکڑ بڑی سخت ہے، فرعون اور ثمود کی قوموں کا انجام بھی سامنے رکھنا چاہئے، قرآن کی ہر بات پتھر کی لکیر ہے، وہ اس لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا، سورۂ الطارق میں بھی یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد خدا کے پاس جانا ہے، قرآن کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس میں بیان کردہ حقائق قول فیصل کی طرح اٹل ہیں، یہ ہنسی مذاق کی باتیں نہیں ہیں، سورۂ الاعلیٰ کا بنیادی موضوع توحید ہے، اس کا آغاز ہی اس طرح کیا گیا ہے کہ آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیا کیجئے جس نے پیدا کیا، تناسب قائم کیا، جس نے تقدیر بنائی، پھر ہدایت دی۔

سورۂ غاشیہ کا آغاز ایک سوال سے کیا گیا ہے کہ کیا آپ کو چھا جانے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟ اس سوال کے بعد اس دن کا بیان ہے جس دن یہ آفت (قیامت) نازل ہوگی، اس سورت میں جنت کی نعمتوں اور دوزخ کی تکلیفوں کا بیان بھی ہے، آخر میں انسانوں سے، اونٹ، آسمان، پہاڑ، زمین وغیرہ کے حوالے سے پوچھا جا رہا ہے کہ کبھی تم نے ان کی تخلیق پر بھی غور کیا ہے؟ سورۂ الفجر میں بھی اسی طرح کے سوالات کا سلسلہ باقی رکھا گیا ہے، فجر کی، دس راتوں (عشرۂ ذی الحجہ) کی جفت رات (یوم النحر) کی، طاق رات (یوم عرفہ) وغیرہ کی قسم کھا کر اہل عقل کے لیے غور وفکر کا موضوع رکھ دیا ہے، ساتھ ہی قوم ثمود کا بھی ذکر ہے اور قوم فرعون کا بھی۔ پھر قیامت کا بیان ہے اور روز جزا کا منظر کھینچا گیا ہے، سورۂ بلد میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے سعادت اور شقاوت دونوں طرح کے راستے کھول دیئے

ہیں، ان پر چلنے کا طریقہ بھی بتلا دیا ہے، اب یہ خود انسان پر موقوف ہے کہ وہ اپنے لیے کون سا راستہ اختیار کرتا ہے، سورۂ الشمس میں نیکی اور بدی کا فرق سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح سورج چاند، دن رات، زمین آسمان، ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور جس طرح ان کے اثرات اور تقاضے الگ الگ ہیں، اسی طرح نیکی اور بدی بھی دو متضاد چیزوں کا نام ہے، سورۂ اللیل کا موضوع بھی تقریباً وہی ہے جو پچھلی سورت کا ہے، اس میں بھی زندگی کے دو مختلف راستوں کے فرق پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان راستوں پر چلنے والوں کے انجام کا بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ الضحیٰ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا بیان ہے کہ جن کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے وہ غیر معمولی شخصیت ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور توجہ ہے آپ کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ آپ کو وہ سب کچھ دیا جائے گا جس سے آپ راضی ہو جائیں گے، اسی مناسبت سے کچھ ہدایات بھی ہیں کہ آپ یتیموں اور بے کسوں کے ملجا وماوای بنیں اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف واظہار بھی کرتے رہیں، سورۂ الانشراح میں اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام نامی اسم گرامی کو بلند کیا جائے گا، آپ اپنا کام اطمینان کے ساتھ جاری رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں، سورۂ التین میں فرمایا گیا کہ لوگ دو ہی طرح کے ہو سکتے ہیں ایک وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور عمل صالح کریں، دوسرے وہ جو ان کی تکذیب کریں، سورۂ العلق میں کہا گیا کہ انسان کو اپنی حقیقت نہ فراموش کرنی چاہئے کہ وہ خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا گیا ہے، اس کے اندر بہ ذات خود کوئی قابلیت نہیں تھی، یہ ہم ہی ہیں جس نے اس کو علم عطا فرمایا جس سے وہ نابلد تھا حصول علم اور اس کی ترویج کے لیے ہم نے قلم عطا فرمایا، انسان کو چاہئے کہ وہ نعمت علم حاصل کر کے اللہ کو یاد رکھے، سورۂ القدر میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن (جس کا بار بار ذکر کیا

جارہا ہے کوئی معمولی چیز نہیں ہے) ہم نے اسے قدر ومنزلت والی رات میں اتارا ہے (مراد شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور افضل ہے، سورۂ البینہ میں فرمایا گیا کہ کفار اہل کتاب اور مشرکین ثبوت کے باوجود اللہ کے وجود اور اس کی ہدایت کے منکر ہیں اللہ کے رسول نے مفید اور قیمتی باتوں والی سورتوں پر مشتمل کتاب ان کو پڑھ کر سنادی ہے، ان میں ان کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت یک سوئی کے ساتھ کریں نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، سورۂ الزلزال میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے جب زمین کو خوب جھٹکے دیئے جائیں گے اور زمین اپنا سب کچھ اگل دے گی، لوگوں کے کچے چھٹے بھی زمین باہر نکال کر رکھ دے گی، جس شخص نے ذرہ برابر بھی اچھا عمل کیا ہوگا اس کی جزا پائے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برا عمل کیا ہوگا اسے اس کی سزا ملے گی، سورۂ العادیات میں گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مالک کے ادنی اشارے پر خطرناک سے خطرناک جگہوں پر سرپٹ دوڑے چلے جاتے ہیں اور ایک انسان ہے جو اپنے رب کی سرکشی کرتا ہے، اسے بس مال ودولت کی ہوس ہے اس کو احساس ہی نہیں کہ قبروں سے بھی اٹھنا ہوگا، اور دلوں کے راز بھی باہر آجائیں گے سورۂ القارعہ میں بھی گذشتہ مضمون کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ دن نہایت ہولناک ہوگا، ہر چیز دہل جائے گی، لوگ پروانوں کی طرح منتشر ہوں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑے پھریں گے، سورۂ التکاثر میں ان اسباب کی نشان دہی کی گئی ہے جن کی وجہ سے لوگ غفلت کا شکار ہیں، فرمایا گیا کہ تم کو کثرت مال کی طلب میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش نے آخرت کی طرف سے غفلت میں مبتلا کردیا ہے، سورۂ والعصر میں اس غفلت کا علاج تجویز کیا گیا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ اور صبر وحق کی تلقین کا سلسلہ جاری رکھو، سورۂ الہمزۃ میں ان لوگوں کو لعن طعن کیا گیا ہے جو مال کی محبت میں گرفتار ہیں، اسے جمع کرتے ہیں اور گن گن کر رکھتے

ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مال ہمیشہ رہنے والی چیز ہے، سورۂ الفیل میں ایک واقعے کا ذکر ہے، خانہ کعبہ کو ڈھانے کے ناپاک ارادے سے یمن کا حاکم ابرہہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جس میں نو ہاتھی بھی تھے مکہ مکرمہ پہنچا، قدرت خداوندی حرکت میں آئی اور ابابیل نامی چھوٹے سے پرندوں نے طاقت ور لشکر کو دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور کردیا سورۂ القریش میں بتلایا گیا کہ ابرہہ کو عبرت ناک عذاب سے دوچار کیا گیا اور قریش کو امن وامان عطا کیا گیا، قریش مکہ کو یہ احسان یاد دلا کر فرمایا گیا کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس کے صدقے میں تمہیں بیٹھے بٹھائے یہ فتح عظیم نصیب ہوئی سورۂ الماعون میں دین کی تکذیب کرنے والوں کی شقاوت قلبی بیان کی جارہی ہے کہ یہ لوگ یتیموں کو بے آسرا چھوڑ دیتے ہیں، ان لوگوں کی اخلاقی گراوٹ کا حال یہ ہے کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے تک کے روادار نہیں ہیں، نماز سے غافل ہیں ریاکار ہیں اور معمولی چیزیں بھی لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں۔

سورۂ الکوثر میں اس اعتراض کے جواب میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اولاد نرینہ تو ہے ہی نہیں فرمایا گیا کہ ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا، آپ ان کی گستاخیوں پر آزردہ نہ ہوں، اپنے رب کے یہاں اپنے مقام ومرتبے کی بلندی پر نظر رکھیں، اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں، آپ کا دشمن تو جڑ کٹا ہے، سورۂ الکافرون میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان سے صاف صاف فرمادیں کہ ہمارا تمہارا عقیدہ الگ الگ ہے، تمہارے ساتھ مشارکت اور موافقت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، تمہیں تمہارا دین مبارک ہو ہمیں ہمارا دین عزیز اور محبوب ہے، سورۂ النصر میں فرمایا گیا کہ اللہ کی مدد کا اثر تم کو اب بھی نظر نہیں آرہا ہے حالاں کہ اب اکا دکا کے بہ جائے لوگ فوج در فوج اس دین (اسلام) میں داخل ہورہے ہیں، سورۂ لہب میں ابولہب کے گستاخانہ کلام کے جواب میں فرمایا گیا کہ

Scanned by CamScanner

اے ابولہب تیرے ہاتھ ٹوٹیں اب تجھے برے انجام سے کوئی نہ بچا سکے گا، لگائی بجھائی کرنے والی اس کی بیوی کے گلے میں رسی کا پھندہ پڑے گا، سورۃ الاخلاص میں فرمایا گیا کہ اے پیغمبر آپ توحید کا اعلان کرتے رہیں، حقیقتاً اللہ ایک ہے، یکتا ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کا کوئی شریک وسہیم ہے، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس دونوں سورتوں میں اللہ کی پناہ حاصل کرنے کی تعلیم دی جارہی ہے، ان دونوں سورتوں کو قرآن کریم کے آخر میں لانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ اس کتاب ہدایت کو سمجھنے اور عمل کرنے کا جب کوئی انسان ارادہ کرے گا تو شیطان اس سے استفادہ کرنے کی راہ میں مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا، مؤمن قاری کو چاہئے کہ جب وہ قرآن کے ختم پر پہنچے تو یہ دعا کرے اے اللہ! قرآن سے استفادے کی راہ کو شیطانی طاقتوں کے شر سے محفوظ فرما دیجئے اور مجھے اپنی پناہ میں لے لیجئے تاکہ میں برائیوں سے بچا رہوں اور اس کتاب ہدایت سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکوں۔

ABDUSS[illegible]D RASHID
S/o M. Altaf Khera Afgan
(Saharanpur)

فضائل حفظ قرآن کریم

حفظ قرآن کے ذریعہ حفاظت قرآن:

پہلی آیت:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِكرَ وَإِنَّا له لَحَافِظُونَ (سورة الحجر، الأية: ۹)

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

دوسری آیت:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (سورة القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

ترجمہ: اور ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کردیا ہے۔ پس کوئی ہے حفظ کرنے والا؟

تیسری آیت:

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ.

ترجمہ: بلکہ یہ (قرآن) صاف آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے۔

چوتھی آیت:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (سورہ فاطر: ۳۲)

Scanned by CamScanner

ترجمہ: پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (دنیا جہان کے) بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجہ کے ہیں اور بعض ان میں وہ ہیں جو خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں۔ یہ (خدا کا) بڑا فضل ہے۔

پانچویں آیت:

يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجَات (مجادلہ: ۱۱)

ترجمہ: اللہ تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا۔

احادیث فضائل حفظ قرآن کریم

حفاظ اللہ تعالیٰ کے خواص ہیں:

(حدیث نمبر:۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

.إِنَّ لِلّٰهِ أهلينَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَن هُم! قَال: هُمْ اَهلُ القُرآنِ، اَهلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُه. (ابن ماجة: ۱/۷۸)

ترجمہ: انسانوں میں سے کچھ حضرات اللہ کے اپنے (مقرب) ہیں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ حفاظ کرام ہیں جو اللہ کے اپنے اور اس کے خاص لوگ ہیں۔

حفاظ مقربین بارگاہِ خداوندی:

(حدیث نمبر:۲) جبیر ابن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مَا يَقْرُبُ عَبد إِلَى اللّٰهِ بِافضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعنِى القُرآنَ (اخرجه مطين وابن منده، كنز العمال ۱/ ۵۲۹)

ترجمہ: بندہ کے لئے اللہ کے ساتھ تقرب کا قرآن سے افضل کوئی ذریعہ نہیں۔

خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف:

(حدیث نمبر:۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

إِذَا اَحَبَّ اَحَدُكُم اَنْ يُحَدِّثَ رَبَّه فَلْيَقرَا القُرآنَ (رواه الخطيب فی تاریخ بغداد والديلمی فی مسند الفردوس، كنز العمال: ۱/ ۵۱)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے رب سے مناجات اور گفتگو کرنا چاہے، تو اسے چاہئے کہ وہ تلاوت قرآن کرے۔

حفاظ خدا کے دوست، ان سے دشمنی خدا سے دشمنی، ان سے دوستی خدا سے دوستی

(حدیث نمبر:۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت علیہ الصلاۃ والسلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

حَمَلَةُ القُرآنِ أولِيَاءُ اللّٰهِ فَمَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَى اللّٰهَ وَمَنْ وَالَاهُمْ فَقَد وَالَى اللّٰهَ (المناوی: ۳/ ۳۹۷)

ترجمہ: حفاظ قرآن اللہ تعالیٰ کے اولیاء (دوست) ہیں پس جس نے اِن سے عداوت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے عداوت کی اور جس نے اِن سے دوستی کی اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی۔

اللہ تعالیٰ حفاظ سے قرآن سنتے ہیں:

(حدیث نمبر: ۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

Scanned by CamScanner

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَنصِتُ لِلقُرآنِ وَيَسْمَعُهُ مِن أهلِهِ (کنز العمال: ۱/ ۵۵۴)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے لئے خاموشی اختیار فرماتے ہیں اور اس کی تلاوت اس کے اہل (حفاظ وعلماء) سے سنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا غضب حفاظ کو دیکھنے سے رضا میں بدل جاتا ہے:

(حدیث نمبر: ۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

إنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَغضَبُ فَتُسَلِّم المَلائِكَةُ لِغَضَبِه فإذَا نَظَرَ إلٰى حَمَلَةِ القُرآنِ تَملأ رِضًا (رواه الديلمي، كنز العمال: ۱/ ۵۵۴)

بے شک اللہ تعالیٰ جب غضب ناک ہوتے ہیں تو فرشتے اس غضب کی وجہ سے فرماں برداری کا اظہار کرتے ہیں، پس جب اللہ تعالیٰ حاملینِ قرآن کی طرف نظر کرتے ہیں تو حاملینِ قرآن اللہ تعالیٰ کو خوشی سے بھر دیتے ہیں۔

ماہر قرآن مقرب فرشتوں کے ساتھ:

(حدیث نمبر: ۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

اَلمَاهِرُ بِالقُرآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الكِرَامِ البَرَرَةِ، وَالَّذِى يَقرَأ القُرآنَ وَ يَتَتَعتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيهِ شَاقٌ له اَجرَانِ (رواه البخاري، ومسلم: ۱/ ۲۶۹ وأبو داؤد: ۱/ ۲۰۵، والترمذی: ۲/ ۱۱۸)

ترجمہ: جس نے قرآن میں مہارت حاصل کرلی ہو (اور اس کی وجہ سے اس کو -حفظ یا ناظرہ- بہتر طریقے پر اور بے تکلف رواں پڑھتا ہو) وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں اور جو شخص قرآن شریف لوانکتا ہوا پڑھتا ہے

اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ملتا ہے۔

حافظ کو اس کی پیدائش سے بہت پہلے فرشتوں کی مبارک باد:

(حدیث نمبر: ۸) حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے۔

إنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَرَأطه وَليس قَبلَ أن يَخلُقَ الخَلقَ بِألفِ عَامٍ، فَلمّا سَمِعَتِ المَلائِكَةُ القُرآنَ قَالَتْ: طُوبىٰ لِأُمَّةٍ يَنزِلُ عَلَيهِمُ هٰذَا، طُوبىٰ لِأجوَافٍ تَحمِلُ هٰذَا، وَطُوبىٰ لِألسِنَةٍ تَنطِقُ بِهٰذَا (المشكوة: ۱/ ۱۸۷)

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل نے مخلوق کو پیدا کرنے سے ایک ہزار سال قبل سورۃ "طٰہٰ" اور سورۃ "یٰس" پڑھی جب فرشتوں نے قرآن (کی ان سورتوں) کو سنا تو کہنے لگے خوش خبری اور مبارک ہو اس امت کے لئے جن پر یہ نازل ہوگا۔ مبارک ہو ان پیٹوں (دلوں) کے لئے جو اس کو اٹھائیں (یاد رکھیں) گے۔ اور مبارک ہو ان زبانوں کے لئے جو اس کے ساتھ کلام کریں گی اور تلاوت کریں گی۔

حفاظ اشرافِ امت ہیں:

(حدیث نمبر: ۹) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أشرَافُ أُمَّتِى حَمَلَةُ القُرآنِ وَأصحَابُ اللَّيلِ (المناوی: ۱/ ۵۲۲، ومجمع الزوائد: ۷/ ۱۶۱)

ترجمہ: میری امت کے اشراف حاملینِ قرآن اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔

حافظ کی غیر حافظ پر عظیم فضیلت

(حدیث نمبر: ۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

Scanned by CamScanner

فَضلُ حَمَلَةِ القُرآنِ عَلَى الذِى لَمْ يَحمِلهُ كَفَضْلِ الخَالِقِ عَلَى المَخْلُوقِ (كنز العمال: ۱/ ۵۱۵)

ترجمہ: حاملینِ قرآن کی فضیلت اس شخص پر جو حاملِ قرآن نہیں ایسی ہے جیسے خالق کی فضیلت مخلوق پر ہے۔

حافظِ قرآن حاملِ علومِ نبوت:

(حدیث نمبر: ۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں:

مَن قَرَأ القُرآنَ فَقَدِ استَدرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنبَيهِ غَيرَ أنَّهُ لايُوحٰى إليه، لا يَنبَغِي لِصَاحِبِ القُرآنِ أن يحِدَّ مَعَ مَن حَد وَلاَ يَجهَلُ مَعَ مَن يَجهَلُ وَفِى جَوفِه كَلاَمُ اللّٰهِ (كنز العمال: ۱/ ۵۲۴، ومجمع الزوائد: ۷/ ۱۵۸)

ترجمہ: جس آدمی نے قرآن کریم پڑھا اس نے علوم نبوت (قرآن) کو اپنی پسلیوں کے درمیاں (دل میں) لے لیا گو اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی، صاحب قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غصہ کرنے والے کے ساتھ غصہ کرے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ وہ جہالت والے کے ساتھ جہالت سے پیش آئے جبکہ اس کے پیٹ (دل) میں اللہ تعالیٰ کا کلام موجود ہے۔

حافظِ قرآن بڑا دولت مند ہے:

(حدیث نمبر: ۱۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلْقُرآنُ غِنیً لاَ فَقْرَ بَعْدَهُ وَلا غِنیً دُونَهُ (أبو يعلى الموصلى فى مسند (رقم الحديث: ۲۷۶۵) ومجمع الزوائد: ۷/ ۱۵۸.

ترجمہ: قرآن مجید (ایسا) غناء (دولت) ہے جس کے بعد کسی قسم کا فقر (بھوک اور افلاس وغیرہ) نہیں اور قرآن مجید کے بغیر کوئی غناء نہیں ہے۔

حافظ مستجابُ الدعوات:

(حدیث نمبر: ۱۳) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں:

لِحَامِلِ القُرآنِ دَعوةٌ مُستَجَابَةٌ أخرجه الديلمى (كنز العمال: ۱/ ۵۱۷)

ترجمہ: حامل قرآن کی دعا قبول ہوتی ہے۔

حافظ قابلِ رشک ہے:

(حدیث نمبر: ۱۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

لا حَسَدَ إلاَّ عَلٰى إثْنَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ القُرآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِه آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَهُوَ يُنفِقُ مِنهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وآنَاءَ النَّهارِ. (رواه البخارى: ۲/ ۷۵۱، ومسلم: ۱/ ۲۷۲، والمشكوة: ۱۸۴ وكنز العمال: ۱/ ۵۲۲)

ترجمہ: صرف دو آدمی قابل رشک ہیں ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی نعمت عطاء فرمائی پس وہ رات دن اس کو قائم کرتا ہے اور دوسرا وہ خوش نصیب آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا اور وہ اس سے رات دن (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتا ہے۔

حافظ پر خدا کی طرف سے افضل ترین عطاء:

(حدیث نمبر: ۱۵) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ

Scanned by CamScanner

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَقُوْلُ الرَّبّ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ: مَن شَغَلَهُ القُرآنُ وَذِكْرِيْ عَن مَسالتِي، أعطيتُهُ أفضَلَ مَا أعطِي السَّائِلِيْنَ. (سنن الترمذی، کنز العمال: ۵۲/۱، والمشکوۃ: ۱۸۶)

ترجمہ: ربّ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جس آدمی کو قرآن اور میرے ذکر نے مجھ سے مانگنے سے روک دیا میں اس کو مانگنے والوں سے افضل عطاء کرتا ہوں۔

حافظِ قرآن بڑے انعام کا حامل ہے:

(حدیث نمبر:۱۶) حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ قَرَأَ القُرآنَ فَرَأى ان أحَدًا أعطِيَ أقَلَّ مِمَّا أُعْطِيَ فَقَدْ عَظَّمَ مَا صَغَّرَ اللّٰهُ وَصَغَّرَ مَا عَظَّمَ اللّٰهُ. (کنز العمال: ۵۱۸/۱، قریبًا منه)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا (یاد کیا) پھر اس نے خیال کیا دوسرے کا کہ وہ مجھ سے افضل چیز دیا گیا ہے اس سے جو میں دیا گیا ہوں تو اس نے اس (قرآن) کو چھوٹا سمجھا جس کو اللہ نے عظمت دی۔

حافظ کا انعام مرجان اور ستر ہزار سونے چاندی کے دروازوں کا شہر:

(حدیث نمبر:۱۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِي الجنَّةِ نَهْرٌ يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ عَلَيهِ مَدِيْنَةٌ مِنْ مَرْجَانَ لَهَا سَبْعُوْنَ الفَ بَابٍ مِنْ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ لِحَامِلِ القُرآنِ. (تاریخ ابن عساکر، کنز العمال: ۵۵/۱)

ترجمہ: جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام "ریان" ہے اس پر ایک شہر مرجان

سے تعمیر کیا گیا ہے جس کے ستر ہزار سونے اور چاندی کے دروازے ہیں اور یہ حافظِ قرآن کے لئے ہے۔

حافظ کے لئے پانچ عظیم الشان انعامات:

(حدیث نمبر:۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَجِئُ القُرآنُ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ! حُلِّهِ. فَيُلْبَسُ تَاجَ الكَرَامَةِ. ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ! زِدْهُ، فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَارَبِّ! إرضَ عَنْهُ، فَيُقَالُ: إقْرَأ وَارْقَ وَيُزَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةٌ. (سنن الترمذی: ۱۱۹/۲، کنز العمال: ۵۲/۱)

ترجمہ: قیامت کے روز قرآن مجید آئے گا اور سفارش کرے گا اے رب اس (حافظ) کو پہنایئے پس (رب تعالیٰ اس کو) کرامت کا تاج پہنائیں گے، پھر کہے گا اے رب اس حافظ کے لئے اور زیادہ عطا کر تو (اللہ تعالیٰ) اس کو کرامت کی پوشاک پہنائیں گے، پھر کہے گا اے رب اس سے راضی بھی ہو جایئے پس کہا جائے گا پڑھتا جا اور (جنت میں) چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلہ ایک ایک حسنہ (نیکی) کا اضافہ کیا جائے گا۔

حاملین قرآن کے پانچ انعامات:

(حدیث نمبر:۱۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلقُرآنُ أفضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَمَنْ وَقَّرَا لقُرآنَ فَقَدْ وَقَّرَ اللّٰهَ وَمَنِ استَخَفَّ بِالقُرآنِ استَخَفَّ بِحَقِّ اللّٰهِ تَعَالَى، حَمَلَةَ القُرآنِ هُمُ المَحفُوْفُوْنَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ، المُعَظِّمُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ، المُلبِسُوْنَ نُوْرَ اللّٰهِ فَمَنْ وَالاهُم فَقَدْ

Scanned by CamScanner

وَالی اللّٰہ، وَمَنْ عَادَاھُمْ فَقَدِ اسْتَخَفَّ بِحَقِّ اللّٰہِ تَعَالَی. (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۱/ ۲۶)

ترجمہ: قرآن ہر شی سے افضل ہے، جس نے قرآن کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی، اور جس نے قرآن کی بے قدری (اور توہین) کی اس نے اللہ تعالیٰ کی حق کی ناقدری کی، حاملینِ قرآن (حفاظ اور علماء) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے احاطہ میں ہیں کلام اللہ کی عظمت اور قدر کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نور میں ملبوس ہیں، جنھوں نے ان سے دوستی رکھی انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھی، جنھوں نے ان سے دشمنی رکھی بے شک انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ناقدری کی۔

حافظ قرآن آخر عمر تک عقل مند رہے گا:

(حدیث نمبر: ۲۰) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ جَمَعَ الْقُرآنَ مَتَّعَہُ اللّٰہُ بِعَقْلِہِ حَتّٰی یَمُوْتَ (أخرجہ ابن عدی فی الکامل، کنز العمال: ۱/ ۵۱۸)

جس نے قرآن پاک کو جمع کیا اللہ تعالیٰ اس کو مرتے دم تک اس کی عقل سے فائدہ پہنچائیں گے۔

قرآن سے خالی دل ویران گھر ہے:

(حدیث نمبر: ۲۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

إِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ. (جامع الترمذی: ۱/ ۱۱۹، والمشکاۃ: ۱/ ۱۸۶)

ترجمہ: وہ شخص جس (کے دل) میں قرآن مجید کا تھوڑا سا حصہ بھی نہیں وہ

ویران گھر کی مانند ہے۔

حافظ قاری، غیر قاری پر مقدم ہے:

(حدیث نمبر: ۲۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی أُحُدٍ، ثُمَّ یَقُوْلُ: أَیُّھُمْ أَکْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ، فَإِنْ أُشِیْرَ إِلٰی أَحَدِھِمَا قَدَّمَہُ فِی اللَّحْدِ. (رواہ البخاری، فضائل القرآن الکریم وحملتہ فی السنۃ المطھرۃ لمحمد موسی نصوص: ۲۳)

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ) احد کے مقتولین میں سے دو دو آدمیوں کو (ایک قبر میں) دفن کرنے کے لئے جمع کرتے تھے۔ پھر فرماتے ان میں سے قرآن کو زیادہ حاصل کرنے والا کون ہے، پس اگر ان میں سے کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد (قبر) میں پہلے رکھتے۔

(حدیث نمبر: ۲۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ تَعَالَی. (رواہ مسلم، فضائل القرآن لمحمد موسی: ۳۳)

ترجمہ: قوم کی امامت قرآن پاک کا سب سے بڑا قاری کرائے۔

(حدیث نمبر: ۲۴) ابن ابی مسجعہؒ فرماتے ہیں کہ:

کَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُقَدِّمُ الشَّابَّ الْحَسَنَ الصَّوْتَ لِحُسْنِ صَوْتِہٖ بَیْنَ یَدَیِ الْقَوْمِ. (رواہ أحمد والدارمی وابن ماجۃ والنسائی والحاکم، فضائل القرآن لمحمد موسی: ۳۳)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قرآن مجید) خوبصورت آواز

Scanned by CamScanner

(میں پڑھنے) والے نوجوانوں کو اس کی حسین آواز کی وجہ سے قوم میں مقدم رکھتے تھے۔

قاری اور حافظ کے مشورہ کی اہمیت:

(حدیث نمبر:۲۵) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

كَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابُ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولاً وَشُبَّانًا. (رواه أبو داود، فضائل القرآن لمحمد موسى: ۳۳)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس اور مشورہ کے اصحاب (ارکان) ادھیڑ عمر اور نوجوان قراء (حفاظ) ہوتے تھے۔

حافظ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا اس کا اکرام اللہ کا اکرام اس کی توہین موجب لعنت:

(حدیث نمبر:۲۶) حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے:

حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ رَايَةِ الْاِسْلَامِ، مَنْ اَكْرَمَهُ فَقَدْ اَكْرَمَ اللّٰهَ، وَمَنْ اَهَانَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ. (الجامع الصغير: ۳/۲۶۸)

ترجمہ: حامل قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے جس نے اس کی عزت کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی، اور جس نے اس کو ذلیل کیا پس اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

قرآن سب سے بڑا شفاعت کرنے والا:

(حدیث نمبر:۲۷) حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْقُرْآنِ لَا نَبِيٌّ وَلَا مَلَكٌ وَلَا غَيْرُهُ. (إحياء العلوم للغزالي مع الاتحاف: ۴/۴۶۳)

ترجمہ: کوئی شفیع (شفاعت کرنے والا) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن سے افضل شان اور منزلت والا نہیں ہوگا نہ کوئی نبی قرآن سے افضل ہوگا نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی اور (یعنی صدیق، شہید، ولی، فرشتے اور عالم وغیرہ کی شفاعت سے قرآن کریم کی شفاعت زیادہ افضل ہوگی)

موت کے بعد حافظ قرآن کے جسم کی حفاظت:

(حدیث نمبر:۲۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا مَاتَ حَامِلُ الْقُرْآنِ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى الْأَرْضِ أَنْ لَا تَأْكُلِي لَحْمَهُ، قَالَتْ: إِلٰهِي كَيْفَ آكُلُ لَحْمَهُ، وَكَلَامُكَ فِي جَوْفِهِ. (مسند الفردوس للديلمي، كنز العمال: ۱/۵۵۵)

جب حافظ قرآن پر موت آتی ہے (اس کے دفن کے بعد) اللہ تعالیٰ زمین (قبر) کی طرف وحی فرماتے ہیں کہ تو اس کے گوشت (جسم) کو مت کھانا تو وہ کہتی ہے کہ اے بار الٰہ میں اس کے جسم کو کیونکر کھا سکتی ہوں جبکہ آپ کا کلام مبارک اس کے اندر (دل) میں موجود ہے۔

حافظ کی ہر عذاب سے نجات:

(حدیث نمبر:۲۹) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يُعَذِّبُ اللّٰهُ عَبْدًا أَوْعَى الْقُرْآنَ. (مسند الفردوس، كنز العمال: ۱/۵۳۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بندے کو عذاب نہیں دیں گے جس نے قرآن کو (دل میں) محفوظ رکھا۔

Scanned by CamScanner

حافظ اپنے اردگرد کی سات قبر والوں کا شفیع اور والدین سے عذاب کی کمی کا سبب:

(حدیث نمبر:۳۰) حضرت سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوات والتسلیمات الی یوم الدین کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ قَرَأَ مِائَتَيْ آيَةٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ نَظَرًا شُفِّعَ فِي سَبْعَةِ قُبُوْرٍ حَوْلَ قَبْرِهِ وَخَفَّفَ اللّٰهُ الْعَذَابَ عَنْ وَالِدَيْهِ وَإِنْ كَانَا مُشْرِكَيْنِ. (ابن أبي داود كنز العمال: ۱/۵۳۷)

ترجمہ: جس نے ہر روز دوسو آیات قرآن پاک میں دیکھ کر تلاوت کیں اس کی اپنی قبر کے اردگرد کی سات قبر والوں کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے والدین سے عذاب قبر ہلکا کردیں گے اگرچہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔

حافظ قیامت میں کستوری کے ٹیلہ پر اور حساب وخوف سے بری ہوگا:

(حدیث نمبر:۳۱) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ: لَهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ، وَلَا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ. هُمْ عَلٰى كَثِيْبٍ مِنْ مِسْكٍ حَتّٰى يُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ، رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، وَأَمَّ بِهِ قَوْمًا وَهُمْ رَاضُوْنَ. (والإتقان في علوم القرآن للسيوطي: ۲/۱۹۳، والترغيب والترهيب: ۲/۳۵۱، وشعب الإيمان للبيهقي: ۲/۳۴۹)

ترجمہ: تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامن گیر نہ ہوگا نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑے گا اتنے میں کہ مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو وہ مشک کے ٹیلہ پر تفریح کریں گے ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا

اور قوم کی امامت کی اس حال میں کہ قوم اس پر راضی تھی۔ (الی آخر الحدیث)

روز قیامت حفاظ سایہء ذوالجلال میں اور والدین پر بچہ کو قرآن حفظ کرانے کی ذمہ داری:

(حدیث نمبر:۳۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُمْ، وَحُبِّ اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فَإِنَّ حَمَلَةَ الْقُرْآنِ فِيْ ظِلِّ اللّٰهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ مَعَ اَنْبِيَائِهٖ وَاَصْفِيَائِهٖ. (كنز العمال: ۱۶/۴۵۶، والجامع الصغير مع المناوي: ۱/۲۲۵)

ترجمہ: اپنی اولاد کو تین خصلتوں (کے التزام) کا ادب سکھلاؤ! اپنے نبی کی محبت، اور اس کے اہل بیت (بیویوں اور سب اولاد) کی محبت، اور قراءت قرآن کیونکہ بے شک حفاظ قرآن اللہ تعالیٰ کے سایہ میں اللہ کے انبیاء اور اصفیاء (پاک باز افراد) کے ساتھ ہوں گے، جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا صرف اللہ (عرش) کا سایہ ہوگا۔

حافظ کی شفاعت سے دس جہنمی اہل خانہ جنت میں:

(حدیث نمبر:۳۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لِحَامِلِ الْقُرْآنِ إِذَا عَمِلَ بِهٖ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ، شُفِّعَ فِيْ عَشَرَةٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ. (المعجم الكبير للطبراني، كنز العمال: ۱/۵۲، واحمد والترمذي: ۲/۱۱۸)

ترجمہ: حامل قرآن جب قرآن مجید پر عمل کرے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھے (اعتقاداً اور عملاً) اس کو اس کے گھر کے دس افراد کے لئے قیامت کے دن شفاعت (سفارش) کا حق دیا جائے گا جن سب کے لئے آگ واجب ہو چکی ہوگی۔

Scanned by CamScanner

حافظ کے والدین کا انعام سورج سے زیادہ روشن اور حسین تاج:

(حدیث نمبر:۳۴) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا. (مسند احمد، ابو داؤد: ۱/۲۰۵)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنائیں گے جس کی روشنی اس سورج کی روشنی سے زیادہ خوبصورت ہے جو دنیا کے گھروں میں ہے اگر وہ تاج تم میں ہوتا، پس اس شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس نے خود (قرآن کو پڑھا اور) اس پر عمل کیا۔

حافظ جنت کے اعلیٰ درجات میں:

(حدیث نمبر:۳۵) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ عَدَدَ دَرَجِ الْجَنَّةِ عَدَدَ آيِ الْقُرْآنِ، فَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ مِمَّنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَكُنْ فَوْقَهُ أَحَدٌ. (الجامع الصغیر: ۲/۴۵۸، و ۴/۳۰۸، مع المناوی)

ترجمہ: بے شک جنت کے درجات قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر ہیں پس حفاظِ قرآن میں سے جو جنت میں داخل ہوگا اور پورا قرآن پڑھے گا اس سے اوپر کوئی نہیں ہوگا۔

حفاظ جنت کے عرفاء ہیں:

(حدیث نمبر:۳۶) حضرت ابوامامہ باہلیؓ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل

کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

أَهْلُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ. (الجامع الصغیر للسیوطی: ۳/۳۶)

ترجمہ: حفاظ قرآن اہل جنت کے عرفاء ہونگے۔

حفاظ کا اکرام، اور انکا بلند مقام:

(حدیث نمبر:۳۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

أَكْرِمُوْا حَمَلَةَ الْقُرْآنِ فَمَنْ أَكْرَمَهُمْ فَقَدْ أَكْرَمَنِيْ وَمَنْ أَكْرَمَنِيْ فَقَدْ أَكْرَمَ اللّٰهَ أَلَا فَلَا تَنْقُصُوْا حَمَلَةَ الْقُرْآنِ حُقُوْقَهُمْ فَإِنَّهُمْ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانَةٍ كَادَ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ أَنْ يَكُوْنُوْا أَنْبِيَاءَ إِلَّا أَنَّهُمْ لَا يُوْحٰى إِلَيْهِمْ. (المناوی: ۲/۱۹۱، کنز العمال: ۱/۵۲۳)

ترجمہ: حفاظ قرآن (علماء) کا اکرام کرو، پس جس نے ان کا اکرام کیا اس نے میرا اکرام کیا اور جس نے میرا اکرام کیا پس بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کا اکرام کیا۔ خبردار! حفاظ قرآن کے حقوق مین کمی (اور ان کی بے قدری) نہ کرو، پس تحقیق یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مقام اور مرتبہ پر فائز ہیں کہ قریب تھا کہ حفاظ قرآن انبیاء ہوتے مگر یہ کہ ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔

حفاظ انبیاء وصحابہؓ کے جانشین:

(حدیث نمبر:۳۸) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں کہ:

أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى الْخُلَفَاءِ مِنِّيْ وَمِنْ أَصْحَابِيْ وَمِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ! وَهُمْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَالْأَحَادِيْثِ عَنِّيْ وَعَنْهُمْ فِي اللّٰهِ وَلِلّٰهِ.

Scanned by CamScanner

(کنز العمال: ۱/ ۱۵۱)

ترجمہ: کیا میں تمہیں خبر نہ کروں اپنے خلفاء اور اپنے صحابہ کے خلفاء اور اپنے سے قبل کے انبیاء کرام کے خلفاء (جانشینوں) کے متعلق؟ (پھر فرمایا) وہ حاملین قرآن اور میرے اور میرے صحابہ اور انبیاء سابقہ کی احادیث کے اللہ تعالیٰ کے دین سے محبت کی وجہ سے حافظ ہیں۔

حافظ قرآن کی دعوت کرنے کا ثواب:

(حدیث نمبر: ۳۹) حضرت ابن عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں:

مَنْ دَعَا صَاحِبَ الْقُرآنِ اِلٰی طَعَامِہٖ وَسَقَاہُ مِنْ شَرَابِہٖ لِفَضْلِ الْقُرآنِ اَعْطَاہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ بِکُلِّ حَرْفٍ فِیْ جَوْفِہٖ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحٰی عَنْہُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَہٗ عَشْرَ دَرَجَاتٍ فَاِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَقُوْلَ اللّٰہُ اِیَّایَ کَرَّمْتَ وَکَفٰی بِہٖ مُثِیْبًا. (مسند فردوس حدیث: ۵۷۲۴- ۳/ ۵۵۱)

ترجمہ: جس نے فضیلت قرآن کی وجہ سے حافظ کی کھانے پینے سے تواضع کی اللہ عزوجل اسے حافظ کے دل میں موجود ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں عطاء فرماتے ہیں۔ اور دس گناہ معاف کرتے ہیں۔ اور دس درجات بلند کرتے ہین، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے میری وجہ سے اس کی عزت کی ہے تجھے تیرے اکرام اور بدلہ دینے میں میں کافی ہوں۔

حفاظ سے خدا اور بندوں کی محبت:

(حدیث نمبر: ۴۰) حضرت حسین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں:

یَا حَامِلَ الْقُرآنِ اِنَّ اَھْلَ السَّمٰوٰتِ یَذْکُرُوْنَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ

عَزَّوَجَلَّ فَتَحَبَّبُوْا اِلَی اللّٰہِ بِتَوْقِیْرِ کِتَابِہٖ لِیُزْدِدْلَکُمْ حُبًّا وَیُحَبِّبْکُمْ اِلٰی عِبَادِہٖ. (مسند فردوس ۸۲۴۰- زہر الفردوس ۴/ ۲۸۵، جمع الجوامع: ۱/ ۹۶۲، حلیہ الاولیاء، کتاب الکامل امام ہذلی مخطوط: ۱۲، بلفظہ)

ترجمہ: اے حافظ قرآن آسمانوں والے (فرشتے) تمہیں اللہ عزوجل کے ہاں یاد کرتے ہیں، پس تم کتاب اللہ کی عزت کر کے اللہ کی محبت حاصل کرو تا کہ اللہ بھی تمہارے لئے محبت میں اضافہ کرے، اور تمہیں اپنے بندوں کا محبوب بنادے۔

❁ ❁ ❁

تلاوت قرآن کے فضائل

ایک حرف کی تلاوت پر ستر نیکیاں

(حدیث نمبر: ۴۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرآنَ فَلَمْ يُعْرِبْهُ وُكِّلَ بِهِ مَلَكٌ يَكْتُبُ لَهُ كَمَا أُنْزِلَ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ. فَإِنْ أَعْرَبَ بَعْضَهُ وُكِّلَ بِهِ مَلَكَانِ يَكْتُبَانِ بِكُلِّ حَرْفٍ عِشْرِيْنَ حَسَنَةً. فَإِنْ أَعْرَبَهُ وُكِّلَ بِهِ أَرْبَعَةُ أَمْلَاكٍ يَكْتُبُوْنَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ سَبْعِيْنَ حَسَنَةً. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبی: ۱/۷)

ترجمہ: جس نے قرآن مجید بلا اعراب (تجوید کی صفات محسنہ کے بغیر) پڑھا اس کو ایک فرشتہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو قرآن پاک کو اسی طرح لکھتا ہے جیسے نازل کیا گیا (اور) ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھتا ہے پس اگر قرآن کے کچھ حصہ کو اعراب کے ساتھ پڑھا (کچھ صفات محسنہ کے ساتھ اور کچھ صفات لازمہ کے ساتھ) اس کو دو فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے ہر حرف کے بدلہ میں بیس نیکیاں لکھتے ہیں۔ پس اگر کوئی قرآن پاک کو مکمل اعراب کے ساتھ (یعنی مکمل تجوید سے) پڑھتا ہے تو اس کے لئے چار فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اس کے لئے ہر حرف کے بدلے میں ستر نیکیاں لکھتے ہیں۔

تلاوت شدہ آیت قیامت میں نور ہوگی:

(حدیث نمبر: ۴۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَلَا آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهُ نُوْراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنِ اسْتَمَعَ الْآيَةَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ. (أخرجه احمد جمع الفوائد: ۲/۱۲۴)

ترجمہ: جس نے کتاب اللہ سے کوئی آیت تلاوت کی تو وہ (آیت) روز قیامت اس کے لئے نور ہوگی، اور جو کتاب اللہ کی کسی آیت کے سننے کے لئے متوجہ ہوا اس کے لئے نیکی لکھی جاتی رہتی ہے۔

ایک آیت کی تلاوت عرش کے علاوہ ہر شئی سے افضل ہے:

(حدیث نمبر: ۴۳) حضرت صہیب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَسِمَاعُ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَعْظَمُ أَجْراً مِنْ مِثْلِ صُبَيْرٍ يَتَصَدَّقُ بِهِ وَلَقِرَاءَةُ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ دُوْنَ الْعَرْشِ. (أخرجه أبو الشيخ والديلمي(كنز العمال: ۱/۵۳۵)

ترجمہ: قسم ہے مجھے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! بے شک کتاب اللہ کی آیت کا سننا بہت بڑی روٹی صدقہ کرنے سے زیادہ اجر رکھتا ہے اور کتاب اللہ کی کسی آیت کا تلاوت کرنا عرش کے علاوہ ہر شئی سے افضل ہے۔

ایک آیت کی تلاوت سے جنت میں درجہ بلند اور نور کا چراغ:

(حدیث نمبر: ۴۴) حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ كَانَ لَهُ دَرَجَةٌ فِيْ الْجَنَّةِ وَمِصْبَاحٌ مِنْ نُوْرٍ.
(رواه البيهقي في شعب الإيمان، كنز العمال: ۱/۵۴۷)

ترجمہ: جس نے قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کی اس کے لئے جنت میں

Scanned by CamScanner

درجہ بلند ہوگا اور نور کا چراغ ہوگا۔

تیس آیات کی تلاوت پر ہر نقصان سے نجات:

(حدیث نمبر:۴۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ ثَلَاثِيْنَ آيَةً فِي لَيْلَةٍ لَمْ يَضُرُّهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ سَبُعٌ ضَارٌّ وَلَا لِصٌّ طَارِقٌ وَعُوْفِيَ فِيْ نَفْسِهٖ وَأَهْلِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ. (رواه الديلمي في مسند الفردوس، كنز العمال: ۱/۷/۵۳)

ترجمہ: جس نے رات کو تیس آیات تلاوت کیں، اس کو اس رات میں تکلیف دینے والا کوئی درندہ تکلیف نہیں پہنچائے گا اور نہ کوئی رات کو آنے والا چور تکلیف پہنچائے گا۔ اس کو اس کی ذات اور اہل خانہ اور مال دولت میں سلامتی عطاء کی جاتی ہے۔

چالیس، سو، دوسو اور پانچ سو آیات کی تلاوت کے فضائل:

(حدیث نمبر:۴۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ أَرْبَعِيْنَ آيَةً فِي لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ، وَمَنْ قَرَأَ مِائَةَ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ. وَمَنْ قَرَأَ مِائَتَي آيَةٍ لَمْ يُحَاجِّهِ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ قَرَأَ خَمْسَمِائَةِ آيَةٍ كُتِبَ لَهٗ قِنْطَارٌ مِنَ الْأَجْرِ. (رواه البيهقي في شعب الإيمان، كنز العمال: ۱/۷/۵۳)

ترجمہ: جس نے چالیس آیات ایک رات میں تلاوت کیں وہ غافلین سے نہیں لکھا جائے گا، اور جس نے سو آیات تلاوت کیں وہ باادب اور تابعدار لوگوں میں لکھا جائے گا، اور جس نے دوسو آیات تلاوت کیں قیامت کے دن اس سے قرآن (اپنی تلاوت کے بارے میں) جھگڑا نہیں کرے گا، اور جس نے پانچ سو آیات

تلاوت کیں اس کے لئے ثواب کا ایک قنطار لکھا جائے گا۔

ہزار آیات کی تلاوت پر ایک لاکھ بہتر ہزار آٹھ سو احد پہاڑ کے برابر ثواب، اور تین سو آیات کی تلاوت پر مغفرت:

(حدیث نمبر:۴۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ أَلْفَ آيَةٍ كُتِبَ لَهٗ قِنْطَارًا. وَالْقِنْطَارُ مِائَةُ رِطْلٍ، وَالرِّطْلُ ثِنْتَاعَشَرَةَ أُوْقِيَةً وَالْأُوْقِيَةُ سِتَّةُ دَنَانِيْرَ، وَالدَّنَانِيْرُ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ قِيْرَاطًا، وَالْقِيْرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ. وَمَنْ قَرَأَ ثَلَاثَمِائَةٍ قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ نَصَبَ عَبْدِيْ كَيْ أُشْهِدُكُمْ يَامَلَائِكَتِيْ إِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ. وَمَنْ بَلَغَهٗ عَنِ اللّٰهِ فَضِيْلَةٌ فَعَمِلَ بِهَا إِيْمَانًا بِهٖ وَرَجَاءَ ثَوَابِهٖ أَعْطَاهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ كَذَالِكَ. (فضائل القرآن الكريم لابن كثير المطبوع في آخر تفسير، ۷/۵۱۲)

ترجمہ: جس نے ہزار آیات کی تلاوت کی اس کے لئے ایک قنطار (کے برابر) ثواب لکھا جاتا ہے، اور ایک قنطار سو رطل کا اور ایک رطل بارہ اوقیہ کا اور ایک اوقیہ چھ دینار کا اور ایک دینار چوبیس قیراط کا، اور ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔ اور جس نے تین سو آیات تلاوت کیں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں میرے بندے نے بہت مشقت اٹھائی اس لئے میرے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کی مغفرت کردی۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے (کسی عمل کی) فضیلت پہنچی پس اس نے ایمان اور ثواب کی امید سے اس پر عمل کیا اس کو اللہ تعالیٰ وہی ثواب عطا فرما دیں گے۔ اگرچہ اس عمل کا وہ ثواب اس طرح وارد نہ تھا۔

Scanned by CamScanner

قرآن پاک پڑھنے والے کی مثال مشک سے بھری ہوئی تھیلی کی طرح ہے:

(حدیث نمبر:۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَاقْرَءُوْهُ وَارْقُدُوْا، فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَرَأَهُ وَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا يَفُوحُ رِيحُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرْقُدُ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوكِيَ عَلَى مِسْكٍ. (رواه الترمذي والنسائي، وابن ماجه: ۱/ ۷۸)

ترجمہ: قرآن کی تعلیم حاصل کرو، اس کی تلاوت کرو اور آرام کرو (سو جاؤ) بے شک قرآن کی مثال اس آدمی کے لئے جس نے اس کی تعلیم حاصل کی اس برتن کی مانند ہے جو کستوری سے بھرا ہوا ہو اس سے ہر مکان میں خوشبو مہکتی ہو۔ اور جس نے اس کی تعلیم حاصل کی پھر آرام کیا (اور اس پر عمل نہ کیا) جبکہ قرآن اس کی کے اندر (دل میں) موجود ہو اس کی مثال چمڑے کے اس برتن کی طرح ہے جس میں کستوری تو موجود ہو مگر اس کے سر کو باندھ دیا گیا ہو (جس سے خوشبو باہر نہ آتی ہو)

تلاوت کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کی مثال:

(حدیث نمبر:۴۹) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ

الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيحَ لَهَا. (صحيح بخاري: ۲/ ۷۵۱، صحيح مسلم: ۱/ ۲۶۹)

ترجمہ: قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج (ایک عمدہ اور کثیر الفوائد پھل) کی طرح ہے جس کا ذائقہ اور خوشبو پاکیزہ اور عمدہ ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ عمدہ ہے گو اس میں خوشبو نہیں، اور منافق کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ (پھولوں کے) گلدستہ کی مانند ہے جس کی خوشبو عمدہ ہے اور ذائقہ کڑوا ہے۔ اور قرآن کی تلاوت نہ کرنے والے منافق کی مثال اندرائن (حنظل کے پھل) کی طرح ہے جس کا ذائقہ بھی انتہائی کڑوا ہے اور خوشبو بھی نہیں ہے۔

حافظ کے خلاف قرآن کا استغاثہ:

(حدیث نمبر:۵۰) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّقَ مُصْحَفَهُ لَمْ يَتَعَاهَدْهُ وَلَمْ يَنْظُرْ فِيهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُتَعَلِّقًا بِهِ يَقُولُ: يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ! إِنَّ عَبْدَكَ هَذَا اتَّخَذَنِي مَهْجُورًا فَاقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَهُ. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۳/ ۲۷-۲۸)

ترجمہ: جس نے قرآن کریم کی (حفظ یا ناظرہ) تعلیم حاصل کی، پھر قرآن کو معلق کر دیا۔ (یعنی اس کو نہ پڑھا) اور اس کے یاد رکھنے کی کوشش نہ کی اور اس کو دیکھا تک نہیں تو قرآن کریم قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے ساتھ چمٹنے والا ہوگا (اور) کہے گا۔ اے رب العالمین! بے شک تیرے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا تھا پس میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمایئے۔

Scanned by CamScanner

زیادہ تلاوت کرنے والا بڑا عبادت گزار:

(حدیث نمبر:۵۱) حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

أَعْبَدُ النَّاسِ أَكْثَرُهُمْ تِلَاوَةً لِلْقُرْآنِ. (الجامع الصغیر مع المناوی: ۵۴۹/۱)

ترجمہ: لوگوں میں سے زیادہ عبادت کرنے والے تلاوت قرآن کی زیادہ تلاوت کرنے والے ہیں۔

قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنا بینائی قائم رہنے کا ذریعہ ہے:

(حدیث نمبر:۵۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَدَامَ النَّظَرَ فِيْ الْمُصْحَفِ مُتِّعَ بِبَصَرِهِ مَا دَامَ فِي الدُّنْيَا. (رواه أبو الشيخ، كنز العمال: ۵۳۶/۱)

ترجمہ: جس نے قرآن کریم میں ہمیشہ دیکھ کر تلاوت کی جب تک وہ دنیا میں زندہ رہے گا اس کو اس کی نظر سے نفع دیا جائے گا۔ (یعنی بینائی قائم رہے گی)

قرآن میں دیکھ کر حفظ و تلاوت کرنے کی فضیلت:

(حدیث نمبر:۵۳) حضرت رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

خَمس مِنَ الْعِبَادَةِ: النظرُ إِلَى الْمُصْحَفِ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْكَعْبَةِ وَالنَّظَرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ، وَالنَّظَرُ إِلَى زَمْزَمَ وَهِيَ تَحُطُّ الْخَطَايَا، وَالنَّظَرُ فِي وَجْهِ الْعَالِمِ. (رواه دارقطني، جامع الشمل: ۱۵۰/۱)

ترجمہ: پانچ چیزیں عبادت ہیں قرآن میں نظر کرنا، کعبہ کی طرف نظر کرنا والدین کی طرف نظر کرنا، زمزم کی طرف نظر کرنا اور یہ گناہوں کو جھاڑ کرتا ہے، اور عالم

کے چہرہ کی طرف نظر کرنا۔

امت کے بہترین افراد قراء، فقہاء، اتقیاء، مبلغین اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں:

(حدیث نمبر:۵۴) حضرت رسول کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کا فرمان ہے کہ:

خَيْرُ النَّاسِ أَقْرَؤُهُمْ وَأَفْقَهُهُمْ فِي دِيْنِ اللّٰهِ، وَآتقَاهُمْ لِلّٰهِ وَأَمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأَوصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ. (اخرجه احمد فی مسنده والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی شعب الإیمان)

ترجمہ: لوگوں میں سے بہتر ان میں سے بڑے قراء اور فقہاء (اللہ کے دین میں زیادہ سمجھ رکھنے والے) اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھنے والے اور زیادہ امر بالمعروف کرنے والے اور زیادہ نہی عن المنکر کرنے والے اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

قاری قرآن کا انبیاء وصدیقین کے طبقہ میں شمار:

(حدیث نمبر:۵۵) حضرت معاذ بن انس سے روایت ہے کہ سید عالم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

مَنْ قَرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا. (الترمذی معاذ بن أنس، كنز العمال: ۵۳۷/۱)

ترجمہ: جس نے خالص اللہ کی رضا کے لئے ایک ہزار آیات تلاوت کیں وہ قیامت کے دن انبیاء، صدقین، شہداء، صالحین اور حَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا میں لکھا جائے گا۔

Scanned by CamScanner

قاریِ قرآن کے لئے روزِ قیامت میں نو انعامات:

(حدیث نمبر:۵۶) حضرت غضیف بن الحارث سے روایت ہے کہ محسن اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

يَا مَعَاذُ: إِنْ أَرَدْتَ عَيْشَ السُّعَدَاءِ وَالنَّجَاةَ يَوْمَ الْحَشْرِ وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ وَالنُّوْرَ يَوْمَ الظُّلُمَاتِ وَالظِّلَّ يَوْمَ الْحَرُوْرِ وَالرِّيَّ يَوْمَ الْعَطَشِ وَالْوَزْنَ يَوْمَ الْخِفَّةِ وَالْهُدٰى يَوْمَ الضَّلَالَةِ فَادْرُسِ الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ ذِكْرُ الرَّحْمٰنِ وَحِرْزٌ مِنَ الشَّيْطَانِ وَرُجْحَانٌ فِي الْمِيْزَانِ. (مسند الفردوس للدیلمی، کنز العمال: ۴۴۵/۱)

ترجمہ: اے معاذ اگر تمہارا سعادت مندوں کے سے عیش اور شہداء کی سی موت اور یوم محشر میں نجات اور روز قیامت کے خوف سے امن اور اندھیروں کے دن نور اور گرمی کے دن سایہ اور پیاس کے دن سیرابی اور (عمال میں) ہلکاپن کی جگہ وزن داری اور گمراہی کے دن ہدایت کا ارادہ ہے تو قرآن پڑھتے رہو کیونکہ یہ رحمٰن کا ذکر پاک ہے اور شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور حساب کتاب کے ترازو میں رجحان (جھکنے) کا سبب ہے۔

جس گھر میں تلاوت قرآن ہو اس کا ستاروں کی مانند چمکنا:

(حدیث نمبر:۵۷) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

اَلْبَيْتُ الَّذِيْ يُقْرَأُ فِيْهِ الْقُرْآنُ يَتَرَاءٰى لِأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تَتَرَاءٰى النُّجُوْمُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ. (شعب الإيمان للبيهقي: ۳۴۱/۲)

ترجمہ: وہ گھر جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے آسمان والوں کو ایسا دکھائی دیتا ہے جیسا کہ زمین والوں کو ستارے دکھائی دیتے ہیں۔

تلاوت والے گھر عرش تک روشن نظر آتے ہیں:

(حدیث نمبر:۵۸) حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ بُيُوْتَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ لَمَصَابِيْحُ إِلَى الْعَرْشِ يَعْرِفُهَا مُقَرَّبُوا السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ، يَقُوْلُوْنَ: هٰذَا النُّوْرُ مِنْ بُيُوْتَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّتِيْ يُتْلٰى فِيْهَا الْقُرْآنُ. (اخرجه الحكيم الترمذي في نوادر الاصول، كنز العمال: ۵۵۴/۱)

ترجمہ: بے شک مومنین کے گھر عرش تک روشن ہیں، ان گھروں کو ساتوں آسمانوں کے مقرب (اولوالعزم) فرشتے پہچانتے ہیں (اور یہ) کہتے ہیں کہ یہ نور مومنین کے گھروں کا ہے جن میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے۔

تلاوت قرآن والے گھر میں برکات:

(حدیث نمبر:۵۹) حضرت انسؓ سے مرفوعاً اور حضرت ابوہریرہؓ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

اَلْبَيْتُ الَّذِيْ إِذَا قُرِئَ فِيْهِ الْقُرْآنُ حَضَرَتْهُ الْمَلَائِكَةُ، وَتَنَكَّبَتْ عَنْهُ الشَّيَاطِيْنُ، وَاتَّسَعَ عَلٰى أَهْلِهِ وَكَثُرَ خَيْرُهُ وَقَلَّ شَرُّهُ، وَإِنَّ الْبَيْتَ إِذَا لَمْ يُقْرَأْ فِيْهِ حَضَرَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ، وَتَنَكَّبَتْ عَنْهُ الْمَلَائِكَةُ، وَضَاقَ عَلٰى أَهْلِهِ، وَقَلَّ خَيْرُهُ، وَكَثُرَ شَرُّهُ. (كنز العمال: ۵۴۴/۱، واحياء العلوم: ۴۶۶/۴)

ترجمہ: جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں فرشتے آتے ہیں اور شیاطین دور ہو جاتے ہیں، اور وہ اپنے اہل (صاحب خانہ افراد) کے لئے کشادہ ہو جاتا ہے اور اس میں بھلائی کی بہتات اور شر کی قلت ہو جاتی ہے، اور جس

Scanned by CamScanner

گھر میں قرآن کی تلاوت نہ ہو اس میں شیاطین آجاتے ہیں، فرشتے نکل جاتے ہیں اور وہ اپنے رہنے والوں پر تنگ ہو جاتا ہے خیر کم اور شر بہت بڑھ جاتا ہے۔

تلاوت قرآن میں رونے کا ثواب:

(حدیث نمبر:۶۰) حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

مَامِنْ عَيْنٍ فَاضَتْ فِيْ قِرَاءَ ةِ الْقُرآنِ اِلَّا قُرَّتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(فردوس: ۶۰۹۵، ۶۱۶۳)

ترجمہ: آنکھ قرآن پڑھتے وقت (قرآن کے اثر اور خوف خدا کی وجہ سے) آنسو بہانے والی آنکھ کو روز قیامت ٹھنڈا کر دیا جائے گا (یعنی اسے بیش بہا انعامات دیکر جہنم سے آزاد کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا)۔

قرآن کریم کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں:

(حدیث نمبر ۶۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لاَ اَقُوْلُ (الم) حَرْف، اَلِف حرف، وَلام حَرف، وَمِيْم حَرف.

(رواه الترمذی، مشکوۃ المصابیح، والبخاری فی تاریخه والحاکم فی المستدرک، کنز العمال: ۱/۵۱۹)

ترجمہ: جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے بدلہ ایک نیکی ہے اور یہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ (سارا) الم ایک حرف ہے (بلکہ) الف ایک حرف، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے۔

ایک حرف کی تلاوت پر ستر نیکیاں:

(حدیث نمبر:۶۲) حضرت عبداللہ بن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کرتے ہیں:

مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ فَلَمْ يُعْرِبْهُ وُكِّلَ بِهٖ مَلَكٌ يَكْتُبُهُ كَمَا اُنْزِلَ وَلَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، فَاِنْ اَعْرَبَ بَعْضَهُ وَلَمْ يُعْرِبْ بَعْضَهُ وُكِّلَ بِهٖ مَلَكَانِ يَكْتُبَانِ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عِشْرِيْنَ حَسَنَةً فَاِنْ اَعْرَبَهُ وُكِّلَ بِهٖ اَرْبَعَةُ اَمْلَاكٍ يَكْتُبُوْنَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ سَبْعِيْنَ حَسَنَةً. (کنز العمال: ۱/۵۳۴)

ترجمہ: جس نے قرآن کی تلاوت کی لیکن حروف کی صحیح ادائیگی نہ کی تو اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے وہ قرآن کو ویسے ہی (اعمال نامہ میں) لکھتا ہے جیسا وہ (صحیح شکل میں آسمان سے) نازل ہوا اور پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ پس اگر بعض کو صحیح اور بعض کو غلط پڑھا تو اس کے لئے دو فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اس کے لئے ہر حرف پر بیس نیکیاں لکھتے ہیں۔ پس اگر تمام حروف کو صحیح تلفظ سے ادا کیا تو اس پر چار فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں جو اس کے لئے ہر حرف پر ستر نیکیاں لکھتے ہیں۔

نماز میں تلاوت کرنا افضل ہے:

(حدیث نمبر:۶۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قِرَاءَةُ الْقُرآنِ فِي الصَّلَاةَ اَفْضَلُ مِنْ قَرَاءَةِ الْقُرآنِ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ، وَقِرَاءَةُ الْقُرآنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيْحِ، وَالتَّكْبِيْرِ، وَالتَّسْبِيْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ، وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ. (کنز العمال: ۱/۵۱۶)

قرآن پاک کی تلاوت نماز میں خارج نماز سے افضل ہے اور قرآن کی تلاوت خارج نماز میں تسبیح اور تکبیر پڑھنے سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے

Scanned by CamScanner

اور صدقہ دینا (نفلی) روزہ رکھنے سے افضل ہے اور یہ روزہ جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال ہے۔

نماز میں تلاوت پر سونیکیاں اور سو درجات:

(حدیث نمبر:۶۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرآنَ فِي صَلاةٍ قَائِمًا كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ مِائَةُ حَسَنَة، وَمَنْ قَرَأَهُ قَاعِدًا كَانَ بِكُلِّ حَرْفٍ خَمْسُوْنَ حَسَنَةً، وَمَنْ قَرَأَهُ فِي غَيْرِ صَلاةٍ كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ حَسَنَة. (رواه الديلمي في مسند الفردوس، كنز العمال: ۱/۵۴۱)

ترجمہ: جس آدمی نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں سو نیکیاں ہیں، اور جس نے اس کو (نماز میں) بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں پچاس نیکیاں ہیں، اور جس نے اس کو نماز سے باہر پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں دس نیکیاں ہیں، اور جس نے کتاب اللہ کو غور سے سنا اس کے لئے ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے۔

مساجد میں تلاوت کا ثواب:

(حدیث نمبر:۶۵) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَلاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلاةٍ، وَصَلاتُهُ فِي مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ صَلاةً، وَصَلاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُجَمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلاةٍ، وَصَلاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الأَقْصَى بِخَمْسِيْنَ أَلْفِ صَلاةٍ، وَصَلاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِيْنَ أَلْفِ صَلاةٍ، وَصَلاتُهُ فِي

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلاةٍ. (كنز العمال: ۱/۵۴۲)

ترجمہ: آدمی کی نماز اس کے گھر (وغیرہ) میں ایک نماز ہے، اور اس کی نماز قبائل (اور محلوں) کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر ہے، اور اس کی نماز ایسی مسجد جس میں جمعہ قائم کیا جاتا ہو میں پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور اس کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی) میں بھی پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور اس کی نماز مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

نماز باجماعت میں تلاوت کا ثواب:

(حدیث نمبر:۶۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَلاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَفْضُلُ عَلَى صَلاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. ...... (سنن ابن ماجة: ۱/۲۶۹)

ترجمہ: آدمی کی نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے والے پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔

شب قدر میں تلاوت کا ثواب:

اللہ تعالیٰ سورۃ قدر میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ. ...... (سورة القدر)

ترجمہ: شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(حدیث نمبر:۶۷) حضرت انس فرماتے کہ رمضان کا مہینہ داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُم وَفِيْهِ لَيْلَة خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الخَيْرَ كُلَّهُ وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلاَّ مَحروم. (سنن ابن

Scanned by CamScanner

ماجة: ۱/۵۶۱.

ترجمہ: بے شک یہ مہینہ تمہارے پاس آیا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس (کی برکات) سے محروم رہا تو وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور اس کی خیر سے کوئی محروم نہیں ہوتا مگر محروم۔

ماہ رمضان میں تلاوت کا ثواب:

(حدیث نمبر: ۶۸) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ أَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ. (والاصبهانی فی الترغیب، کنز العمال: ۸/۴۷۷)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس ایک بڑا بابرکت والا مہینہ (رمضان المبارک) آپہنچا اس مہینہ میں ایک رات ہے جس میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینہ تک عبادت کرنے سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض اور اس کی شب بیداری (یعنی تراویح) کو سنت کیا ہے، جو شخص اس میں کسی نیک کام کے ذریعہ (خدا تعالیٰ) سے تقرب حاصل کرے وہ کام ایسا ہے جیسے اس نے رمضان کے علاوہ کسی دوسرے زمانے میں ایک فرض ادا کیا ہے اور جو کوئی رمضان میں ایک فرض ادا کرے اس کا ثواب ایسا ہے جیسے اس نے رمضان کے علاوہ کسی دوسرے زمانہ میں ستر فرض ادا کئے ہوں۔

ختم قرآن کے فضائل

(حدیث نمبر: ۶۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِقَارِئِ الْقُرْآنِ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً فَإِنْ شَاءَ صَاحِبُهَا عَجَّلَهَا فِي الدُّنْيَا وَإِنْ شَاءَ أَخَّرَهَا إِلَى الْآخِرَةِ. (کنز العمال: ۱/۵۱۳)

ترجمہ: بے شک قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کے لئے ایک ایسی دعا (مقدر کی گئی ہے) جو (ہر حال میں) قبول کی جاتی ہے، پس اگر دعا مانگنے والا چاہے تو جلدی کر کے اس (کے انعامات) کو دنیا (ہی) میں مانگ لے، اور اگر چاہے تو اس کو آخرت تک مؤخر کر دے۔

ختم قرآن کے وقت دعا کی اجابت اور انعام:

(حدیث نمبر: ۷۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ عِنْدَ كُلِّ خَتْمَةٍ دَعْوَةً مستجابةً وَشَجَرَةً فِي الْجَنَّةِ لَوْ أَنَّ غُرَابًا طَارَ مِنْ أَصْلِهَا لَمْ يَنْتَهِ إِلَى فَرْعِهَا حَتّٰى يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ. (الجامع الصغیر: ۲/۵۰۵)

ترجمہ: قاری قرآن کے لئے ہر ختم کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے اور اس کو (جنت میں) ایک درخت عطا کیا جاتا ہے اگر کوئی غراب (کوا) اس کی جڑ سے اڑے تو اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکے گا مگر وہ بوڑھا ہو جائے گا۔

(حدیث نمبر: ۷۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Scanned by CamScanner

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ: الَّذِي يَضْرِبُ مِنْ أَوَّلِ الْقُرْآنِ إِلَى آخِرِهِ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ. (رواه الترمذی، الاتقان: ۲/ وکنز العمال: ۱)

ترجمہ: نیک کاموں میں زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اَلْحَالُ الْمُرْتَحِلُ ہے (یعنی) جو شروع قرآن سے آخر تک تلاوت کرتا ہے (اور) جب بھی ختم کرتا ہے پھر سے شروع کر دیتا ہے۔

ختم قرآن کے وقت اجتماع اور قبولیت دعا:

(حدیث نمبر:۷۲) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ. (الإتقان: ۱۴۶/۱)

ترجمہ: جس نے قرآن ختم کیا اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

(حدیث نمبر:۷۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَحَمِدَ الرَّبَّ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ فَقَدْ طَلَبَ الْخَيْرَ مَكَانَهُ. (الإتقان: ۱۴۶/۱)

ترجمہ: جس نے قرآن ختم کیا اور رب (تعالیٰ) کی ثناء اور تعریف کی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اپنے رب سے استغفار کیا پس اس نے (صرف ختم قرآن، یا ختم قرآن اور ثناء اور درود شریف) کے بدلہ میں خیر اور بھلائی طلب کی۔

ساٹھ ہزار فرشتوں کا استغفار:

(حدیث نمبر:۷۴) حضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

إِذَا خَتَمَ الْعَبْدُ الْقُرْآنَ صَلَّى عَلَيْهِ عِنْدَ خَتْمِهِ سِتُّونَ أَلْفَ مَلَكٍ.

(کنز العمال: ۵۱/۱، وجامع الشمل: ۱۶۵/۱)

فرشتوں کا ختم قرآن پر پورا دن یا پوری رات استغفار:

(حدیث نمبر:۷۵) حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ أَوَّلَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ خَتَمَهُ آخِرَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُصْبِحَ.

(الجامع الصغیر للعلامة جلال الدین السیوطی: ۱۲۳/۶)

ترجمہ: جو شخص قرآن مجید کو شروع دن کے وقت ختم کرتا ہے اس کے لئے خدا کے فرشتے شام تک رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور جو اس کو آخر دن میں ختم کرتا ہے اس پر فرشتے صبح ہونے تک رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔

ختم قرآن کا اجر جنت میں بہت بڑا درخت:

(حدیث:۷۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ ظَاهِرًا أَوْ بَاطِنًا أَعْطَاهُ اللّٰهُ شَجَرَةً فِي الْجَنَّةِ لَوْ أَنَّ غُرَابًا أُفْرِخَ مِنْ أَغْصَانِهَا ثُمَّ طَارَ لَأَدْرَكَهُ الْهَرَمُ قَبْلَ أَنْ يَقْطَعَ وَرَقَهَا.

(رواہ البزار والطبرانی، مجمع الزوائد: ۱۶۵/۲)

ترجمہ: جس نے آ قرآن کو دیکھ کر یا بغیر دیکھے پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک ایسا درخت عطا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس کی ٹہنیوں کو چھوڑ کر اڑے تو اس کے پتے ختم ہونے سے قبل اس کو بڑھاپا پالے گا۔

ختم قرآن پر جنت میں محلات کی تعمیر:

(حدیث نمبر:۷۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

Scanned by CamScanner

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَامِنْ مُؤْمِنٍ وَلاَ مُؤمِنَةٍ إلاَّ وَلَهُ وَكِيْل فِي الجَنَّةِ، إنْ قَرَأَ القُرآنَ يَنَالُهُ القُصُوْرُ، وَإنْ سَبَّحَ غَرَسَ لَهُ الأشجَارَ، وَإنْ كَفَّ كَفَّ.

(أخرجه البخاري في تاريخه، كنز العمال: ۱/ ۵۴۹)

ترجمہ: کوئی مومن مرد اور کوئی مومنہ عورت نہیں مگر جنت میں اس کا ایک وکیل ہے، اگر کوئی مومن مرد یا عورت قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو وہ اس کے لئے جنت مین محلات تعمیر کرتا ہے۔ اور اگر کوئی تسبیح پڑھتا ہے تو اس کے لئے درخت لگاتا ہے، اور اگر وہ (تلاوت اور تسبیح سے) رک جاتا ہے تو وہ (فرشتہ محلات کی تعمیر اور درخت لگانے سے بھی) رک جاتا ہے۔

یہ تمام روایات مولانا مفتی محمد امداد اللہ انور کی کتاب ''فضائل حفظ القرآن'' سے لی گئی ہیں۔

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح

Scanned by CamScanner